

کسی نے تری طرح سے اے انیس
عروس سخن کو سنوارا نہیں

انتخاب

مٹیر

انیسواں ایڈیشن ۲۰۰۰

تعارف

جس نے تری طرح سے اسے ایتھن عروسِ سخن کو سنا اور انہیں

میر برعلی نام، انیس تخلص، پیدائش (بمقام فیض آباد) ۱۸۰۲ء مطابق ۱۲۱۸ء وفات (بمقام کھنؤ) ۱۸۷۲ء مطابق ۱۲۷۹ء۔ صاحبِ مثنوی سحرِ البیان یعنی میر حسن کے پوتے اور مشہور مرثیہ گوینی میر غلیق کے فرزند ارجمند تھے۔ گھرانے میں پانچ پشتوں سے شریعت کا سلسلہ چلا آتا تھا، اسی ماحول میں ہوشِ بینھالا، خانہ دانی روایت اور فطری صلاحیت کے ساتھ میں شاعری کا آغاز کیا اور پدر بزرگوار کی رہنمائی اور اصلاح سے ترقی کے حارج نکلے گئے۔ باب سے بچپ کر غزل بھی کہتے تھے جب انھیں معلوم ہوا تو بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور ہدایت فرمائی کہ آئندہ غزل نہ کہنا اور ساری عمر محمّد و آلِ محمد کی مداحی اور مرثیہ گوئی میں بسر کر دینا ہو نہاد اور اطاعتِ شکاری بیٹے نے اس نصیحت کو گروہ میں باندھ لیا اور ذمہ داری و وفاء رسالت کی شاگستری کے سوا اور کسی منفعِ ملن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ بارگاہِ ایندلی سے اس کا یہ ساجر ملا کہ تھوڑی ہی مدت میں آسمانِ مرثیہ گوئی کے آفتاب بن کر ابھرے اور اس فن کے ناخدا کہلائے۔ نربانِ ہوا روزِ عروجِ عدل نے یہ اقتدار عطا فرمایا کہ آج تک ان کا کام صحتِ استعمال کی سند میں پیش کیا جاتا ہے۔ میر انیس نے صد ہا مرثیے کہے جو ہزار ہا اشعار پر مشتمل ہیں وہ اردو زبان میں رزمیہ شاعری اور نغیاتی اسلوبِ بیان کے موجد ہیں منظرِ فطرت اور مظاہرِ قدرت کا سہل باندھ جن میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان کی نظم میں اتنی سلاست اور روانی ہے کہ اس کی نثر نہیں کی جاسکتی۔ میر صاحب کے عہد میں مرثیہ گوئی کے دوسرے استاد مرزا تیر کہے جاتے تھے انھوں نے میر انیس کی محنت کے جتنا بڑھ وفات کی جس کے آخری شعر میں مرحوم کے کمالِ فن کا ان نقول میں اعتراف کیا ہے

آسمان بے ماہِ کامل، سدرہ بے رُوحِ کلان

طورِ سینا بے کیمِ انش، منسہر بے انیس۔

مجلس

جلس کا زہے نورِ خوشا محفلِ عالی حیدر کے محبتوں سے کوئی جا نہیں خالی
عاشق میں سب اس کے جوہر کوئیں کا والی اشنا عشری، پختنی، شیعہ خالی
ششدر نہ ہو کیوں چرخِ عجب جلوہ گری ہو

یہ بزمِ عزاء آج ستاروں سے بھری ہو
کیا اوج ہے کیا رتبہ ہے اس بزمِ عزاء کا غلِ عرش سے ہے فرشِ تلکِ صلحِ علی کا
مشاق ہے سرِ دوس بزیں یاں کی خفا کا پانی میں بھی یاں کے ہے مزا آبِ بقا کا
دربارِ معلیٰ ہے ولی ابنِ ولی کا
جاری ہے یہ سب فیضِ حسین ابنِ علی کا

مہلت جو اجل دے تو غنیمت لے جانو آمادہ ہو رونے پہ سعادت لے جانو
آنسو نکل آئیں تو عبادت اے جانو ایذا ہو جو محفل میں تو راحت لے جانو
فلسفے کئے ہیں، دھوپ میں لبِ تشنہ ہے ہی
آقائے تمہارے لئے کیا ظلم ہے ہیں

(باقی مجلس صفحہ نمبر ۷۱ پر دیکھیے)

اللہ تعالیٰ نے میرا نہیں کو یہ اعزاز و کمال عطا کیا ہے کہ ان کے زیادہ تر
اشعار کی نثر بھی دی ہوئی ہے جس ترتیب سے ان کے اشعار موجود ہیں۔
اللہ جسے چاہے جیسے چاہے اعزاز اور کمال عطا فرماتا ہے۔

اگر کسی بھی صاحب کو یہ کتاب مجلس میں نیاز کے
طور پر تقسیم کرنا ہو تو ٹرسٹ فی کتاب ساڑھے سات
(۷.۵۰) روپے ہدیہ کے حساب سے دیگی۔ بشرطیکہ
کم سے کم ۵۰ کتابیں بہ یک وقت خریدی جائیں۔



حاجی علی اکبر ایچ ابراہیم مرحوم (زنی)

ولادت: ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء وفات: ۹ مارچ ۲۰۰۳ء مطابق ۵ محرم ۱۴۲۴ھ

حاجی علی اکبر صاحب اہل بیت اور میرانہس کے شیدائی تھے۔ انہوں نے اپنی خاص توجہ اور دلچسپی سے اس کتاب کا انتخاب میراث میرانہس کی چھ بڑی جلدوں سے کروایا۔ کتاب کی مقبولیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ انتخاب میرانہس ۱۹۶۳ء سے مسلسل شائع ہو رہا ہے یہ انیسواں ایڈیشن ہے اب تک اسکی ۳۳۰۵۰ کاپیاں شائع ہو چکی ہیں۔

الحس ہے کہ مرحوم کیلئے سورہ فاتحہ اور سورہ قل پڑھ کر بخش دیں۔ جزاکم اللہ

مقصد طباعت

از شاعر آل محمد حضرت انسیم اردہ کی مدقلم

شعر کے کلام کا انتخاب شائع کرنے کی غرض و غایت عموماً یہ ہوا کرتی ہے کہ ان کے کل شعروں میں وہ خوبیاں نہیں ہوتیں، جو خاص خاص شعروں میں پائی جاتی ہیں۔ اور انہیں پڑھ کر شمع سے بلا لارہ واہ یا آہ نکل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر آئیر سنائی نے اپنے استاد شیخ غلام ربانی مصطفیٰ اردہ کی کے سات دیوانوں کا انتخاب انیسویں صدی کے آخر میں رام پور میں شائع کیا۔ جن حضرات نے دواؤں مستحکم کا مطالعہ کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کے سات دیوان پڑھ کر وہ لطف نہیں آتا جو آئیر سنائی کے کتبے پر انتخاب کو پڑھ کر آجاتا ہے کیونکہ اس میں بحر ق کا ایک شعر بھی نہیں اور بے در پے ایسے لطیف شعر پڑھنے والے کے سامنے آتے چلے جاتے ہیں جن میں ذوقِ سلیم کی تسکین کا کوئی نہ کوئی نیا پہلو ضرور ہوتا ہے۔

لیکن میر انیس اعلیٰ اللہ مقار کے کلام کی کیفیت جو کلیہ مرثیہ و غزوہ پر مشتمل ہے، اس سے بالکل مختلف ہے کیونکہ ان کے کلام میں شعروں سے آخر تک ایک بھی ایسا شعر نظر نہیں آتا (آلا ماشار اللہ) جسے نظری کر کے چھوڑ دیا جائے اگر یہ ناقدین نے نقد و نظر کے مباحث کی ضرورت کے مطابق ان کے کلام کا جو انتخاب کیا ہے اور اس انتخاب میں جو اشار انھوں نے چھوڑ دیے ہیں ان کا درجہ بھی منتخب شعروں سے کچھ کم نہیں۔ بلکہ بعض حالات میں وہ محاسن شعری کے اعتبار سے منتخب شہداء اشعار سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ مثال کے طور پر انیس کے ایک نقاد نے اس مرثیہ کے انتخاب میں جس کا مطلع یہ ہے۔ کنعان محمد کے حسینوں کا سفر ہے میر انیس کی یہ بیت شامل انتخاب نہیں کی۔ تاہم ایسی محنت جو محض شہداء کے

اب تو مرے منہ کا بھی مزہ تلخ نہیں ہے۔" یہ شعر جن خوبیوں اور لطافتوں پر مشتمل ہے وہ ارباب ذوق سے پوشیدہ نہیں۔ اور شاعر نے جس مشکل اور محبہ پہ تو مرے کو سہ سے سادے لفظوں میں طے کر لیا ہے اسکی نزاکت کو اذانِ نکتہ سب خوب سمجھتے ہیں۔ شاعر کا موضوع امام حسین علیہ السلام کی بیٹی حضرت فاطمہ صغریٰ ہیں جنہیں امام علیہ السلام شہید کی حالت میں انکی داری (حضرت اُمّ البنین اور زانی اُمّ المؤمنین ام سلمہ کے پاس مدینہ میں چھوڑ کر باقی پورے کنبے کے ساتھ سفر میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ بیٹی مصرعہ کہ مجھے بھی ساتھ لے چلئے۔ امام علیہ السلام بار بار فرماتے ہیں کہ تم بیار ہو، بیاروی میں سفر کی ٹھکان سے مرض اور بڑھے گا۔ مذہب شاعرانہ اور بلاغت فن اس بات کی مقتضی ہے کہ موضوع مرثیہ یعنی حضرت صغریٰ کی بات سب پر غالب رہے۔ کیونکہ اگر اسے مغلوب ہوتے دکھایا گیا تو موضوع کا حق ادا نہ ہوا۔ لیکن اپنے عقیدے کے اعتبار سے شاعر، امام علیہ السلام کے ارشاد کی مغلوبیت تسلیم نہیں کر سکتا۔ دوسرے لفظوں میں فنِ شاعری اور عقیدے کی اس کشمکش سے گزرنا کچھ آسان کام نہیں اس لئے شاعر نے اپنے موضوع صغریٰ یعنی حضرت فاطمہ صغریٰ کی زبان سے ایک ایسی بات کہلوادی جسے فطرت انسانی کی نگاہ میں دوسرے شخص پہلے وہ طہیب حاذق ہر بڑا سمجھائے ذراں فن سے بہتر محسوس نہیں کر سکتا۔ یعنی یہ کہ اب تو مرے منہ کا بھی مزہ تلخ نہیں ہے۔" جس کا منہ ہے وہی سب سے بہتر طور سے جان سکتا ہے کہ اسکا مزہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔ یہ انداز بیان اختیار کرنے سے امام کے اس ارشاد کی (نعمو بالشد) تردید بھی نہیں کہ تم شہید ہیں مہتلا ہرہ مگر بیمار کا پر بحث کرنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی کیونکہ شہید کا مریض خود کہہ رہا ہے کہ میرے منہ کا مزہ اب تلخ نہیں۔ یعنی مرض ختم ہو گیا۔ یا خاتمے پر ہے۔

یہ اور ایسے ہی ہزار ہا شعراء میراثیں کے مرثیوں میں ہیں جو ناقدین نے اپنے انتخابات میں شامل نہیں کئے۔ لیکن وہ اپنے دامن میں تحفیل اور فن کے انمول موتی لے ہوئے ہیں۔

غرض اس گفتگو سے یہ ہے کہ میراثیں کے کلام کا انتخاب اس زادیہ نظر سے بالکل مختلف

نقطہ نگاہ پر مبنی ہے جو دیگر شعراء کے انتخاب کلام کا نصب العین ہوتا ہے۔ بنابر یہ کہ انوارِ دست نہ ہو گا کہ زیرِ نظر انتخاب میر تقی میر کے کلام کا معیار یا جوہر ہے ہوائے بالی کلام کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ جہاں تک مجھے اندازہ ہے اس کتاب کی اشاعت کا مقصد ایک تو یہ ہے کہ مروجہ کا جہد کلام آج تک منظرِ عام پر آیا ہے جو چھ ضخیم جلدات پر مشتمل ہے جس میں صد ہا مرثیے ہیں اور کوئی مرثیہ سراسر سو ڈیڑھ سو بندے کے کم نہیں۔ اتنے طویل مرثیے آج کی اختلاف پسند دنیا میں، نہ تو مجالس میں پڑھے جاسکتے ہیں اور نہ ہر شخص کی قوتِ خرید اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ پیش قیمت چھ جلدیں خرید سکے۔ یہ انتخاب ۴۱ مرثیوں اور ۳۲ سلاسل اور ۹۶ رباعیات پر مشتمل ہے جس میں تقریباً ہر مرثیے میں ۲۲، ۲۳ بند ہیں۔ صرف ایک مرثیہ ایسا ہے جس میں ۵۳ بند ہیں اور یہ مرثیہ ”پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زار صبح“ سے لیا گیا ہے۔ اس میں جناب قاسم کی جنگ کو خصوصیت سے نظم کیا ہے۔ اس مرثیے کے بند اکثر اسکول کے کورس میں بھی داخل کئے جاتے ہیں۔ اگر ایک طرف عواداری کے تقاضوں کے مطابق کم سے کم وقت میں صرف ۵۱ منٹ میں کامیاب سے کامیاب مجلسِ خوانی کی ضرورت کو پورا کرتا ہے تو دوسری طرف لوگوں کی قوتِ خرید پر بھی اس کا کم سے کم بڑا ادا کرنے سے کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ پھر یہ بھی ہے کہ جو اہل ذوق اس مختصر مجموعہ کو پڑھ کر لطیف کلام سے لذت اندوز ہوں گے، یقیناً ان کا شہد شوق مشتعل ہو کر انہیں اس بات پر ابھاریگا کہ وہ اس پورے کلام کا بھی مطالعہ کریں جس کا اختلاف ایسا ہے۔ اس طرح یہ انتخاب شکل کلام انیس کے مطالعہ کی ایک غیر شعوری اور خاموش تحریک ہے جس کی دلائل نہیں دی جاسکتی۔

تسیم احمد دہلوی

۱۹ ستمبر ۱۹۷۵ء

زیر نظر جدید ایڈیشن

ادارہ بزم میراثیں سنہ ۱۹۶۲ء سے انتخاب میراثیں سلسل شائع کر رہا ہے۔ اس ادارہ کے زیر اہتمام ۲۳۰۵۰ سے زیادہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن یہ اشاعت انتشار کے ساتھ ۱۹۶۴ء سالز کے ۳۸ صفحات میں چالیس مراثی، چودہ رباعیات اور آٹھ سلام پر مشتمل تھی۔ مراثیوں کو بہت مختصر کر دیا گیا تھا۔ ہر مرثیہ میں کم و بیش ۷۱ منتخب بند تھے۔ اس طرح مجلس کا اوسط وقت تقریباً ثلث منٹ ہوتا تھا۔ اتنی مختصر مرثیہ کی مجلس سے کما حقہ دل کو سیری نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے چھٹا ایڈیشن حسب فرمائش ادارہ یا ادارہ میراثیں سلسل پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ کے زیر اہتمام مراثیوں کے بند کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا۔ ہر مرثیہ کے لیے اوسطاً ۱۲۸ بند منتخب کئے گئے جو رباعی و سلام کے ساتھ تقریباً ۵۱ منٹ کی مجلس کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ یہ ایڈیشن ۲۰۲۳ء سالز کے ۲۲۸ صفحات پر ۵۲ بند کے اک مخصوص مرثیہ کے اضافہ کے ساتھ ۴۱ مراثی، ۹۱ رباعیات اور ۲۳ سلام پر مشتمل ۶ ساتواں ایڈیشن جلد سازی کے دوران ہی ایگ سے تیار ہو گیا صرف چھ سو چوبیس جلدیں محفوظ ہو سکیں۔ انھوں نے ایڈیشن کی دو ہزار جلدیں شائع ہوئیں، جن کا ہر فی جلد ایک بندہ خدا کی امداد سے اصل لاگت سے بہت کم، یعنی صرف دو روپیہ پچاس پیسے تھا۔ کتابت اور فلم کے اخراجات نکال کر ایک جلد پر پانچ روپیہ خرچ ہوئے۔ پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ نے تمام شائقین کے لئے چار روپیہ پر مقرر کیا۔ زیادہ تعداد کے خریدار اور بیوروں کے کمیشن کے حساب کے بعد فی جلد دو روپیہ کا نقصان ٹرسٹ نے برداشت کیا۔ مراثیوں کی مجلس میں اضافہ کے لئے اور اخراجات میں کمی کے پیش نظر یہ میں رعایت کی گئی۔

اب ہماری جانب سے ناظرین کی خدمت میں یہ انیسواں ایڈیشن ۲۰۲۶ء پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں بھی فی جلد لاگت بہت کم دیہ رکھا گیا ہے۔

فروری ۲۰۲۳ء حاجی علی اکبر ایچ ابراہیم فیملی بیورو ولنٹ ٹرسٹ

فہرست مراثی میر انیس

نمبر سلسلہ	مضمون	پہلا سفر	تعداد بند	سلام	تعداد ابالی	صفحہ
۱	رہا و تعلق	۱۲	۲۳	۰	۱۲	۱۰
۲	جلس	۱۲	۱۳	۰	۸	۱۷
۳	بہ ثباتی دنیا موت و قبر	۱۲	۱۲	۰	۱۹	۲۳
۴	ولادت و مراجع رسول خدا	۲۳	۲۳	۰	۳	۲۸
۵	وفات رسول خدا	۲۳	۲۳	۰	۲	۳۶
۶	ولادت علی	۲۳	۲۳	۰	۲	۴۲
۷	شہادت علی	۲۳	۲۳	۰	۳	۵۲
۸	جناب فاطمہ زہرا	۲۳	۲۳	۰	۲	۶۰
۹	امام حسن	۲۳	۲۳	۰	۴	۶۸
۱۰	ولادت امام حسین	۲۳	۲۳	۰	۲	۷۶
۱۱	امام حسین کے مجزے	۲۳	۲۳	۰	۴	۸۳
۱۲	حضرت عباس کی ولادت	۲۳	۲۳	سلام	۲	۹۱
۱۳	بیت کے سنگ و شہادت	۲۳	۲۳	۰	۲	۹۹
۱۴	حضرت مسلم	۲۳	۲۳	۰	۴	۱۰۶
۱۵	فرزند ان مسلم	۲۳	۲۳	۰	۱	۱۱۳
۱۶	مدینہ سے سفر	۲۳	۲۳	سلام	۱	۱۲۱
۱۷	کعبہ سے سفر	۲۳	۲۳	۰	۲	۱۲۹
۱۸	میدان کربلا	۲۳	۲۳	۰	۲	۱۳۶
۱۹	دشت کربلا	۲۳	۲۳	سلام	۲	۱۴۲

صفحہ	تعداد	سلام	پہلا مصرعہ	مضمون	درجہ
۵۱	۱	×	۳۲	جب ساتویں تاریخ کو قتل میں شب آنی	۲۰
۱۵۹	۲	سلام	۳۲	جب رات عبادت میں میری قیادت کے	۲۱
۱۶۶	۱	×	۳۲	لنگ خواب حکم ہے عصا سے میری	۲۲
۱۶۴	۳	سلام	۳۲	دو دن سے جو آواز کی طرح خود اٹھے	۲۳
۱۸۲	۱	×	۳۲	قرآن کو لائے حبیب ابنی مظهر	۲۴
۱۹۰	۳	×	۳۲	رینٹ سے سسی جب یہ خبر شاہ الم سے	۲۵
۱۹۸	۳	×	۱۴	قد تم پر لرزہ باغ جوان کی تھی بہار	۲۶
۲۰۱	۱	×	۵۴	جب خیر حسین سے نکاح حسن کا لال	۲۷
۲۱۳	۲	سلام	۳۲	جب لاشہ کا تم کو طعنا دیکھا	۲۸
۲۲۱	۲	×	۳۲	یاد رب کوئی جہاں میں امیر مگر نہ ہو	۲۹
۲۲۹	۳	×	۳۲	جب دن میں حسین صغیر شیر کو لائے	۳۰
۲۴۷	۱	×	۳۲	جب خازن کوچہ صا نام کر گئے	۳۱
۲۴۵	۱	×	۳۲	جب آخری رخصت کو حسین آئے حرم میں	۳۲
۲۵۳	۲	×	۳۲	آج ستیرہ پر کیا عالم تنہائی ہے	۳۳
۲۶۰	۱	×	۳۲	میدان میں ہوا مائر جب آل صا کا	۳۴
۲۸۶	۲	سلام	۳۲	جب طوق دسلا میں مسلسل گئے ماہک	۳۵
۲۶۶	۱	×	۳۲	بے وطن جوش و شہدائے	۳۶
۲۸۲	۲	×	۳۲	جب قیدیوں کو کھانہ رند میں شب آنی	۳۷
۲۹۱	۱	×	۳۲	آفت میں گرفتار میں ناموس محمد	۳۸
۲۹۹	۳	سلام	۳۲	کونے میں جب حرم حضرت شہر آئے	۳۹
۳۰۶	۱	×	۳۲	درد میں زنداں کو طلب ہوئے قیدی	۴۰
				میں اور درمیانی	
۳۱۳	۱	×	۳۲	ناموس میری دین داری	۴۱

رباعی

بُہل بیوں آکے خوش بیاں دیکھے اندازِ فغاںِ مجھ سے فغاںِ تیرے دیکھے
رونا مری آنکھوں سے کرے حاصل ابر دریا مری اشکوں سے روانی دیکھے

رباعی

ناہنم سے کب رادہ سخن لیتا ہوں دشمن ہو کر دوست سب کی شُ لیتا ہوں
چھپتی نہیں بونے بوستانِ یزدگ کانٹوں کو ہشاکے پھول چُن لیتا ہوں!

رباعی

کس دن مضمون نو کا نقشہ اُترا! پُر درد معانی کا نہ چہرہ اُترا!
ممبر سے ہم اُترے نئے مضمون پڑھ کر ان کے نئے گویا متن دسلوا اُترا!

رباعی

اے خالقِ ذوالفضل و کرم رحمت کر اے دافعِ ہر رنج و اہم رحمت کر!
سہقت ہے سدا غضب پر رحمت کو تری اپنی تجھے رحمت کی قسم رحمت کر!

رباعی

اپنوں کا گھر نہ غیرِ ذالک کا ہے کیوں سعی نہ کی قصورِ مالک کا ہے
تغذیہ دے یا غنہ کر اے رب کریم مملوک پر اختیارِ مالک کا ہے

رباعی

اے بادشاہِ کون و مکان اُدھر گئی! اے عقیدہ کشائے دو جہاں اُدھر گئی!
اب تنگ ہے دشمنوں کے ہاتھوں کیست یا حضرتِ صاحبِ الزماں اُدھر گئی!

رباعی

گذرے ہر دم برا ارادت میں تری گردن یہ جھکی رہے عبادت میں تری
یارب! مجھے طویلِ عمر دے تو لیکن وہ عمر جو کامِ اُتے اُلامت میں تری!

رباعی

لکشن میں مہا کو جستجو تیری ہے ! بُسبیل کی زبان پہ گشتگو تیری ہے !
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا جس پھول کو سونگھت ہوں بو تیری ہے

رباعی

پستی کی نفس سے مستور ہے تو ! آنکھیں جیسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو !
نزدیک رگہ جان سے اس پر ہے لُغد اللہ اللہ کس قدر دور ہے تو !

سلام

مرا درِ بَدول آشکارا نہیں ! وہ دریا ہوں جس کا کنارہ نہیں !
وہ گل ہوں جدا سے ہے جس کا رنگ وہ لہو ہوں کہ جو آشکارا نہیں !
وہ پانا ہوں شیریں نہیں جس میں شہد وہ آتش ہوں جس میں شرار نہیں !
بہت زال دیا نے دیں ازاں ! میں وہ لہو جاں ہوں کہ بارہا نہیں !
فقیروں کی مجلس ہے سب سے جدا امیروں کا یاں تک گزارا نہیں !
سکندر کے خاطر بھی ہے ستراب جو دار ابھی ہو تو مدارا نہیں !
عئے پہنے نعلین داں مصطفیٰ ! فرشتے کا جس چا گزارا نہیں !
جہنم سے ہم بے تساروں کو کیا جو آتش پہ شہرے وہ پارا نہیں !
پھرے دوست جب ہو گئی قربند کھلا اب کہ کوئی اہلارا نہیں !
گرے ڈگمگا کر زمیں پر حسین ! فرس سے کبھی نے اُتارا نہیں !
ترے صبر کے میں ندا یا حسین ! چھری کے تلے دم بھی مارا نہیں !
کبھی نے تری طرح سے اے الہیتی عروسِ سخن کو سنوارا نہیں !

میرانیس کی دُعا اور تعلی وغیرہ^(۱)

۱۔

یازب چمن نظم کو غزار ادم کر اسے ابر کرم خشک ذراعت پہ کرم کر
تو عین کا مہا ہے توجہ کن دم کر گشت نام کو اجاز بیاؤں میں رقم کر

جب تک ہے چمک مہر کے پر تو سے نہ جانے

اقتیم سخن میرے قلم دوسے نہ جانے

۲۔

ایس بارغ میں چٹے ہمارے فین کھاری بسیل کی زباں پر ہے تری شکر گزاری
ہر نقل : دوست ہے، یا حضرت باری پھل ہم کو بھی لی جائے یا منت کا ہاری

وہ گل ہوں عنایت چمن رلیح نگو کو

بلبل نے بھی سو نکھار ہو جن پھولوں کی بو کو

۳۔

غلام طبیعت کو عقل کر وہ قالی ہو جن کی جگہ تاج سرورش پہ خالی
ایک ایک لڑی نظم شریا سے ہرمان عالم کی نگاہوں سے گرے قطب شمال

سب ہوں ذریعہ، دلاقہ ہو کس سے

نذر اُن کی یہ ہوں گے جنیں رشتہ ہو نئی سے

۴۔

بھڑوے ڈر مقصود ہے اس ڈرچ دلوں عاشق اور فصاحت بھی وہ دے سخن بیاں کو
آکاہ کر انداز نکلتی سے زباں کو ! دریائے معانی سے بڑھا ملیج رواں کو

تھیں کاسوت سے قل آہ تک ہو

ہر گوشہ ہے کان راحت وہ تک ہو

نفسہ لین میں چٹے کو مسند سے ملا دوں قطرے کو بدوں آب تو گھر سے ملا دوں
 نڈے کی چمک ہنس منہ سے ملا دوں خاندان کو نزاکت میں ملے تر سے ملا دوں
 گلہ سہ معنی کو نئے ڈھنگ سے بندھوں

۱۷۔ ایک بچوں کا معنوں پر تو سرگ سے ہانچوں
 گر بزم کی جانب ہو تو جس دم تشریف ! پہنچ جائے ابھی گلشن فردوس کی تصویر
 دیکھ نہ بھی مہبتا، شمس فلک پیر سو جائے ہوا بزم شبنم کی بھی توفیر
 یوں تختہ سیناں معانی اتر آئے !
 ہر چشم کو پروں کا اکھٹا نظر آئے

۱۸۔ ستارے کرم سے ہو وہ دربار ہیں جام جس میں عووض نشہ ہو کیفیت انجم
 ہر مت فرغوش کرے گردشِ آیام ! ہونی کی زباں بھی نہ رہے فیض سے ناہم
 ہاں باد کشتا پرچم لڑتے فاد نشین سے
 کوڑکی بے مروت آگنی ہے غلو بریا سے

۱۹۔ آؤں طرفِ رزم ابھی چھوڑ کے جب بزم خیر کی خستہ رائے مری بیجا ادول العزم
 قطعِ سراپا کا ارادہ ہو جو اجمہزم دکھلائے یہیں سب کو زبانِ معرکہ مذم !
 جمل جہت میں خدا آگ بھڑکتی نظر آئے
 تھارے تو ہر چشتی نظر آئے !!

۲۰۔ معرکہ ہو صفت آرا صفتِ لشکر جستار الفاظ کی تیسری کو نہ پہنچے کوئی تھار
 نقطہ ہوں جو ڈھالیں تو افسِ خیر و خوار نہ آگے بڑھیں بر جیوں کو قول کے اک بار
 غلّ ہو ابھی یوں نوح کو لڑتے نہیں دیکھا
 مقتل میں دن ایسا بھی پڑتے نہیں دیکھا

۱۱
 ہر ایک زبان ماہ سے آسکنہ مابھی ! عالم کو دکھا دے برشتی سیفتو الہی !
 جرات کا دعویٰ تو ہے یہ چلتی سہاوی لا دیب تو ہے نام ہے سکتہ شاہی
 ہر دم ہے اشارہ اور دعات اور قلم کا
 تو مالک و مختار ہے اسی طویل و علم کا

۱۲
 تائید کا انتظام ہے ! میسر و صغور اہلاد ترا کام ہے ! میسر و صغور !
 تو صاحبِ اکرام ہے ! میسر و صغور ! تیسرا ہی کرم نام ہے ! میسر و صغور !
 تہنہ ترے اقبال سے ششیر بخت ہوں
 سب ایک طرف جمع ہیں، میں ایک طرف ہوں

۱۳
 ناقدری عالم کی شکایت نہیں مولا کچھ دستِ باطل کی حقیقت نہیں مولا
 اہم گل و بسمل میں بہت نہیں مولا میں کیس ہوں کسی روح کو رمت نہیں مولا
 عالم ہے مکتہ، کوئی دل صاف نہیں ہے
 ابس جہد میں سب کچھ ہے پر نعمان نہیں ہے

۱۴
 نیک و بد عالم میں آئل نہیں کرتے : عارف کچھ اشتباہ بھی تھا اہل نہیں کرتے
 خادوں کے لئے دُعا طرف گل نہیں کرتے قمر لغو خوش الحان بسبب نہیں کرتے
 خاموش ہیں گر شیشہ دل چھوئے ہیں
 اشکوں کے ٹپک پڑنے سے مجھ جوتے ہیں

۱۵
 اللہ سے بہتر سبجئے دنیا خد کو دُر کو تو کھاتے ہیں ڈھاتے ہیں امدت کو !
 اندھیر ہے چاند بتاتے ہیں کف کو گھورتے ہیں شیشے کے لئے دُر بخت کو
 خائن ہیں دُر و لعل، بدخشان و عدو کے
 مٹی میں جلتے ہیں جواہر کو کسین کے

۱۲۔ ہے لعل و گبر سے دہن کا لہر جواہر : ازلم سخن کھتی ہے دُخانِ جواہر !
 میں ہندو منج تو ورقِ خانِ جواہر دیکھے ایسے، ہاں ہے کوئی غافلِ جواہر
 جہانے رقوتِ ہندو چاہئے اس کو !
 سورا ہے جو ہر کا نظر چاہئے اس کو !

۱۳۔ لیس ہو گئے وہ جو ہر دن سخنِ ایک بار ہر دقت جو ہی ہنس کے رہتے ہیں طلبکار
 اب ہے کوئی لاسب دشمنِ سادہ خریدار ہے کون ! دکھائیں کہے، گھرِ شہدار
 کس دقت یہاں چوڑے ملکِ عدم سے
 جب ٹٹھ گئے بازار سے غائب تو ہم آئے

۱۴۔ خواہاں نہیں یا قوتِ سخن کا کرنی گراں ہے آپ کی سسکار تو باہا حبیبِ مصرع
 اسے افسوس ایکاد یہاں فتن کے سسکار جو جہانے گامِ بہتر میں فتنِ ہندو متاع
 اُنسدا کی ٹھکر، وسیلہ اسی گھسہ کا !
 دولت بھی میری، یہی ترشہ ہے سفسہ کا !

۱۵۔ میں کیا ہوں امر کی بیج ہے کیا اے شہِ شانِ حسان و لرزوق میں یہاں عاجز و حیراں
 شرمندہ تانے سے گئے دقتِ دستوں نامر ہیں سخنِ فہم و سخنِ سنہ و سخنِ دان !
 کیا نہ کہہ فاک سے ہر فہمِ خدا کی
 کھنت یہیں کرتی ہیں زبانیں فہما کی !

۱۶۔ نازاں ہو غنمت پہ شہنشاہِ زمیں کی بخشش ہے رضا جائزہ فوجِ سخن کی
 چوں کی بھالی سے تھا چست ہے تن کی لو ہر طرفی پڑ گئی مضمون کہیں کی
 اک فردِ پرانی ہیں دفتر میں ہمارے
 بھرتی ہے نئی فوج کی لشکر میں ہمارے

۱۱۰
 لایم دلاطم کی یکس سحر بیانی حضرت پہ اریا ہے مری دیہانی !!
 نے ذہن میں جودت و طبیعت میں روانی گویا ہوں فقط ہے تیری فیض رسانی
 میں کیا ہوں فرشتوں کی طاقت ہے تو کی ہے

۱۱۱
 وہ خاص ہے بندے ایما کہ مزار خدا ہے

۱۱۲
 تھا جوش کہ ایسا اکا جود عری کیا میں نے خود سہر بر گریان ہوں کہ کیا کیا میں نے
 اک تلوہ نا چیز کر دیا کیا میں نے ! تصویر بقل سمجھتے ہے ہا کیا میں نے
 ہاں کہتا ہے کہ اتنی بھی قفل نہ دوا تھی !

۱۱۳
 مواء کیجے کے پھولوں کی دوا تھی !

۱۱۴
 جسد ہوں بھی ایسی خطا کی نہیں میں نے جو لے سے بھی آپ اپنی ثنا کی نہیں میں نے
 دن سے کھکا دیا مرا کی نہیں میں نے تعمیر کلام جہا کی نہیں میں نے !
 آزاں ہوں نہت ہے امام ازلی کی !!

۱۱۵
 سدری ہے قفل ہے حایت و صل ک!

۱۱۶
 فاش انیس اب کہ جڑ ہو گیا پانی دیکھی تری دیائے طبیعت کی روانی !
 ہے مثل ہیں ہر چند ہے الفاظ و معانی تقریب مگر خوب نہیں اپنی زبانی
 مانی جسد تو کہے منہ ترا کیا ہے

۱۱۷
 امداد محمد ہے تائید خدا ہے

۱۱۸
 اے ہادشہ کون و مکان اور کنی ! اے عقدہ کشائے دو جہاں اور کنی !
 اب تنگ ہے دشمنوں کے ہاتھوں سے انیس یا حضرت صاحب الزماں اور کنی !
 مگر میں ڈھونڈ نہ ابھن میں ڈھونڈ رہا ہوں مگر میں ڈھونڈ رہا ہوں !
 گلزارِ بخت میں مدح خواں ہو گا انیس بسین کہ جو ڈھونڈ تو چین میں ڈھونڈو

رباعیات متعلق مجلس

(۱)

ہاں جوشِ غم سیرِ مانی ہو جائے چہروں پہ ان شکوں سربال ہو جائے
یوں کھٹ جگرِ جتم سے چکیں باہم ہر شاخِ خرہ پھوٹوں کی ڈالی ہو جائے

(۲)

احساں نہیں مگر بزمِ عزا میں آئے آئے تو پسناءِ مصطفیٰ میں آئے
گرمی ہی کے دن تھے کہ تمہاری خاطر شہبازِ وطن سے کربلا میں آئے

(۳)

مومنو! یہ مقامِ زاری ہے !: روڈِ اب وقتِ اشکباری ہے
فاصلے آچسکل ہیں مجلس میں اب کہو کس کی انتظاری ہے

(۴)

ہے فصلِ عسرا جدا جدا مجلس ہے گھر گھر ماتم ہے جا بجا مجلس ہے
ماشاء اللہ چشمِ بد درِ انیس کیا جمع مومنین ہے؟ کیا مجلس ہے

(۵)

جنگل کی ٹپش کسنا و دریا گزری صدمے ہے دکھ اٹھائے ایندازِ زری
اے اہلِ عزا تمہاری راحت کیلئے گرمی میں مسافروں پہ کیا کیا گزری

(۶)

دش دن یہ وہ ہیں کہ نوم گزر ہو زہرا نکامے ہوئے ہاتھوں سے جگر ہو زہرا
کیا بیٹھے ہو سر پہ خاک اُڑا دو گوا کل شام سے کھولے ہوئے سر ہو زہرا

رباعی

یہ بزم عزائے پیر زہرا ہے بیٹھو بہ ادب یاں گزر زہرا ہے
چار سو ہر اک کے شک کرتے ہیں پاک ہر چشم کے اوپر نظر زہرا ہے

رباعی

دایغ غمِ شہ سینے میں گل بوٹے ہیں کیا کیا گہرِ مِش بہا بوٹے ہیں
جلس میں ریاس کو کر دیتے ہیں انیس اک اک انکے بھی موتی ہیں مگر جو بٹے ہیں

رباعی

ایک ایک قدم لغزشِ مستانہ ہے گھڑا ریشٹ اپنا نئے حلانہ ہے
سر مست ہیں چٹپٹائی کوثر سے آنکھیں شیشیے میں قلبِ پیمانہ ہے

سلام

ضبطِ گرہ ماتمِ سرور میں ہو سکتا نہیں سرخجھکا کر بیٹھ مجلس میں جو رو سکتا نہیں
راتِ ندیری بہرِ شہِ اعمالِ ایزائے فشار قبریں بھی ہیں سے انسان ہو سکتا نہیں
کارِ ذاتی میں ہیں عاجزِ پاکِ زبانِ جہاں گردِ اپنے من کی پانی آپ دھو سکتا نہیں
کہتے تھے حضرت وہ مشرق میں کہ مغرب میں موی دوستوں کے ہم نہ کام آئیں یہ ہو سکتا نہیں
شاہ کہتے تھے یہ دنیا بھی ہے حیرت کی جگہ مرچ بیٹا جوان اور باپ رو سکتا نہیں

نظم ہے یہ یادِ شہوار کی لڑیاں انیس

جو ہری بھی اس طسرح موتی بہد سکتا نہیں

مجلس ادرشیوں کے متعلق

جلس کا زہے نور خوش محفل عالی حیدر کے محبتوں سے کوئی جا نہیں خالی
عاشق ہیں سب اُس کے جوہر کوئیں کا دال اشنا عشری، پنجتن، شیعہ خالی
ششدر نہ ہو کیوں چرخ محجب جوہر گری ہو

یہ بزمِ عزاء آج ستاروں سے بھری ہو
کیا اوج ہے کیا رتبہ ہے اس بزمِ عزاء کا غل عرش سے ہے فرشِ تلک وصلِ عالی کا
مشاق ہے فسردوسِ بریں یاں کی خفا کا پانی میں بھی یاں کے ہے مزا آبِ بقا کا
دربارِ مصلیٰ ہے ولی ابنِ ولی کا

جاری ہے یہ سب فیضِ حسینِ ابنِ علی کا
مہلت جو اجل دے تو ضیمت اسے جانو آمادہ ہو روئے پہ سعادت اسے جانو
آنسو نکل آئیں تو عبادت اسے جانو ایذا ہو جو محفل میں تو راحت اسے جانو
فلقے کئے ہیں، دھوپ میں لب تشہ ہے ہی

آقائے تمہارے لئے کیا ظلم ہے ہی
تکلیف کچھ ایسی نہیں، سایہ ہے، ہوا ہے پانی ہے خشک، مردہ کش بادِ صبا ہے
کچھ گرمی عاشور کا بھی حال سُنا ہے سرِ پینے کا وقت ہے، ہنگامِ عزاء ہے

گزدی ہے بیا باں میں وہ گرمی شہرِ دیں پر
بھٹن جاتا، تھا داند بھی جو گزتا تھا زمیں پر

مردم کے لئے واجب معنی ہے یہ ناری ردنا ہی وسیلہ شفاعت کا ہماری
ہے وقت معین پہ اداعت باری یہ خبر ہے وہ خیر جو ہر وقت ہے جاری
رد لو! کہ یہ وقت اور یہ صحبت نہ ملے گی

جب آنکھ ہوئی بند تو بہلت نہ لے گی
جس امر سے ہو خاص کو رغبت وہ کہے گا خوش ہو کے عوام انھیں تو پھر اس میں ہو کیا نام
وانا کو یہ لازم ہے کہ ماتہ نہ ہو الزام کیا لطف کہ آغاز کا بہتر نہ ہو انجام
جلسہ نہیں، مظلوم کی یہ بزم عزا ہے

یاں رونے کی لذت ہے، اڑانے کا مزہ ہے
قدسی کو نہیں بار، یہ دربار ہے کس کا فردوس کو ہے رشک، یہ گلزار ہے کس کا
سب جنس شفاعت ہے یہ بازار کس کا خود بکتا ہے یوسف، یہ خریدار ہے کس کا
ملتا ہے کہاں مفت متاع حسن ایسی
دیکھی نہیں انجم نے کبھی انجمن ایسی

ان میں جو مہین ہیں وہ پیڑ کے ہیں مہاں اور جو متوسط ہیں وہ حیدر کے ہیں مہاں
جوتازہ جواں ہیں علی اکبر کے ہیں مہاں شیعوں کے پسر سب علی اصغر کے ہیں مہاں
سب خور و کلاں عاشق شاہ دہن ہیں
پانچ انگلیوں کی طرح یہ سب پختی ہیں

ارشاد نبی ہے کہ مددگار میں میرے فرماتے ہیں حیدر کہ یہ غم خوار ہیں میرے
حضرت کا سخن ہے کہ عزادار میں میرے میں ان کا ہوں طالب یہ طلبگار میں میرے
یہ آج اگر روکے ہیں یاد کریں گے
ہم قبر میں ان لوگوں کی امداد کریں گے

منقول ہیں شیعوں کی ہے عقدہ کشائی عباس کو روئیں گے جو مرجائے گا بجائی
 ہوگی جو کسی باپ کی بیٹے سے جدائی دھیان آئے گا اکبر نے سناں بیٹے پہ کھائی
 جب اپنے پسر کے لئے نسر یاد کریں گے
 وہ داغ کیلجے کا مرے یاد کریں گے

نسر زہد صغیر ان کا تلف ہو گا کوئی گر ہیں دوست مرے یاد کریں گے غم امیر
 ہو جائے گی بیوہ جو کسی شخص کی دختر کبر کے رنڈا پے پہ وہ روئے گا مگر
 بھویں گے مرے غم میں آلم خوش و پسر کا
 مرہم بھی ان لوگوں کے ہے زخم جگر کا

غم میں مرے بچوں کے یہ سب کرتے ہیں فریاد اللہ سلامت رکھے ان لوگوں کی اولاد
 بستی مرے شیعوں کا رہے خلق میں آباد یہ حشر کے دن آتش دوزخ سے ہوں آزاد
 مرنے ہے کوئی گرتو بکا کرتا ہوں میں بھی
 ان کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہوں میں بھی

فردوس کے میوے مری الفت کے شر ہیں گلشت کو جنت کے چین پیش نظر ہیں
 ان سب کے دل پہ بختیں پاک میں گھس رہیں شیعوں کے لئے حشر میں ہم سینہ سپر ہیں
 اس معرکے میں پیش و نشاد ان کے لئے ہے
 نے خوف جہنم، نہ صراط ان کے لئے ہے

ہے وقت دعا حق سے، نیس اب تو دعا کر جو حاجتیں ان لوگوں کی ہیں ان کو روا کر
 ان تعزیر داروں پہ تو الطاف دعا کر مقروض جو مومن ہیں تو قرض ان کے ادا کر
 محتاج نہ ہوں تیرے سوا اور کسی کے
 اور حشر میں ہوں ساتھ حسین ابن علی کے ختم شد

بے ثباتی دنیا، موت و قبضہ

رباعی

انسان ہی کچھ اس دور میں پامال نہیں
سچ ہے کوئی، سودہ و خوش حال نہیں
اندیشہ آشتیان و خوف صیتاد
مرغان چمن بھی فارغ البال نہیں

رباعی

کیوں زر کی ہوس میں در بہ در پھرتا ہے
جاتا ہے تجھے کہاں، کدھر پھرتا ہے
اشہری پیسہری میں ہوس دنیا کی
تھک جاتے ہیں جب پاؤں تو سر پھرتا ہے

رباعی

دیراں ہے کوئی گھر کہیں آبادی ہے
راحت سے کوئی اور کوئی فساد ہی ہے
اک جشرت و غنم کلبے مرغ دنیا
ما تم ہے کسی جا تو کہیں مشادی ہے

رباعی

جوٹے ہے فنا اے بقا بھلا ہے
جو چیز ہے کم اے سوا بھلا ہے
بے عمر جہاں میں عمر مانند جباب
غافل اس زعمی کو کیا بھلا ہے

رباعی

دل سے دنیا کے دلوے جاتے ہیں
اک آن میں طوبی کے تلے جاتے ہیں
ہے راو بہشت کتنی ہوا راہیتس
بند استخیں کئے لوگ چلے جاتے ہیں

رباعی

گر لاکھ برس جیے تو پچھہ مرنے ہے
پیمانہ عمر ایک دن بھرنا ہے
ہاں تو مشہ آخرت مہیت کر لے
غافل تجھے دنیا سے سفر کرنا ہے

رباعی

جس شخص کو عجبی کی طلب گاری ہے
دُنیا سے ہمیشہ اسے بیزاری ہے
اک چشم میں کس طرح سائیں دونوں
فاضل یہ خواب ہے وہ بیداری ہے

رباعی

دُنیا دریا ہے اور جس طوفاں ہے
مانند حباب ہستیِ انساں ہے
سنگر ہے جودل، تو ہر نفسِ بادِ مُراد
سینہ کشتی ہے۔ ناخدا ایماں ہے

رباعی

دولت کا ہمیں خیال آتا ہی نہیں
یہ نشہِ فقر ہے کہ جتنا ہی نہیں
لبسِ ریز ہیں یہ دولتِ استغنا سے
آنکھوں میں کوئی غمی سما ہی نہیں

رباعی

آد بار کا کھٹکا شتمِ دجاہ میں ہے
جاگو جاگو کہ خوفِ اسی راہ میں ہے
اٹھو اٹھو! یہ خوابِ غفلت کب تک
دیکھو دیکھو! اجل کیسے گاہ میں ہے

رباعی

افسوس جہاں سے دوست کیا کیا نہ گئے
اس بارغ سے کیا کیا گلِ رعنا نہ گئے
تھا کون سا شخص جس نے دیکھی زخاں
وہ کون سے گل کھلے جو مچھان نہ گئے

رباعی

اب خواب سے چونک وقتِ بیداری ہے
لے زادِ سفر کو پہ کی تیار ہے
مَر مَر کے پہنچتے ہیں مسافرواں تک
یہ قبر کی منزل بھی غصہ بھاری ہے

رباعی

چل جلد اگر قصدِ سفر رکھتا ہے
تو کچھ بھی مآں کی خبیر رکھتا ہے
راحتِ دُنیا میں کس نے پائی ہے انیس
جو سُر رکھتا ہے وہ دردِ سر رکھتا ہے

(۱۶)

دُنیا

معلق دنیا، موت اور قبر
ہوتا ہے یہ خطہ دریا

۱

دُنیا بھی محسوس گھر ہے کراہت نہیں جی رہی وہ گل ہے یوں گل بوئے محبت نہیں جی رہی
وہ دوست ہے یہ دوستِ حُرقت نہیں جی رہی وہ شہد ہے یہ شہدِ عداوت نہیں جی رہی

ہفتہ دو آٹھ شامِ غربیاں نہیں گزری

دنیا میں کسی کی کسی یکساں نہیں گزری

۲

اے مومنو! معروف رہو یا بد خدا میں جیسے کا بھر دے نہیں اس دارِ فنا میں
اوقاتِ کرو قُربِ عزائے شہدایں نرگرم رہو نالہ دُشیاؤں و گُبا میں

غافل نہ ہو بل جائے جو وقفہ کوئی دکا

نزدیک ہے دنیا سے سفرِ ملکِ عدم کا

۳

اِس منزلِ ثانی میں زلِ اپت لگاؤ اُلُفّت نہ کرو اُس سے جسے چھوڑ کے جاؤ
یہ عاریتی جا ہے یہاں گھر نہ بناؤ پابندی دنیا سے بس اب ہاتھ اٹھاؤ

چلتے ہوئے ہرگز کوئی کام آئے سکے گا

ہمسرا کچھ اسبابِ جہاں جائے سکے گا

۴

یہاں رشتہ اقامت کا سرِ انجام ہے یہاں اِس منزلِ پُر غُوف میں آرام ہے یہاں
عشقِ نبی کے یوایاں کا ہر گام ہے یہاں مانندِ نجینِ آرزوئے نام ہے یہاں

پینے میں نہ دمِ مشیل چراغِ مہر ہے

کرو عیشِ خینہ بجا ناموری ہے

اُمید نہیں جیسے کیاں صبح سے ناشام ہستی کو یہ سمجھو کہ ہے خورشید پام
یاں کام کرو ایسا کہ آئے جو وہاں کام آپہنچے خدا جانے کب موت کا پیغام
اپنی نہ کوئی ملک، نہ اسلاک سمجھا

۱۔ ہوتا ہے تمہیں خاک یہ سب خاک سمجھا

دنیا میں سدا ایک سار تباہیں حال دوبار ہے انسان کا کبھی اور کبھی اقبال
اندوختہ کرتے چھ لگتا ہے مرد و سال اک جانا بھدیر کے قبضے میں زور و مال
خالی رہیں گے بعد فناات تمہارے

۲۔ کچھ جمع ہو ایسا کہ چلے ساتھ تمہارے

بھائی نہ تو کام آئے گا سوقت نہ فرزند عرصہ نہیں کھل جائے گا جب آنکھ ہوئی بند
وہ کام کرو جس سے خواہوئے رضا مند ہشیار کہ ہوتا ہے تمہیں خاک کا پیوند
پیری کی بھی مدت ہے، جوانی کی بھی مدت ہے

۳۔ آرام مجریشہ دگلا کٹیجے محسد ہے

میں زیر زمین مساجد محنت و علم و تاج جو صاحبِ نوبت تھے نشانِ اُن کے نہیں آج
جو شاہ کے شاہوں سے سدینے ہے ہاج وہ بعدِ فنا پ کفن کے رہے مستاج
درویش و غنی اسکے ہمیشہ رہے شاکی

۴۔ بتاؤ کہ دنیا نے کسی سے بھی دن کیا

کیا سنت گھڑی ہوئی اجل آئیگی جسم کھنچ کھنچ کے ہر اک لگ سے بچنے لگے مادم
کیا دیکھیں گے ایک پک کو موت سے بعدِ علم اتنی بھی زباں بل نہ سکے گی کہ چسکے مسم
سب کینے اک روز تکلیف دہری ہے

۵۔ اس پر بھی یہ غفلت ہے مجب بے خبری ہے

بھائی نہیں اپنے میں نہیں ہے پسراپنا
تے مال، نہ اسباب، نہ زور، نہ زراپنا
بیگانے میں سب ہونے لگا جس دم سفر اپنا
دو گز ہے کھن، تیر کا گوشہ ہے گھر اپنا

کچھ ساتھ بجز یکٹی ویاسنس نہ ہوگا

رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

اسنس زلیست پہ پھو لو نہ اہل کو بھی کر دیا
دنیت میں عسارت دینا کہ جو کوئی شاد
گھر سیکڑوں یاں سیل فنانے کئے برباد
اس قلاب خال کی عجب سست ہے بنیاد

کل آج پر جو لوگ تھے وہ زیر زمین ہیں

ہے خاک گڈا حیرت نہکلیاں میں نہ کیر ہیں

بیس کیش مٹی رنگیں کی نہ رنگیں تھی دھوم
دکھلا رہی ہے رنگ جب بستی سوہم
اک آں میں شمع کی مسح ہو گئے معدوم
یہاں تھکے گل جی جھل کا نہیں معلوم

اس داغ میں جی ہو کر دیکھا تو زوہ ہے

جس گل پہ بہا آج ہے گل اس پر خوں ہے

دینا یہ سدا عبرت دانہ بیٹے کی جا ہے
جالتے ہیں چیلے مرگ کا دوا زہ کٹا ہے
ہاں کیا مقام آغیر پستہ کوچ لگے
رہ جاتے نہ کوئی یہی آواز درا ہے

ہے راہ کڑی، زاد سفر اس نہیں ہے

منزل پہ پہنچنے کی میں آس نہیں ہے

دستور ہے توشہ سفری بیتا ہے بے سدا
جانا تو مقسم ہے پر زحمت کا چیدہ دفتر
جھیاں کے ہوا پاس جتا رہے نہیں کہ آہ
نہواہ سے لگا دنا نہ منزل سے بھاگاہ

یا ایک اس اُمید پر دل پانا قوی ہے

دہر جو ہمارا ہے، حسین ابن ملی ہے

دعوت شد

زبانی

مژک کر کب اُدھر اُدھر دیکھوں میں جیسراں ہے فکر کدھر کدھر دیکھوں میں
دنیا ہو کر غفلتی ہو۔ فلک ہو کر زمیں تو ہی تو ہے جدھر جدھر دیکھوں میں

زبانی

دینداروں نے امن کفر و شر سے پایا کبھے نے شرف ایسے گہر سے پایا
ہاتھوں پہ عسلی کو لے کے اٹھ لے کیا یہ دُڑ بخت خدا کے گھر سے پایا

سلام

مثال بدر جو حاصل ہوا کمال ہے گھٹا گھٹا کے فلک نے کیا ہلال ہے
کمال شوق زیارت ہے اب کی سال ہے کریم۔ ہند کی ظلمت سے اب نکال ہے
برنگ سبز بیگانہ بارغ و بہر میں تھا ترے سواپ کرم نے کیا نہال ہے
کریم! جو تجھے درنا ہو بے طلب و سحرے فقیر ہوں، پر نہیں عادت سوال ہے
یہ آفتیں بھی ہیں دنیا میں یادگار سرگنا برا خیال تھے اور ترا خیال ہے
کسی کے سامنے کیوں جل کے ہاتھ پھیلاؤں برا کریم تو دیتا ہے بے سوال ہے

حسین! کہتے تھے پشتِ فرس سے کرتا ہوں
مدد کا وقت ہے اے کیسی اسبھال ہے

(۴)

ولادت و معراج

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ واقعہ عجیب شانِ شہنشاہِ زمیں ہے اس گلشنِ لہجہ کا پہلا ہی گل ہے
اس شاہ کے آدھان کا کوئین میں گل ہے سب جزو گلِ اجڑا ہی اسی کدو گل ہے

ہر چند کہ ہے وہ خلفِ آدم و حوا

پر حق نے کیا ہے شرفِ آدم و حوا

۲۔ اس شامِ کونین میں بہتر نہیں کوئی بہتر کا تو کیا ذکر ہے ہمسر نہیں کوئی
حق یہ ہے کہ ایسا تو ہمیشہ نہیں کوئی جزا و بہتاد نہیں صفہ نہیں کوئی

آدنی سایہ رہتہ ہے جسے ذکر کیا ہے

بودہ کو شرفِ اس کی غلامی سے ملا ہے

۳۔ خالق نے کیا اس کو ملائک سے بھی افضل آخر کیا مبعوث تو پیدا ہوا اول
واں پہنچا جہاں کوئی بھی پہنچا نہیں منزل پہنچے نہ فرشتے بھی بھلا اور کیا دخل

سب معجزے تھے اس میں رسولانِ سلف کے

پہچاناکس نے نہ سوا شاؤ نجف کے

۴۔ پُر نور سدا رہتی تھی پیشانیِ انور اُس نور سے رہتے در و دیوار منور
جب اپنے کبھی اتھا اٹھاتے تھے پیمبر ضوائِ انگلیوں کی دیکھتے تھے لوگ برابر

اُس نور کا کیا وصف کروں میں کہ وہ کیا تھا

بس نورِ خدا نورِ خدا نورِ خدا تھا

اُنی تھی یہ خوشبو تن محبوبِ خدا سے بے قدر ہے تشبیہ جو دوں عطرِ مناسے
بو باس ہے گلشن میں ایسی زلفِ دماغ سے کھچے جو ہکتے گذرِ شاہِ خدا سے
سب کہتے کہ اس روہ میں خوشبو جو سوا ہے

شاید گزرا حصارِ محنتِ اربہا ہے

لکھا ہے یہ تھا سجزہ خاصِ پیغمبر سر پر سے نہ نکلا کوئی ظر نہ کبھی اڑ کر
بیٹھی نہ مجلس بھی کبھی حضرت کے بدن پر تھے نور میں اعضاءِ مبارک بھی برابر

کوئی عقبِ پشت اگر جاتا تھا چھپ کر

حضرت کو نظر آتا تھا وہ شخص برابر

بیداری و خواب آپ کا ہر حال تھا یکساں سونے سے نہ رہتے تھے معطل کسی عنوان
سنتا تھا ملائک کے سخن وہ شہرِ دیشاں جو سنتے تھے حضرت نہ کوئی سنتا تھا انساں

حضرت کو صدا شکل دکھاتے تھے فرشتے

اور وہ کو نہ ہرگز نظر آتے تھے فرشتے

بے شک تھا عبور آپ کو ہر ایک لغت پر کرتے تھے سخنِ ساری زبانوں میں پیغمبر
ہر انجلی سے پالی بھی رواں ہوتا تھا اکثر ہو جاتے تھے سیراب ہزاروں اُسے پل کر

یہ ہمہ ذہ خالق سے ملا خیرِ بشر کو

اک انجلی سے دو محو کیا قرصِ قمر کو

آیا ہے روایات و خبر میں یہ سراسر پیدا ہوئے جب مُردِ بدینِ شافعِ محشر
خوشبو سے بدن کی ہوئے آفاقِ محشر قبلہ کی طرف سجدۂ خالق میں رکھا سر

ہاتھ آپ نے اونچے کئے صدقِ دل و جاں سے

توحیدِ خدا کا کیا استہوارِ زباں سے

۱۱۱
آنگاہ میں سب آٹھ سے ہے یہ روایت
نستریائی تھیں اس طرح سے وہ مادہ عصمت
میں جبکہ ہوتی حنا ملاست اور رسالت
مطلق نہ ہوتی جو کہ ہے عورت کی عادت

مونس تھا یہ نسرہ زخم مراد و عالم میں

کرتا تھا سدا ذکر خدا میرے شکم میں

۱۱۲
جب وقت و عادت ہوا نزدیک تو اس دم
کچھ عورتیں آئیں مرے گھر میں خوش و خرم
شکلیں تھیں شاہنشاہی کے اور زلف تھی پُر خم
وہ سب تھیں فرستادہ خلاق دو عالم

ماسند مجہر دانت تھے اُن کے ہنولیا

پوشاک ہر اک رنگ کی پہنے بد نولیاں

۱۱۳
تھا دم میں ہر ایک کھا ک کاسہ شربت
تھی کسے میں خوشبو صفت گلشنِ حیات
کی میری طہون پہنے کو شربت کی شادت
میں نے پیا شربت تو یہ دی مجھ کو بشارت

بی بی ترانہ زندہ یہ مقبول خدا ہے

بہشت کوئی اس شرے نہ ہوگا نہ ہوا ہے

۱۱۴
پیدا ہوئے جب بطن سے میرے شہ مریوں
مسکن تھا مرا شعبہ ابو طالب ذیشان
مکے میں تو پیدا ہوا وہ خاصہ سزاوی
ما مغرب و مشرق ہوا اک نور درخشاں

منلو ہوئے یہ چور و طبق ذکر ملک سے

گھر میں مرے اک ابرا تر یا ملک سے

۱۱۵
اُس دہرے گودی میں محض کو اٹھا کر
سب خلق کو دکھلا دیا نور و سئے منور
اُس دم تھا یہی خواصہ حضرت داود
تا دیکھ لیں سب صورت بے مثل ہریر

اُدھم کی طرح چہرہ پُر نور صفا تھا

اور حسن میں تو حضرت یسوع مسیح سے ہوا تھا

خالق نے عنایت کی انہیں نور کی الفت بکشتی انہیں مانند خلیل اُلفت و محنت

کی صورتِ داؤدِ سدا ان پہ الفت بکشتی انہیں یعقوب کے مانند بشارت

بس زبہ نبی زہد سے یکسلی کے ذمہ تھا

اور عیسیٰ و مریم کی طہر سرح ان میں کم تھا

پھر تین جواں ماہ کی صورت نظر آئے وہ طشت اور ابریں تھے ہاتھوں میں اٹھائے

محبوبِ خدا ہاتھوں سے پھران کے نہائے انگشت پر نور بھی وہ ساتھ تھے لائے

نکھنیاں ہمیشہ سے جو اک نور عیاں تھا

وہ مہر نبوت اُس انگوٹھی کا نشان تھا

ہے جد سے پیر کے روایت یہ سواب کہتے ہیں میں سوتا تھا قرآن کعبہ کا شب

ارکان جو تھے کعبہ کے کندہ ہوئے وہ سب سجدہ جو اُنھوں نے کیا حیراں ہوا میں شب

قام ہوئے پھر اپنی جگہ عز و شرف سے

مجھیں سر کی آواز تھی ہر چار طرف سے

میں خوب سے چونکا تو نظر آئی یہ زوداد اک ابر پیدائمنہ کے گھر پہ ہے استاد

آواز یہی دیتا ہے ہاتھ بدل مشاد پیدا ہوا جبریل کے استاد کا استاد

خوش خوش میں چدا اُمنہ کے گھر کی طرف کو

حسرت تھی یہی دیکھ لوں میں اپنے خلف کو

ہاتھ کی ندا آئی میرے کان میں اک بار تو تین دن اُس کو نہ کبھی دیکھے گا زہر مار

از بس کہ میں مشتاقِ لقائے شہِ ابرار آئے ہیں زیارت کو ملائک دہاں ہر بار

کر لیں گے فرشتے جو زیارت شہِ دیں کی

تب آئے گی باری کہیں ہر اصل زمیں کی

جب آئے جہاں میں قدم احمد مختار
تا تیر گئی سحر کی کاہن ہوتے بیکار
اور جسے ہوئے بُت خوف سے لرزنا ہوئے کفار
ہر جگہ تشہد کی صدا آتی تھی ہر بار

یہ معجزہ و امین مساوات ہے مشہور

کسرا کا محفل مگر پڑا یہ بات ہے مشہور

۱۱

ہر دن یہ نمونے شہ لوگ کا تھا حال
اک ہفتہ میں جس طرح نمونے ہیں اطفال
ہر ہفتہ میں یوں بڑھتا تھا وہ شاہ خوش اقبال
اطفال پہ جس طرح گزر جاتا ہے اک سال

تسلیم کسی نے نہ کیا علم و ادب تھا

استاد ازل نے انھیں بتا دیا ب تھا

۱۲

تھا ہے ہوئے سات مہینے کے جو حضرت
تب والد ماجد کی جہاں سے ہوئی رحلت
شش سال ہوئے جب کہ شہنشاہ رسالت
تب دادہ ماجدہ پہونچیں سوئے جنت

جب آٹھ برس کے ہوئے اطفالِ خدا سے

تب جہہ معظم گئے اس دایرۂ فنا سے

۱۳

چالیس برس کا سن حضرت ہوا حدم
مبعوث رسالت ہوا وہ شاہِ معظم
معراج کے احوال سے آگاہ ہے علم
یہ رتبہ کسی اور پیہر کا ہوا کم

اس امر میں دینداروں کو تشکیک نہیں ہے

اس طرح سے پہونچا کوئی نزدیک نہیں ہے

۱۴

اک شخص نے پوچھا یہ شہ عقہہ کشا سے
معراج میں کیا فرق تھا احمد سے خدا سے
گویا ہوئے یوں تب لب اعجاز نما سے
جو فرق تھا وہ کہہ نہیں سکتا میں نہاں سے

اک پردہ بھی پردہ تھا رہا تھا نہ درافرق

کہتا ہے خدا آپ کو تو سین کا تافرق

۲۵۸ پھر جس نے کہا مجھ سے بیٹیاں کیسے یا شاہ
 پر دے کے اُدھر کیا تھا کہ بھڑی تو ہوا گاہ
 ہنس کر یہی فرمائے گئے سیدِ دیباہ
 کچھ تھا عقبہ پر وہ نہ جس قدر ستِ اللہ
 اسرارِ الہی کو بھٹایا کوئی جانے
 اللہ و محمد کے سوا کیا کوئی جانے

۲۵۹ اس طرح بیٹیاں کرتا ہے راوی یہ روایت
 معراج کو جس وقت گئے شاہِ اہمالث
 کی موٹی عمر ان نے محمدؐ کی زینت
 پھر پوچھا کہ کس حال میں ہے آپ کی نعت
 احمد نے یہ فرمایا وہ مصرعِ بظاہر
 کچھ اس میں حیات ہے نہ کچھ اس میں وفات ہے

۲۶۰ موٹی نے یہ تب احمدؒ محنت ارسم پوچھا
 اللہ سے اور آپ سے باتیں ہوئیں کیا کیا
 کیا ایک برس روزوں کا فرمان ہوا تھا
 تم سے تو یہ ہوگا مگر اُمت سے نہ ہوگا
 روزوں میں نمازوں میں بہت طول ہوا ہے
 ان دونوں میں تخفیف جو کچھ ہو تو بجا ہے

۲۶۱ یہ سن کے محمدؐ نے کہا اے مرے راوی
 اُمت پر مری، پناستِ افضل و کرم کر
 دے اتنی نہ تکلیف انھیں خالقِ اکبر
 یہ صوم و صلوٰۃ اُن پر جو ہو قصر ہے بہتر
 حکم آیا کہ خاطر جو تری مجھ کو سوا ہے
 روزے چھ مہینے کے رکھیں قصر کیا ہے

۲۶۲ موٹی نے کہا سن کے یہ فرمانِ خدہا کا
 اُمت سے تباری کسی صورت سے نہ ہوگا
 کی عرض پر پیسہ کرنے کہ اے خالقِ یکتا
 اس میں بھی کمی کا متوقع ہے یہ ہندا
 حکم آیا پڑھیں پانچ نمازیں یہ جہاں میں
 اک ماہ یہ روزے رکھیں ماہِ رمضان میں

موسیٰ نے کہا اس سے بھی کم ہو تو جیسا ہے
 کس درجہ ہو اسے کریم حضرت داود
 آئی یہ ندا آب جو دعائے آب پہ یہ لا
 میں صوم و صلوة اس تری اُمت سے اٹھا

لکھا ہے کہ اک روز تھے فاقہ سے پیسہ
 پستام خدا یوں کہا جیسا ہے
 سن بعد سلام آپ سے شہر کا ہے دور
 قاقول کے سبب سے تعب و کرب ہے تم پر
 گر ہوئے خوشی گھر کو جاہر سے میں بھولا
 یہ کوہ تبار جو میں سب سونے کے کھل

شہر بولے کہ انہما پھر اس بات کا کیا ہے
 جبریل نے کی عرض کہ بعد اس کے فنا ہے
 ہر ایک کو درپیش رو ملک بعتا ہے
 باقی نہیں زہار کوئی غیر خستہ ہے
 افلاک و زمین دشت و جبل کچھ نہ ہے گا
 انہما روچھن کسر و محفل کچھ نہ ہے گا

جبریل کا سن کر یہ سن کر بولے جیسا ہے
 کرنا ہی تم عرض مری سمت سے جا کر
 اک روز تو فاقہ ہو مجھے اے مرے داود
 ۳۲ صبر کی دولت بھی رہے مجھ کو ٹیٹہ
 نے خواہش گو ہر نہ حمتائے طہ ہے
 یارب مجھے فنا میں عجب لطف ہے

یہ وقت دعا کا ہے انہیں اب نہ ہونا
 یار ارق و یا حافظ و یا خالق دعا دل
 عالم میں بہ حشت رہے یہ بانی محفل
 سب مطلب دل ہوں بری دغا معال
 ہر نظر خردوں دولت و اقبال و حشم ہو
 علم ہو تو فقط فاطمہ کے لال کا غم ہو
 ختم شد

رُبَاعِی

دنیا میں مُد سا شہنشاہ نہیں کس راز سے خالق کے وہ آگاہ نہیں
ایک ہے ذکرِ قسربِ صراطِ رسول! خاموش کر یاں سخن کو بھی راہ نہیں

رُبَاعِی

افضل ہے اگر ایک تو اعلیٰ ہے ایک گر خور کر تو مویج و دریا ہے ایک
اں نورِ محمدِ دلیٰ ہیں واحد! ہے اہم تردد و ملامت ہے ایک

سَلام

اُسی کا نور ہر ایک شے میں جود گر دیکھا اُسی کی شانِ نظر آگئی حمدِ سر دیکھا
علیٰ کو حق نے آمارا تو عینِ کعبے میں فعلیٰ جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھس دیکھا
ہر روزِ قیامت بھی آیا جو کون ملنے کو غمِ حسینؑ میں ماہِ کو نورِ سر دیکھا
سحرِ یون شبِ سراج کی تو لوگوں نے جمالِ پاکِ ربِّ سید البشر دیکھا
کہا ہے سب نے ظالموں سے کہیئے ارشاد جو کچھ حضورؐ نے با شاد و بکر دیکھا
گھرِ فشان ہوئے فعلیٰ لبِ رسولِ کریم! کہ سب سے رتہ حیدرِ زادہ تر دیکھا
کہاں تک کہوں نکلا جو اتھ پر دے سے وہ صاف دستِ یوسفِ انور تا سر دیکھا

کبھی کی ایک طرح سے بسر ہوئی دانیس

عروجِ مہر جو دیکھا تو وہ پہر دیکھا

(۵)

وفات

رَسُولِ خُدا

- ۱۔
 فخرِ ملک و اشرفِ نو آدم ہے محمدؐ اکیلے سرِ عرشِ معلّم ہے محمدؐ
 حقِ کہ خداوندِ دو عالم ہے محمدؐ آخر ہے عوالمِ سب سے مقدم ہے محمدؐ
 ایسا کرے محمدؐ نہیں اسرارِ احد کا
 حال اُنس سے ہے پی شیعہ ازل کا یاد کا
- ۲۔
 منتِ مہرِ می، با عشقِ انوک بیٹا ہے والا گھرِ قدیمِ لولک بیٹا ہے
 معیارِ حسدِ پیسِ مہرِ پاک بیٹا ہے شیرانِ مجموعہ ادراک بیٹا ہے
 عالم میں وہ آیا تھا، پہ دل سے خدا تھا
 حق اُنس کا رخا جو، وہ رضا جوئے خدا تھا
- ۳۔
 بے سایہ جو مشہور وہ سلطانِ عرب ہے پیشوا تھا رجحانِ بے آوریِ سب ہے
 ہے کون عدلی اُنس کا کہ وہ سایہ رہا ہے دنیا میں کسی سامنے کا سایہ کہو کب سب ہے
 ہے دوسری یہ وجہ کہ وہ جانِ جہاں تھا
 بے سایہ ہے جاں، جاں کی طرح سایہ نہیں تھا
- ۴۔
 پہلے کیسا جس چمکے کو اللہ نے پیدا ٹھہرا ہے کہ وہ فرجِ جنابِ نبویؐ تھا
 دس سو برس اُنس دن سے وہ نورِ شہِ والا استادِ ہم دروِ پروئے خلائقِ یکتا تھا
 گہرِ حسد و ثنا اگر صفیٰ تھی حق تھی
 اُنس نورِ ہر دم فکرِ خمستو حق تھی

۴ اس نور سے فسرا تا تھا یہ حضرت معبود
ہے خلق سے تو میری مراد اور مرا مقصود!
عزت کی قسم اپنی جو تو ہوتا نہ موجود
تو راستی بنا عالم ایکبار کی نابود!
پسند گئی کرتا نہ زمیں کو نہ ملک کو!

۵ دوزخ کو نہ جنت کو نہ آدم نہ ملک کو!
جو تیسرا ملک ہے ہمیں اس سے بہت
جو تیرا خدا ہے ہمیں اس سے ہے عداوت
دی ہم نے تجھے سارے دسویں سے نفیلت
ہر ملک کا امت سے ہے بہتر تری امت
نائب کسی مرسل کا نہیں تیرے دمی س
بٹی تجھے دی فاطمہ سی غوثیش علی س!

۶ سبطین وہ بنئے تجھے جو ہم کو ایم پیادے
ہم اُن کے رضا جود رہنا جو دین ہمارے
ہیں عسکر شریعت کے وہ تابندہ ستارے
بخش یتیم کے آنت کے تری جرم دھارے
جو مرتے تیرے ایما وہ ادروں کے کہاں ہیں
تو خستہ رسل ہے وہ شینے در جہاں ہیں!

۷ ایک بار یہ سن کر سخن خالق اگر م!
بکدے کے لئے بھک گیا وہ نور جسم
بالا کی بکدے سے سراپا کو جس دم
پیشانی سے تپ نور کے قطرے گرے وہیم!
اس نور کے قطرے سے ہمیں ہونے پسند
دریائے نبوت سے یہ گہر ہونے پسند!

۸ تب کر سنی روح و قلم و عسکر مصلی!
بخسم دہر و ملک و گنبد خضرا
شام از عسکر زلفت و نور جنت و دنیا
اللہ نے سب نور بخش سے کئے پسند!
حق یہ ہے کہ باعث ہے وہ عالم کی بسا کا
کیا رتبہ ہے کیا فیض ہے محبوب خدا کا

شس نور کو رو جیتے کیا حق نے برابر اور پھر کئے ہر جیتے کے رو جیتے مکر
 رو مکر دل سے غلوں جوئے احمد و حیدر پسیدہ جوئے رو جیتوں سے بطلین پیور
 زہر کو پھر اس نور سے تنہا کیا پسیدہ
 یوں پختہ پاک کا نقشہ کیا پسیدہ !!

اللہ سے رتے تو خستہ کو یہ بخشے ! دینا مائے رسولوں سے زیادہ شرف آنکے
 ہر پسند کر سب نور آفات و باغیچے پر ایسے مصائب بھی کسی نے نہیں دیکھے
 کیا کیا نہ دیتے رہے انھیں اللہ بھانے !
 آرام نہ پاؤ گئی محبوب خدا نے !

پہلی قرصیت یہ ہے مشام دوسرا کی تکتے بطن میں اور کئے والد نے تنہا کی !
 جس دم چوہ برما کے ہوئے قدرت خدا کی اور نہ بھی لی راہ گلستان بعتا کی !
 رو صدمے ہوئے درویشی کے چنگ پر
 دارا کے بوا کر نہ باقی رہا ستر پر

بنی آپ کے فسر زند کا تھا پالتا شکل دارا ہر امر میں پڑتے کا مکتل !
 جب آٹھ برس کا ہوا وہ سرورِ حصال دارا کو بھی درپیش ہوئی گور کی منزل
 پھر راحت و آرام کی صحبت کہو کیا تھی
 تنہائی کی آفت تھی، یثی کی طاقت !

من تھا فرشتوں کو نواف نور اکبر محبوب ہوا اگر چہ ہے بے والد و مادر !
 ہر آن حفاظت کے لئے میں تو بھلا سر پر بیجو صلوٰۃ اور سلام اس پر مکر !
 حاجت ہے خستہ کو نہ مادر نہ پدر کی
 ہول ہے تھکے فسر زوں قصہ گہر کی !

۱۲۷۱
خسائی کرے تو قریب مٹی جس شاہ کی منظور
پالیسی برس اس کو ستے رہے منظور
جب حق نے کیا دعوت اسلام پر امور
پس دشمنِ زمان ہو گئے سب کافر و مفرد
راحت دلی بادشہرِ جن و بشر کو !

۱۲۷۲
ہر اک نے کتک و تشدد پر کر کو !
تغ آں کے اُس شاہ نے کاتھے سے ہجرت
تو بھی دلی ہاتھ سے ملعون کے راحت
بشارتِ سہ اِر اُن سے لڑے الو شقاوت
منظور تھا کر دیکھتے گل شیرِ رسالت
بے دینوں نے کتک و تشدد پر کا شاہِ اُم سے

۱۲۷۳
تو زار و زدنِ بٹی سب کسٹم سے
جس وقت ہر اک و فضالت جہاں پاک
اور دور ہوا گمشدہ دین سے غس و خشاک
دو نے کا ہے جا سینے میں ہوتا ہے جگر چاک
بیمار و بچہ میا ہونے سنیر کو لاک
اک بار خستہ زان آگنی استقامت کے چمن میں

۱۲۷۴
طاقتِ دروہی بیٹھنے اُٹھنے کا بدن میں
حیدر کو بھی دیکھ کے پاس اپنے بولے
کیس پلار سے داماد کو چھاتی سے لگاتے
پہلو میں بھی دونوں قرا سوں کو بٹھاتے
کچھ سوچ کے منہ چرتے اور اشک بہاتے
نستاتے تھے دونوں پر نذا جانِ مُستد !

۱۲۷۵
پڑ پڑوہ ابگاہے ایما ۷ ریکسانِ مُستد !
دور کے پیر نے کہا جنت میں تم پر
خسالت لے بلایا ہے آمل کروں گیوں کو
غم بھارے دے صبر تمہیں خالقِ اکبر
چار ہے کیوں کر تمہیں لے جانے پیرا
نستد نہ تک باپ کے نام ؟ نہیں سکت

ایس ماہ میں ہستادہ کوئی جا نہیں سکت

سُسن گریہ سمن شور ہوا روئے کار پا بستر پہ ہوئے راست شہرِ شریعہ دہلی
 نزدیکِ محمدؐ ملک الموت بھی آیا! فسرہاں خدا فطر ملائکہ کو یہ پہنچا
 نزدیکِ ساری ہے رسولؐ عسریٰ کی!
 صفِ ہاندہ کے تقسیم کر دو روحِ نبیؐ کی

وہ آتا ہے جو عاشقِ صادق ہے ہمارا وہ آتا ہے جس کے لئے عالم کو سنورا
 وہ آتا ہے جو طرشدِ مصلیٰ کا چہنار وہ آتا ہے جو سب سے بہت ہے ہمیں پیارا
 ہنگامِ تلف ہے امدادات کا دل ہے
 مستحق سے عاشق کی طاقات کا دل ہے

سُتارِ سموات کو داں پہنچا یہ احکام اور قابضِ ارباب نے یاں اپنی کھسکام
 بہت الشرفِ فاطمہؑ میں پڑ گئی کھرام لاپ اٹھی زمین اہل گئے سب کے دردِ بام
 فریاد گئی عرشِ ملکِ شہرِ خدا کی
 کریمین میں شوقِ محاکرِ محمدؐ نے تھکا کی!

پلائی تھی یوں بہتِ نبی کوٹ کے سینہ میں لٹ گئی ہے ہے ارا دریاں مدینہ
 آرام کا میرے زرد کوئی قرینہ طواں میں پڑا آلِ محمدؐ کا سفینہ
 بیاب میں ہوتی تھی جو رہتے تھے سفر میں
 اب حشر تک آئندہ کے ذابا مرے گھر میں

اب کس کے لئے وحیِ خدا لائے گا جبریلؑ احکامِ رسالت کے پہنچا لے گا جبریلؑ
 کیا شہرِ شبیرؑ کو سبھا لے گا جبریلؑ اب کس کی خبر لے گا کہ یہاں آئے گا جبریلؑ
 اب دوش پہ شفقت سے چڑھائیگا شبیرؑ
 اسی پیار سے چھانے پہ سلائیگا انہیں کون!

۲۵

ہے ہر سے بچے ہوئے اب بکس و مظلوم! نانا کہے کہ کہہ کے پکار تیجے ہ معصوم!
آتش ہوئے دولت و دیار سے محسوم غلین تریقہ اور بھی اب ہو گئے معصوم!
ان دونوں کی مظلومی و تنہائی کا غم ہے

۲۶

نادر بھی تو وہاں ہے فقط اب آدم ہے مجبور مجھے کر گئے یا احمد دستار!
مرنے سے ہوا آپ کے ہوا بکس و دنا چار جس ذات خدا کوں ہے اب میرا مددگار
مستابر را ایدا سہی اور فاقہ کشی کی دانہ کر ٹوٹ گئی آج حسلی کی!
۲۷

میدر یہ بیان کرتے تھے بانار و افغان اور مشیر و بشیر کا تھا حال پریشاں
سرنئے تھے اور چاک تھے کرتوں گریباں تھے نانا کی میت کے قریں خاک پہ غلطان
منہ پر سے عہا کو کبھی سرکاتے تھے دونوں رو کر کبھی چھاتی سے لپٹ جاتے تھے دونوں
۲۸

نانا کے کبھی چہرے سے ہر دوا کو ملاتے استوں کو اسٹاکر کبھی آنکھوں سے لگاتے
خوابیدہ بھوکے کر کبھی بازو کو دلاتے کرتے کبھی مندر د کبھی اشک بہاتے
کہتے تھے کبھی آنکھیں نہیں کھولتے! آذر وہ ہیں ایسے کہ نہیں بدلتے! ۲۹

یاں غسل و کفن میں متوجہ ہوئے میدر اصحاب بنی جمع ہوئے ڈیڑھ می ۴ آکر
تھے سب تو شریک کفن و دفن و سپرد محسوم سعادت رہے پرچند ہوا اختر
پدس بھی دیا آگے نہ زہرا و حسلی کو! بے حسین کیم روح رسول مریدا کو!

کسیا ظلم ہے کہ جن کی پیٹیر نے سفارش
یہ دولت و دنیا نے دلی کی ہوں خواہش
ان سے وہ ستم گار ہوئے برسرِ کاوش
سب بھولے پیٹیر کے کرم اور نوازش

بس دفترِ سلطان رسالت سے بدی کی

کچھ عزت و توقیر نہ کی آلِ بیٹی کی !

۳۱

یہ حق و مراتب تھا کہ تسرآن جسلا !
بے دینوں نے حق معصوبِ ناطق کا مٹا !

کس ظلم سے کس جور سے زہرا کو ستایا !
محروم رہیں باپ کا ورثہ بھی نہ پایا

جس خط پہ ہوں ہر شے میں دلف کی

کی چھین کے پر زے وہ سند باغِ فلک کی

۳۲

بے اذن جہاں حق و فرشتے کی رسائی
اس گھر کی کی عزت کر اے آگِ شان

کئی محل سے مستن کے عہد کی وہ جائے
پہلو پہ گرا در تو بے سند یا چٹائی !

جہے مجھے غم اور دیا باپ کے غم میں

بے جان ہوا مستِ معصومِ ششم میں

۳۳

زیہات نہ اس ظلم سے بھی ہاتھ اٹھایا
کوڑا بستم بازو نے زہرا پہ لگایا !

منظوم نے اک آہ کی ایسی کر فشاں
ارامِ لحد میں بھی غم نے نہ پایا !

رستی تو ادھر ہند حق تھی گردنِ میرانی کی

مرقد میں ادھر روحِ ترقی تھی بنائی کی

۳۴

جراحہ دزدِ ہر آدمی کو بھڑائی اٹھا
جو ظلم و ستم شہر و شہیر پہ گذرا

یہی گئے کبھی ظالم و مظلوم بھی یکساں
اب جائے غم و غمِ شہر ہے ایتس آگے کہے کیا

جب حشر کرے دفترِ جان سوز کھلے گا !

اس ظلم کا بھی حال اسی روز کھلے گا !

ختم شد

رباعی

کعبے کو یدِ اشر نے آباد کیا بت توڑ کے معطفے کا دل شاد کیا
 اشر نے جلالِ ایم اعلائے علی احسان کو اس نام نے برباد کیا
 کعبے میں جسے حق کے آثار ہر گاہ مرحب سے جواں کو جس نے مارا ہوا
 توار سے اک شعلی کی سب جان اشر سمجھ میں اُسی کا سر دود پاڑا ہوا

رباعی

بیزار علی کو سال در در سے پایا طاعت ہی میں ہر شام عمر سے پایا
 اللہ نے دی تیغ، بنوائے دستر رُحبت یہ اُدھر سے یہ اُدھر سے پایا

سلام

ہوا جو عشق ثنائے ابتر اب مجھے خدا نے کر دیا زرد سے سر آفتاب مجھے
 جہرِ زمیں نظر آئے ہیں ابتر اب مجھے ملا ہے قبر کی عظمت میں آفتاب مجھے
 زمینِ ہند میں مٹی مری خراب نہ ہو کرو تحف میں طلب یا ابتر اب مجھے
 کبھی نہ دوں عرقِ روتے شاہ کو نسبت ہزار طرح سے چھیٹے جو دے گلاب مجھے
 چھلکے جامِ رہیں میکہ دے آ باد غمِ مذہب کی دے ساقیا شراب مجھے
 ہمارے غم میں تڑپتی ہوں کہتی تھی حقو نہ چین آتا ہے اسے بلایو زخواب مجھے
 نقابِ رُخ سے اکٹ دیجے یا علی اکبر چمک دکھا کے جلاتا ہو آفتاب مجھے

کئے جو آ کے نکریں نے سوال انیس

بتا دیئے مرے مولائے سب جواب مجھے

(۶)

حضرت علیؑ کی ولادت

علی

روحِ خدا مقامِ جنابِ امیر ہے کُسی بھی تحتِ بامِ جنابِ امیر ہے

مسلوبِ لوح، نامِ جنابِ امیر ہے آیاتِ حقِ کلامِ جنابِ امیر ہے

ایسا کس کو خلقِ میں رتبہ بلا نہیں

ساری خدا کا شان ہے، لیکن خدا نہیں

علی

کیا غم ہے اس کو جس کا علیؑ دستگیر ہے حاسیِ حشر ذاتِ جنابِ امیر ہے

معشوقِ خلق کا شوقِ زبِ قدیر ہے جو بادشاہ ہے اسی در کا فقیر ہے

روحِ تنزلِ پاک کو جو عانتا نہیں

حق تو یہ ہے کہ حق کو بھی پہچانتا نہیں

علی

وہ دُشمنِ ہمارے خلیقِ خدا صدفِ عالم میں یوں بزرگ ہے شاہِ شریف

قرآن میں جو ہے سورۃِ احوالِ کُثرِ تاقِ شتاں کچھ نہیں حق ہے اسی طرف

اس بات کو سمجھتا ہے جو خود عقیل ہے

حیدرِ کِ ذاتِ قدرتِ حق کی دلیل ہے

علی

یوں امتِ رسولؐ پہ ہے حق مرتضیٰ حق جس طرح سے کہتا ہے بیٹوں پہ باپ کا

بیکے نہ مصطفیٰؐ سے علیؑ کو کوئی حُدا روشن ہے یہ دلیل نہیں فسقِ مصفا

اس طرح مصطفیٰؐ و علیؑ کا ظہور ہے

دو آنکھیں جس طرح سے ہیں اور ایک نور ہے

۱۲ ہے آستانِ شاہِ جنتِ سجدہ کا خلق حصنِ حصینِ امن ہے پشت و پناہ خلق
 وہاں کا خباہتِ سرورِ نور نگاہِ خلق ہے اس کی بارگاہِ جبر ہے بادشاہِ خلق
 وہاں کی زمیں سے مرتبِ بہت آسمان کا ہے

۱۳ کہتے ہیں جس کو فرشِ وہ فرشِ اس مکان کا ہے
 تھے حافظِ کلامِ خدا شاہِ زادِ انوار کھتا ہے ہونے لگتے تھے ڈاڑھ کا جب سوار
 دے کر رکاب میں قدمِ پاک کو تسرار تشرآن شروع کرتا تھا وہ شیرِ کردار
 کس کا غیر معصومِ ناطق یہ کام تھا:

۱۴ بہو کیا اور ہر پاؤں تر تشرآن تمام تھا
 عالم میں مرتضیٰ کی ولادت کی دھوم تھی کہتے کے گرد قدسیوں کا اک ہجوم ہے
 غلِ تہنیت کا، شام سے لے تا بزمِ روم ہے کس دہلے سے آمدِ بابرِ علوم ہے
 ارکانِ کعبہ و سمت ہیں، تعلیم کے لئے

۱۵ محرابِ نعم ہے، شاہ کی تسلیم کے لئے
 ہر چند تھے مقربِ حق اور بھی نئی پیدا ہوئے تھے کوئی اس جابجسز خلق
 جیسے کی والدہ کو نہ مطلقِ رضائل بنتِ امجد کو پڑھو انصرمانِ ایزدی
 کب رتبہ تھا یہ اور پیمبر کے واسطے

۱۶ دیوارِ کعبہ شق ہوئی حیدر کے واسطے
 اندر سے دقار، اسے جزوِ اقسام دنیا میں خلق جوئے کا پایا محجب مقام
 رونقِ نسزائے کعبہ ہوا جب کہ وہ امام طاقتوں سے کانپ کانپ کے بت گر پڑے مقام
 ہر پاشاںِ کعبہ جو تھا، دور ہو گیا

کعبہ خدا کے نور سے معمور ہو گیا

آیا خدا کے گھر میں جو وہ غیرتِ قر
مقا شور تہنیت کا ملائک ہیں عرش پر
تھے پڑ تو جال سے تابندہ بامِ دوز
ہر سنگ بن گیا تھا وہیں آیتِ کا گھر
مٹا اس قدر تھی حسین علی کے ظہور کی
روشن تھا طور کعبہ تبتلی سے نور کی

پیدا ہو جس مقام پر شاہ شہزاد
کس طرح اس زمیں کو ملک پر نہ ہو شرف
بُڑے کو سرنگوں تھی ملائک کی صف بہ صف
کیا ڈر تھا جس کا غار کعبہ ہو احد
حق ہے کہ قبلہ وہ جہاں وہ وہاں ہوا
اٹلی جو تھا، تراجم مبارک علی ہوا

گردوں پہ یک بہ یک جو ہوئی دشمنیاں
اور ہوئی دُشمند مینائے ستاراں
گہرا کے تب یہ کہنے لگے ساکن جہاں
کچھ تازہ حادثہ ہوا بالائے آسمان
آئی نداء حسین علی کا ظہور ہے !
آدم سے پہلے خلق ہوا جو وہ نور ہے

پیدا ہوا ہے آج دُعا کا پیشوا
زیبا ہے جس کے جسم پہ تشریف اُٹھا
دستِ خدا، امیرِ عرب، مشاءِ افغان
بابِ فتوح، قوتِ بازوئے مصلح !
جانِ یقین ہے، زہد و ورع میں وحید
گھینٹِ علوم خدا کی کلید ہے !!

ہوئے علی جوئے کے مئی حبل میں نسیم
بھڑے سماتے تھے نہ گلِ جنتِ انیم
کڑکے لب سے آئی صدا، شکر اے کریم
پیدا کیا جہان میں کوئےِ مریم
پوری تیرے کرم سے ہوئی آرزو مری
پہلے سے اب دو چند ہوئی آبرو مری

۱۵ اس روز کے جس کا ہو کس طرح بیان جس روز کی خوشی کرے، خلاقِ دو جہاں
 افلاک سے ملک چلے آتے تھے شاداں غفلتوں سے حریف تکتی تھیں، کہے کہ زبان
 حُبت علیؑ کا چہرہ کو خر کو جوشن تھا
 نسرمان حق سے شعلہ دوزخ فوشن تھا

۱۶ مصروفِ اہتمام تھیں اردابِ انبیاء پلوں سے کر رہے تھے ملک کہے کو رضا
 حق دستہ جہاں لے حاضرِ غلیل تھا صفتِ طبق میں لائے تھے واں بھر کے مانا
 مومن عصالے صفت دُور باطن تھا
 زم زم سے صحنِ کعبہ میں خضر آبِ پاں تھا

۱۷ رُوح القدس کو پہنچا یہ نسرانِ لبردی مژدہ مرے صیبِ کدے جا کے اس مگر دی
 ٹھہر میں ہمارے آج تو تہ ہوا علیؑ ہم ہیں خوشی تجھے بھی مبارک ہو یہ خوشی
 سرِ برخص جو تھا، اسے ہم نے جلی کیا
 بھائی تجھے دیا، ترا بازو قوی کیا

۱۸ بھیجا ہے اس کو تیری حفاظت کے واسطے پیدا کیا ہے اس کو ہدایت کے واسطے
 کالی ہے اس کا زورِ حمایت کے واسطے ہے یہ دلیل تیری رسالت کے واسطے
 بُرہانِ نشانِ دین ہوا عظمِ ذوالفقار ہو
 لادیک ہے کہ دعویٰ خدا آشکار ہو

۱۹ موقوف تھا اسی پہ رسالت کا بندوبست دے گا یہ شیرِ لشکرِ کفار کو شکست
 اب ہوں گے بت پرست ہزاروں خدا پرست ہو جائیں گے جہاں کے زبردست زبردست
 تیرا کوئی نظیر نہ اس کا نظیر ہے
 تو بادشاہِ خلق ہے اور یہ وزیر ہے

۲۱

پیارا بہت ہے یہ ہیں اسے غمِ مرطیں برپا کیا ہے ہم نے جہاں میں یہ رکنِ دین
یہ تاجِ آسمان ہے یہ زمینِ زمیں یہ کعبہ مُراد ہے یہ قبلہ یقیں!
جود و دست اس کا ہے وہ ہمارے صند ہے

۲۲

روحِ الہی میں پُشن کے چلے واں سے تادکام آئے خوشی سے پیش رسولِ دُوالِ احترام
دی تہنیت یہ حق کی طرف سے پس ازلام پیدا ہوا علیؑ دل، مشا وِ خالص دعام
سُسن کر خوشی ہوئی یہ مشہدِ سرفرازِ کر
پس رکھ دیا زمیں پہ جبینِ نسیارِ کر

۲۳

سجدے سے ستر اشک کے کہا، شکر اے کریم کی مجھ شکستہ دل کی کر ٹوٹنے مستقیم
بے یار و بے رفیق تھا، میں بے کسی و قیم بھائی مجھ نہیں دیا، دی دولتِ عظیم
ہیں کارِ سازیاں تری باہر بیان سے
ان نعمتوں کا شکر کروں کس زبان سے

۲۴

خسروما کے یہ کلام، مشہدِ انبیاء آغوشِ کھولے دوڑے سڑے غارِ خدا
پہنچے جو شاد و شاد، تو واں دیکھتے ہیں کیا شیرِ خدا ہے سجدہٴ معبود میں جُکا
نورِ خدا سے کہے میں رونقِ مدِ جہد ہے
بانگِ اذان و صوتِ اقامت بلند ہے

۲۵

آغوش میں اٹھایا نبیؐ نے بعدِ غرضی آنکھیں علیؑ لے کھول کے دیکھا رُخِ نبیؐ
بھروسہ و عدتِ خدا پہ فضاحتِ بیانی کی اور دی رسولؐ حق کی رسالت پہ شادی
حسینِ بیان ہر ایک نبیؐ سے زیاد تھا
کی اس طرح تلاوتِ قرآن کر یاد تھا

۲۵ جب کرچکا رسول خدا سے یہ سب کلام پس پھر مٹی بسمالت طفلی وہ نیک نام
لے آئے اپنے گھر میں دمی کو شامام مشغول پرورش ہوئے شفقت سرور زوہام
آفت یہ حق کہ دوزخ رکنا نگاہ سے

۲۶ گہوارہ تھا قسریب بہت غرما سے
جھوٹے کے پاس ہرگز ہی شفقت سواتے تھے حیدر کے گاہوارے کی ڈوری ہلاتے تھے
منہ چوم کر رہا بن مبارک چھتاتے تھے مہائی پہ اپنی رتوں کو اکثر سلاتے تھے
نسرانے تھے یہ لشکر دیں کا نشان ہے

۲۷ یہ جسم ہے مرا یہ محقق کی حبان ہے
تھا بچنے سے عاشق معبود وہ امام جھوٹے میں تھا نہ خیر عبادت کچھ اور کام
تکبیر ہی زبان پہ حباری تھی صبح و شام سوتے میں بھی نکلتا تھا منہ سے خدا کا نام
گر خوش ہوئے تو ذکر پر لٹ پناہ سے
۲۸ رونا کبھی جو آیا تو خوفِ اللہ سے :

۲۹ اعجازِ مفسر سن میں ہوئے بارہا میں
اژدر کو چیرا مہد میں واقع ہے اک جہاں
ہنام حق تھے نامِ صاحب ہوئے جواں
ہیئتی نص تھے مردوں کو اک دم میں بخشی جاں
کس سے بیاں ہو علم امامِ طلیل کے
استاد فضل حق سے ہوئے جبریل کے

۳۰ سجدہ کریں ملک وہ ملی کی جناب ہے
خویش رسولِ مشافیع یومِ حساب ہے
دستِ ملی خدا کے کرم کا سحاب ہے
سرورِ اہلبیت ہے جنت کا باب ہے
باہر ہے اس سے جو ہے وہ ساکنِ کنشت میں
اس در سے جو گیا وہی پہونچا بہشت میں

کچھ ذکر ایک روز امیر عرب کا تھا سلمان فارسی سے محبت نے یہ کہا
دشمن نہ ہوتا اگر کوئی زوجِ بتوں کا کرتا کہیں نہ خلقِ جہنم کو پھر خدا
دشمن جو ان کے ہیں انھیں روزِ نکاح ہے

۱۲۱
نبردوں شیعانِ علی کا مقام ہے
میرے لئے ہے گرچہ رسالت کا مرتبہ تین اس میں پر فضیلتیں محمدؐ سر بھی ہیں سوا
اک یہ کو حق نے جیسا برادر مجھے دیا میرے لئے نہیں ہے کوئی محمدؐ سادو سرا
یہاں مجھے نہ مالک روزِ حبسِ اعلیٰ

۱۲۲
زوجِ علیؑ کو قاطعاً سی پارِ سامل
بیٹے علیؑ حسینؑ و حسنؑ سیدِ طیل قدموں پہ جن کے آنکھوں کو ملتا ہی جبریل
ان کا تمام خلق میں کوئی نہیں عدل وہ قاسمِ بہشت ہے مختارِ سلیل
اب تو ہی دیکھ رتبہ کو شیرِ الہ کے
ایسے پسر کہاں ہیں رسالتِ پناہ کے

۱۲۳
بندہ ہزار سالِ عبادت اگر کرے اور زرِ بقدرِ کو و اُھدِ راہِ حق میں دے
مگ بھی پیادہ پا جو ہزار اُس نے ہوں کئے اور بے گزشتہ بھی ہو ظلم و جور سے
حُتّٰبِ علیؑ کی مئے جو نہیں دل کے جام میں
جنت کی بُور آئے گی اُس کے مقام میں

۱۲۴
میں اے انیس طول سے بہتر ہے مختار یہ بزم اور آج کا پڑھنا ہے یادگار
کہ ہے جو اس سخن پہ جواہر کریں نثار بہتر ہے موتیوں سے نظمِ آبِ دار
ہے یہ طرزِ خاص کوئی جانتا نہیں
جو جانتا ہے اور کو وہ مانتا نہیں

رُبَاعِی

ہے آج وہ دن کہ انبیاء روتے ہیں ! گردوں پہ ملک اشکوں سے منہ دھوتے ہیں
دنیا سے محو کا دم اٹھتا ہے بن اپنے سے سبطین بنی ہوتے ہیں !

رُبَاعِی

شاہانِ جہاں سب میں گدائے حیدر ہے ابر کرم دستِ سخائے حیدر
لیقوب و خلیل و یوسف و آدم و نوح سب کے شکل میں کام آئے حیدر

سَلَام

دل بسیر ہے گدائے جنابِ امیر کا غالی بھی رہا نہیں کا سہ فقیر کا
کیا پرچھتے ہر نام مرے دستگیر کا دامن نہ چھٹنے پائے جنابِ امیر کا
ماشق ہوں روئے پاکِ جنابِ امیر کا کعبہ کی سرزمین ہے بسترِ فقیر کا
غیر کا در آکھاڑ لے وہ جلّ شانہ ٹکڑا نمک سے کھائے جو نالہ شعر کا
یوں شش جہت میں قائلِ بشیرِ خار ہے ہفتے میں جیسے روز ہے محوسِ پیر کا
حکمِ خدا سے قایم رزاقِ خلق میں سب دستِ دیکھتے ہیں مرے دستگیر کا
جب مر گئے علی تو مدینہ میں شور تھا ! آج اٹھ گیا شفیقِ یتیم و اسیر کا

پوچھے کوئی پتہ تو یہ کہہ دیجیو! نیستی

ہے دادِ کی سلام میں بسترِ فقیر کا

(۷)

حُفْرِ عَلٰی کی شہادت

۱

ظاہر عقل کی ذات سے ہے قدرتِ خدا باز دے مصطفیٰ ہے درِ رحمتِ خدا
 یسوع دیں، امیسرِ غرب، حجتِ خدا شیرِ خدا پر ختم ہوئی طاعتِ خدا
 قیامت دے سا کوئی جس کی جہازیں

۲

سائل کو بخش دی وہ انگلی نمازیں
 ہے وہ کیم عرشِ بزرگس کا طوبیٰ خورشیدِ دیں ہے، ایمن ایساں کا نور ہے
 مرستِ ذہنِ پاک کا اس کی جلو ہے جوئے علی سے دورا وہ رحمتِ سے دور ہے
 ہے راست پر وہی جے جہنم سے راہ ہے

۳

حُبِ علیؑ نہ جو تو جہاد سے گناہ ہے
 تھا فصلِ حق سے ملکہ ہر عجاز وہ امام خورشیدِ ساٹ بار ہوا اُن سے ہم کلام
 جو صبح سے زمین پر گزرتا تھا تابشام کہتی تھی بُڑا بڑے شب کو خبرِ تمام
 اہمابِ صیوی، کنی باری دکھا دینے

۴

تھارے اثرِ زباں میں کہ مڑے پیو دینے
 یوں اُمتِ رسولؐ پر ہے حقِ مرتضیٰ حق جس طرح سے ہوتا ہے جنوں پر باپ کا
 ہے نہ مصطفیٰ کو عقل سے کوئی جہاد روشن ہے یہ دلیل نہیں فرقِ مطلقا

اس طرح مصطفیٰؐ و علیؑ کا نور ہے

دو آنکھیں جس طرح سے ہیں اور ایک ہے

اگ دن رسول حق سے کسی نے یہ عرض کی ارشاد آپ کیجئے کھٹہ رتبہ غسل
نستریا مصطفیٰ نے کر میں اور مراد وحی تھے ایک نور غلظت آدم بھی جب تھی

مانند روح و جسم کے باہم رہا ہوں میں

مجھ سے جلد ہے ذرا اس سے بھر ہدیں

میرا ذہنی ہے بعد مرے مالک جہاں جسم اس کا میرا جسم بجا جاں اس کی ہی جاں
خون اس کا میرا خون ہے لایب مدد گماں ہے کفری علی کا غدا آپ مدح خواں

اس کے سوا یہ رتبہ ہے کس کا جہاں میں

ہے آیہ تمییز حیدر رکشان میں

میں نے نمایوں کا کروں اسکی وصف کیا کرتا تھا ماں کے لبوں میں تعظیم مصطفیٰ
تھا وہ ازل سے شیفہ ذات کبریا ہوتے ہی خلق سجدہ مہجور میں جھکا

ہیبت سے الہا کفر کے بھید گر پڑے

کچھ میں جتنے بت تھے سب اکبار گر پڑے

اور حال یہ عبادت حیدر کا ہے رستم حیدر خدا سوا گرد ماست کوئی دم
پڑھتا تھا جب نسا زد شاہنشاہ امم خوف خدا سے کانپتے تھے سر سے تا قدم

احوال تھا یہ جسم میں اس غوث خصال کا

ہوتا تھا فاطمہ کو گماں انتقال کا

ہر روز روزہ رکھتا تھا وہ شریف و عارف ذکر خدا میں کئی تھی رو کرتا م شب
دنیا میں تھے ہر آن کو زندہ نیک حق طلب نہرا تے تھے آتا تھا وقت نماز جب

میں کیا ہوں بندگی ہے مری کس شمار میں

عاجز ہوں میں عبادت پروردگار میں

فرمانروائے خلق تھیں چند وہام
لیکن نیک سے کھاتے تھے نان بھجوں مدام
بھوکوں کو کھانے دیتے تھے باری تھیں نام
کس لطف سے غریبوں سے جوتے تھے ہم کام

غم یکوں کے حال پر کھانے سے کام تھا

بھوکوں کو آپ جاکے کھلانے سے کام تھا

جب اہل بیت سنا سننے کھلے کھاتے تھے
لذت کے کھانے شیر خرد کو نہ بھالے تھے
اک فتر میں نان ہم زیادہ نہ کھاتے تھے
ہر اکوئی مضر تو یہ رو کر سناتے تھے

اس خوف سے ہے دل مرزیتاب سینے میں

میں کھاؤں اور سو کر لی بھوکا سینے میں

پوشاک تھی نہ اور بکشتہ کہنہ پیریں
سو نہ بھی اس نے تھا کہ ہو گا وہی کفن
ڈھانپا بھی نہ تھا تم کو سنا ہے ہلا
یا اسکا پر مرگ تھا یا خوفِ ڈوا مسکن

جب خاؤں عدا میں عبادت کو جلاتے تھے

مانند بیدِ حضور بدنِ شمر تھرتے تھے

اے مومنو! شجاعتِ جید کا تمہارے حال
قابلِ تحا صبر و شکر میں وہ شاہِ پاکِ مال
دنیا سے جب کراٹھ گئے محبوبِ ذوالجلال
آزارِ مرتضیٰ کو لگے دینے ہر شخصِ مال

کیا کیا دشیرِ حق پر مصیبت گزر گئی

اعدائے ظلم و جور سے زہرا بھی مر گئی

اس پر بھی ظالموں نے نہ کچھ اہم ہے ات
گوری بر میتِ ام کی انیسویں جو رات
مسجد میں مرتضیٰ گئے گھر سے بچے صفا
قلبا کی لکات میں تھا اک زہرا کی وفات

پایا جو محو، بندگی بے نیاز میں

نوارِ روزہ دار کو ماری نماز میں

۱۵۔ آپ بیٹنے کی جسا ہے عدا سنا مار لے
 اتا کی گوشیں دہل سے معیبت سنا ذرا
 ایسا کریم، ایسا سہمی، ایسا پیشوا،
 بے جرم حق کے جسد سے میں مجروح ہو گیا
 فرصت نہ دی نماز کی اس روزہ دار کو
 نہلا دیا لبو میں شہر ذوالفقار کو

۱۶۔ مسجد سے میں شیر حق کا دو پارہ ہوا بئر
 اک بار کا پھننے لگے مسجد کے ہام و در
 اُٹلا لبو کہ جو حق مصداق خوں سے تر
 یک زلزلہ سا بس ہوا نازل زمین پر
 گردوں پہ جیٹر تیل پکارا غضب ہوا
 جسد سے میں حق کے قتل امیر عرب ہوا

۱۷۔ پہنیں جو گوشیں حضرت زینبؓ میں یہ صدا
 رو کر جناب شہر و مشہور سے کہتا
 جاذ خدا کے واسطے مسجد میں تم ذرا
 بھتا ہے کوئی قتل ہوا شا و لافتا
 کس نے کیا شہید امام حجاز کو
 بابا ابھی تو گھر سے گئے تھے نماز کو

۱۸۔ یہ سن کے دوڑے جانب مسجد جن حسینؑ
 دیکھا کہ رو رہے ہیں نمازی ہر شور و شین
 اور خوں میں اپنے لوٹے ہیں شہر قین
 سر اپنا پیٹنے لگے رخصت کے نور قین
 دم سے کیلے دونوں کے سینوں میں پیٹنے
 چلنے کے لئے بابا کہتا اور اپٹ گئے

۱۹۔ مگر زخمی سر کو دیکھ کے کہتے تھی یوں
 ٹوٹی ہیں اب ہمارے کمر دئے بابا جہاں
 نا ہمارے سر پہ نہ جیتے ہیں اور نہ ماں
 جاویں گے جس طرف نہ ملے گی ہمیں اماں
 بیٹوں کو قیدِ غم سے چھڑاؤ تو خوب ہے
 ساتھ اپنے ہم کو لیتے ہی جاذ تو خوب ہے

تیرا دہے کہ خستہ نہ رہا ہوتا ہوا زخمی کیسا دھن محنت کو بے گناہ
 یہ کہہ کے لائے روتے ہوئے تیرا خواجہ حضرت کی آنکھیں بند تھیں کرتے تھے آہ آہ
 خوں سے جہاں سُرُخِ بزمِ بخت میں دھن

۲۱۔ مانتہ مقررانِ رُخ پر نورِ زرد تھا

روئے مٹلی حسن کو مجھے سے لگا لگا اور ہاتھ ان کے ہاتھ میں ٹوپیوں کا دیا
 جتا بن نامدار کے حق میں نہ کچھ کہا چپکے کمرے تھے مانتے اور رنگِ زرد تھا
 پاسِ ادب سے باپ سے کچھ کہنے لگتے تھے

۲۲۔ ہاں ان کو دیکھتی تھی وہ مناں کا لگتے تھے

جسٹ اس کو بٹلا کے گلے سے لگا لیا ہاتھ اُس کا دے کے ہاتھ میں شیشیہ کے کہا
 اے لال یہ غلام تبارا ہے بادشاہ میری طرح سے پیار اُسے کیسیو سدا
 آفت کا دن جو تجھ کو مقدر دکھائیگا

۲۳۔ اُس روز یہ غلام بہت کام آئیگا

جسٹ اس سے کہا کہ میں نے میرے نوہال تو بے علی کا لال وہ ہے مضطرب کا لال
 رکھیو ہمیشہ خاطرِ شیشیہ کا خیال اس کا ملاں محنتِ مرسل کا ہے ملاں
 پیشِ خدا بزرگ سے زبردِ حسین کا

۲۴۔ بھوکھی کالہ ہوتا ہے اس نغمہ میں کا

پس من کے ساری بیبیاں روتی تھیں لڑنے اور لڑتے تھے خاک پہ زہرِ اک کے غلغلا
 دو دن تک مٹلی رہے بستر پہ قرار فرزندوں کو مجھ سے لگاتے تھے بار بار
 آنسو کبھی روتاں تھے کبھی لبِ پناہ تھی

اکیسویں شب آنی کو حالتِ تباہ تھی

۲۵۱ فریج ملک میں شور قیامت ہوا عیاں تھمڑا گئی زمین، لگا جلنے آسمان

بنات پھٹنے لگے بازار و فغاں مابین آسمان و زمین تھا ہی بیابان

ذرا حسرتا کہ تختِ اِمامت اُٹ گیا

بیس آج زور آئی محنت کا گھٹ گیا

۲۵۲

بیشوں نے بہرِ غسل اُتارا جو پیر ہن پیوند اس کے دیکھ کے رونے لگے حسن

رو کر کہا حسینؑ نے بھائی سے پیشِ سخن مدد سے تھا گئے میں بھی جسا منہ کہیں

جو کہتا تھا کہ رخصت ہوں چاک چاک سے

کہتے تھے مشبِ خاک کی پوٹناک خاک سے

۲۵۳

میمنہ نما کو غسل جو دینے لگے پندر پھر تھا آپ جیسیم بے سار کا ادھر ادھر

آیا تھا خلد سے کفنِ شاہِ بکسر ویر زہرا کے لال کہتے تھے ستر ہیٹ پیٹ کر

بابا رسولِ پاک سے جلنے کو جاتے ہیں

ہم غلعتِ اخیسہ پر کو پہناتے ہیں

۲۵۴

اس وقت یہ حسنؑ سے کسی شخص نے کہا نیلے نشانِ دوش پر کیسے میں جسا بچہ

یہ سن کے اہلِ بیت میں بولنے کو غل ہوا بولے حسنؑ کرات کو لے جاتے تھے ندا

اک دوش پر اناج لقیروں کی واسطے

اک دوش پر طعنا مہیوں کی واسطے

۲۵۵

تا بوقت میں جو رکھ چکے شہرِ زنا و جند دل سوزِ غم سے جانے لگا صورتِ سپند

ڈال دیے سبز جو تابوت کے بند آگے سے تہ جنازہ ہوا خود بخود بلند

غل تھا جفا ذہ شہرِ مرداں رواں ہوا

دیکھو ہوا پر تختِ سیلِ ماں رواں ہوا

بیٹے جو گھر سے بے چلے تابوت شاد کا ازواج میں علی کی قیامت ہوئی پسا
 نکل پڑ گیا کہ اسے علی (اے مرتضیٰ) اُمّ البتین نکل پڑیں گھر سے برہنہ پا
 چلائی تھیں مجھے نہیں موت دکھائی
 شیراز قبر میں سونے کو جاتے ہیں

دیکھیے اس جنازے کے کفن کا تہیہ حال غم تھا کہ میں اور کھلے تھے سفید بال
 کہتی تھی پیٹ کر سر و زانو بقصد نکال بچے تباہ ہو گئے یا شاہِ ذوالجلال
 پیٹے گا کوئی خاک کوئی سر ڈالے گی
 کس کس کو تم بغیرے نوڑی بٹھالے گی

فقیہ سے تب حسین نے دکر کیا کلام چادر سے سر کو ڈھانپا ہے مہر کا مقام
 در بند کر کے بازوئے اُمّ البتین کو تمام گھر سے کس نکل پڑیں بیبیاں تمام
 ہمدے سے ہانکے دل کتنی پست بولے
 زینب کس جنازے سے اگر پست نہ جائے

بس آگے لے آئیں نہیں طاقتِ رستم ہے اشک ریز صفحہ قرطاسِ پوسل
 طاری ہے شیعیاں علی پر هجومِ عنم کر تو عاید حق سے کہ جب تک ہے دم میں دم
 جاری زبان پر نہ کوئی اور جھٹ ہو
 مذاحتی عقل میں مری عمر صرف ہو

ختم شد

رباعی

رُتبہ جسے دیتا ہے خدا دیتا ہے وہ دل میں فسردہ تنی کو جا دیتا ہے
 کرتے ہیں تمہی مغزشتا آپ اپنی جو فسوف کہ خالی ہے خدا دیتا ہے

رباعی

پیدا ہوئے دنیا میں اسی غم کے لئے رونامی جلا ہے چشم پر غم کے لئے
ہم کو دو دولتیوں خدا نے دی ہیں آنکھیں رونے کو ہاتھ ماتم کے لئے

رباعی

غفلت میں نہ غم کو پس کر انجم پہ اک ذرا نظر کر
اس طولِ وصل سے فائدہ کیا کل کو چاہے قصہ مختصر کر

سلام

ہو گئی بے نور جب شمع مزارِ فاطمہ از گیا سیما بے سامبر و قرارِ فاطمہ
بن گئے اس دن سیماں بادشاہِ اس جن نعل و در حق لے کئے جس دن نشاِ فاطمہ
سرگزشتِ کربلا کیا پوچھتے ہر دوستو گر پڑا گھوڑے سے جس دم شہسوارِ فاطمہ
پر خطرِ صحرایں اس دم بھولتے مجھ کو نہیں اتنے ہائے نالہ سبھی اتنے تارِ فاطمہ
رفق کر کے لاشۂِ اصفہر کو بولے شاہِ دیں یہ امانت کی سپرد ہم نے تمہارے فاطمہ

تا یہ چہل قدمیوں میں اس کا تین نازک ہے
خواجہ ہر دم سدا جس کی کشتارِ فاطمہ

(۸)

جنابِ فاطمہ

۱

مہر سپہرِ عز و شرافت ہے فاطمہ شرح کتابِ عصمت و عفت ہے فاطمہ
مقتلِ بابِ گلشنِ جنت ہے فاطمہ نورِ خدا و آیتِ رحمت ہے فاطمہ

رُجے میں دو زبانِ دو عالم کا فخر ہے

حق کا، حقار ہے، مریم کا فخر ہے

۲

اللہ سے فاطمہ کی بزرگی، نہ ہے شرف بابائے تو فخرِ رسولانِ ماسلف
شوہرِ بڑا امیرِ قسب اور شہرِ نجف اللہ نے حسین و حسن سے دئے خلف

دونوں امامِ خلق کے حاجت روا ہوتے

عقلِ کشاکش کے بیٹے بھی مشکل کشا ہوتے

۳

اے زباںِ لوحِ اس کا ہے یہ مقام کوڑے نہ کہ دھولے کو لے فاطمہ کا نام
اے دلِ بختِ زور و دہز کہے کج بے کلام اے کلک اپنے سسر کو جھکا دے ہاتھِ نام

کا فخر پہلے سورا مریم کو دم کر دوں

تب فاطمہ کی عصمت و عفت رقم کر لوں

۴

وہ فاطمہ کہ جو ہے سراپاِ خدا کا نور پر تو ہے جس کے چہرہ اقدس کا فیضِ نور
گرجہ اس کو کہتے تو ہے عقل کا قصور اس کے قدم کی خاک ہے سسرِ مرتزائے حور

کیں کو جلا یہ تہِ زعفرانِ جہان میں

بھی خدا نے آیتِ ظہیرِ شان میں

انکسہ زباں سے اپنی یہ لڑائی تھے نئی
ہے ناطق کو حق نے بزرگی عطا وہ ہو
پسند اگر جہاں میں نہ ہوتا مرا دمی
دنیب میں پھر بتول کا ہنس نہ تھا کوئی
جو بکے حور عقل کا اس کے قصور ہے

عش
میں سایہ خدا ہوں وہ خالق کا نور ہے

شمس اعلیٰ علیٰ میں تو ہمارا زبلی ہے یہ
وہ جسم ہے تو جان دولی مصطفیٰ ہے یہ
بکسر سحر عقل، تہسیر بے ہوا ہے یہ
جہر خدا ہے وہ تو کسیر خدا ہے یہ
زاد ہی حق پرست ہیں خوشی میں یک میں

عش
دونوں خدا کے لعل سے تہجیں ایک میں

حق اگر فاطمہ کے نفعاًل ہی ہے شہار
دوزخ پہ اور غلہ پہ اس کا ہے اختیار
نکھڑا ہے ہوگا عرصہ عشرہ آشکار
اُس روز ہوگی نور کے تاتے پہ وہ سوار
تا بندہ ہوئے لعل دربر جہنم میں

عش
حوریں جنویں ہوں گی ملک استہا میں

ہوئے گا حکیم حق سے شفاعت کا سرچ تاج
قیامت نہ جس کی ہو سکے کو زمین کا خستہ راج
مروے گی اس سے سب کو شفاعت کی قیاد
غل ہوگا دیکھو مرتبہ فاطمہ کو آج
کس دبدبے سے بڑی پیہر کی آتی ہے

عش
نر کو ساری مشائخ عقل کی آتی ہے

آئیں گی اس ملک سے عشرہ میں جب بتول
اور جانیں گی بہشت میں وہ دبیر رسول
دیکھیں گے شہیدان علی کو جو دل ملول
ہوئے گا حکیم حق کو دھما ہے ہری قبول
کیا دیکھتی ہے فاطمہ کی انکسار ہے

بشمش میں ان بھول کی تھے اختیار ہے

اب نہ ہو دفعہ فاطمہ کا کچھ سناؤں حال فالتے پہ فاذ کر لی تھی اکشر وہ پُر ملال
لاتے جو مُزدِ آب کشی مشیر ذوالجلال تب جو منگائے بیستی تھی وہ لگو خصال
دولت سے کہ غرض تھی نہ حشمت سے کا تھا

۱۱۱
اٹھوں پہر خدا کی عبادت سے کا تھا

جسٹراک پر دلے کہنہ نہ تھی دوسری ہوا اس میں بھی ایف خسہ ما کے پیو نہ ہوا
پشتر سے تھا کبھی نہ تھی پاک آشنا قرش زمین تھا خواب گہرہ بستہ
دنیا میں جیتے جی کبھی راحت نہیں لی

۱۱۲
فاقوں میں گر لی بھی تھان جو میں مل

محتاج تھی، مگر تھا سخاوت کا بھی حال فالتے میں وہ پہ آن کے جس نے کیا سوال
دے آئی کبہ نہ کبہ لے ہا کر وہ خوش حال دنیا کے مال کو نہ سمجھتی تھی کبہ نہ مال
سینے میں دل علائقِ دنیا سے پاک تھا

۱۱۳
کوہِ طسا بھی سامنے زہرا کے خاک تھا

جس پر یہ کھسکاںِ فحایت جو پہ گرم اُس پر تھیل مری کیا کیا ہو لے ستم
تیسرا سے کوہِ کرگئے جب سردِ اُتم اُس فاذ کش پہ لوٹ بڑا کوہِ درد و غم
محبوب کبہ را سیدِ رگہ سے اٹھ گیا

۱۱۴
سایہ محتاج جس کا سر پہ دی مرتا لگ گیا

اس صدمے پر بھی دپے ایذا تھی اہلِ کیں باغِ ذکِ ربوا جو ٹھکانا نہ تھا کبیں
مسجد میں غماستہ گئی لے کے وہ حزیں اس کو دیا جواب کہ تیرا یہ حق نہیں

بہر چل مکانِ زوہر مشیر الہ کا !

پڑنے سے کیا نوشتہ رسالتِ پناہ کا !

منا منہ بید غیظ سے تھمے آئی فاطمہ
 روتی تھی کی جیسے پہ پھر آئی فاطمہ
 چھاتی پہ ہات مار کے چلاتی فاطمہ
 سنا یاد کرنے آئی ہے دکھ پائی فاطمہ
 یا شہداء ضبطِ ہلک بری آج ہو گئی
 بیٹی جہاں ساری قوت کو محتاج ہو گئی

اتنے میں آئے روتے بڑے شاہِ لانا
 چادر اڑھائی فاطمہ کو اور یوں کہا
 بس بس خدا کے واسطے کرتی ہر کیوں بکا
 گھر میں چسو کہ روتے ہیں سب بھئی بھئی
 لازم ہے تم کو جسم کر رحمتِ کلاب ہو
 ایسا ہو کہ خلق پہ نازل عذاب ہو

یہ کہہ کے لائے گھر میں جنابِ بتوں کو
 غش آیا فروغِ ضعف سے بہتِ رسول کو
 اس پر بھی دشمنی تھی یہ قومِ جہنوں کو
 رہنے دیا نہ چین سے اس بول بولوں کو
 پاسی ادبِ رسول کے گھر کا اٹھا دیا
 دروازہ آگ سے اُس کا جلادیا

دُور سے لگی وہ کہستی تھی آنسو بہا بہتا
 کیوں گھر میں اجلاتے جڑ میں لے ہے کیا کیا
 ایک شخص نے سستم یہ کیا نامِ مصیبت
 دروازہ لات مار کے اس پر گرا دیا
 پہلو پہ آئی ضرب جو بہتِ رسول کے
 محسن ہوا شہیدِ شکم میں بتوں کے

مَدِ حیفِ رحم آیا کسی کو نہ زہرِ ہار
 بازو بھی تازیا نے سے اس کا کیا لگا
 رستی گئے میں ڈال کے مٹس لگا لگا
 کبھی خدا کے دوستِ شمشیرِ ابدار
 قتل تھا کہ کل تو احمدِ مختار مر گئے
 اور آج فاطمہ پہ یہ صدمے گند گئے

خس روز سے بتوں کی حالت ہوئی تباہ
 روتی تھیں اپنے حجرے میں ہر سوساں باشت و آہ
 حسرت سے منہ پہنچوں کے کرتیں کھینچا
 کہتیں کبھی مثل سے کہ آئے قیاسمِ الہ
 کوئی ہے موت طلع سخنِ اشتیاق کے
 ایام وصل گرے دن آئے غزال کے

۲۱
 رخصت ہے تم سے اور حیاتِ بھاری
 بچوں سے میرے دروختِ سردار یا حاصل؟
 میرے حسّ حشیں کو ایداز دے کوئی
 مجھ سے جہاں دات کو سوتے نہیں کبھی
 مریجاؤں جب تو چھائی سپان کو سلائیو
 دونوں کو پیرا کجور گے سے لگائیو

۲۲
 یہ سس کے آبدہ ہوتے ٹاہ مشرکین
 دتے میں آئے مفسد و حیراں حلی حسین
 مادر کے منہ کو دیکھ کئے بطورِ حشیں
 کچھ گئے مٹی سے یہ امدد کے نورِ حشیں
 جہاں کوئی گھڑی کی محو کی پیاری ہے
 ہنسنا و تم انہیں کہ مجھ دم غلامی ہے

۲۳
 مسجد میں مرا لٹے گئے روتے بے نماز
 یاں ناطقہ نعتی سے کہا اپنے دل کا راز
 اسے خفاقی زمین و زماں پتے نیاز
 میں ہوئی تری کینز کو مٹا لم کا راستہ ز
 مقبول یہ دُعا مری ہر آن کیجیو !
 مشکل فشارِ بکسر کی آسان کیجیو !

۲۴
 یہ بکسر کے چپ ہوئی جو وہ خود مزاں
 زینبہ بولی فکر سے با چشمِ خوں نشان
 کبہ کہتے کہتے ہو گئیں خاموش ناں جاں
 آئی صدائے احمدِ محنت ارا ناں جاں
 چھوڑا جہانِ خالی کو بہت رسول نے
 صف ماتمی بچھا تو افضا کی بتوں نے

۲۱۔ زینبؓ نے مسکن کے نانا کی آواز دہرائی کہ
 منہ پیٹا، چھاتی کوئی، کیا پرہیز کو چاک
 شہزادی میری اتنے جہاں سے گزر گئی
 فقیر نہ فاطمہؓ کی بلائے کے مر گئی

۲۲۔ اتنے میں آئے فاطمہؓ زہراؓ کے نونہال
 منہ دیکھ ایک ایک کا بولے بعد سلاں
 آنکھوں میں اشک گرد بھوئے گیسول کے ہاں
 کیا غش پھر گیا ابھی اناں کا یک سے حسال
 زینبؓ پکاری کہ ہوا ننگے سر کر دو
 بابا کو ماں کے مرنے کی جا کر خبر کر دو

۲۳۔ یہ سنتے ہی وہ رونے لگے واڑھیں مار کر
 وحشت تانہا کتنی ہاری چکار کر کر
 پھینکیں زمیں پہ ٹوپیاں اپنی اُٹار کر
 پیرا ہنوں کو جیب کو پھرتا رہتا کر
 مسجد میں جا کے کہنے لگے بابا جان
 گھر میں چلو کر انگوٹھیں لائیں چان سے

۲۴۔ بیٹوں سے مرگ فاطمہؓ کی سنتے ہی خبر
 چلائے شیعیان مثل پیٹ پیٹ کر
 غش ہو گئے عسلی ولی شاہ و مجسور
 نماز ہوا پھر آج عظیم سید البشر
 مارا تھپے گناہ جسے تازانے سے
 وہ فاتحہ کہنے ولی بدھاری ڈھانے سے

۲۵۔ اک دم کے بعد ہوش میں آئے جو مہنگا
 روتے ہیں واڑھیں مار کے اصحاب ہاوا
 دیکھ لپکاڑیں کھاتے ہیں بے یقین مہنگا
 لال ہے کہ دے دھتیر سردارِ انبیا
 پھیلائے ہاتھ دیکھ کے اس شور مچاں کو
 روئے گلے لگا کے حسن و حسین کو

۳۱

بیٹوں کو ساتھ پیسے چلا وہ فلک جناب اُسے حرم میں ساتھ جو بادیرہ پڑا سب
زہرا کو مردہ دیکھ کے دل ہو گیا کباب منہ سے بردا اٹھا کے یہ رور دیکھا خطاب
بی بی عیسیٰ کو چھوڑ کے قار خرب میں

۳۲

آخر گئیں رسول خدا کی جناب میں چھوٹے سے بن میں ہو گئے بیکیں میرے پیر
اب کون لے گا شہر دستگیر کی خبر افسوس ہے کہ ہو گیا بدیر اس عیسیٰ کا گھر
یہا کہہ کے دیوے اپنے تلی انہیں پر جیتے ہیں کب جو دھر کے تھکے اٹھتے ہیں

۳۳

ابھی تھا سہ پاس کوئی دن میں نکلیں برپا تھا حشر خانہ زحشر کے دریاں
سُن کر خدا کے شیر سے بُرد ویریناں تھا حال دبستان عیسیٰ یہ کہ آساں
منہ بانی تھیں بیبیاں بانالہ و فغان مُردے سے اس کے دونوں پیر پہنے بناتے تھے

۳۴

حیث رہنا تھا انہیں چھائی لگاتے تھے میت کو دے دیے غسل و کفن شاد و خوش مقامات
ما تم میں گزاری بنیت نبی کے جواہرِ حیات گھر سے جنازہ لے پئے بیٹوں کو یکے مات
میت کو دے دیے غسل و کفن شاد و خوش مقامات کیا ہے کہ بیٹوں سے بھی منہ موٹے جال ہو

۳۵

ابھی! اکیلے گھر میں ہیں چھوٹے عیسیٰ ہو بس آگے دفن فاطمہ کا کیا ساؤں حال
میت کو دے دیے غسل و کفن شاد و خوش مقامات کاغذ ہے سینہ ریش کلم کی زباں ہے لال
گھر سے جنازہ لے پئے بیٹوں کو یکے مات بس اسے انیس حیدرِ صفدر سے کرسواں
ذہین سلیم اپنے کرم سے عطا کرو

ختم شد

یا مرتضیٰ عیسیٰ مری حاجت روا کن

سلام

عجب وقت ہے درعجب انجمن ہے
 سلامی یہ آل نبیؐ پر مبنی ہے
 نہیں انجلیاں پانچ مصرعے ہیں گویا
 کھلا یہ دورنگی سے برگِ جنا کی
 غریباں مرا بیوڑا سے مرصع دنیا
 کہاں نے جانتے ہو اصغر کہاں تم
 مکاں دیکھے معراج میں دوبئی نے
 محل اک زمرہ کا ہے رشکِ طوبی
 کہا سرخ اور سبز کیوں ہیں یہ دونوں
 کب حاصلِ وحی نے ستر جھکا کر
 کروں مختصر عرض ہے طول اس میں
 نگہ میں رشتن جب بندھی ہوئے عابد
 اسیروں کو دکھلا کے خولی پکارا
 نظر آیا مقتل تو عتابِ پکارے
 نہیں جسم پر ایک چپا در کا سایا
 ندامت لاشے سے بیٹا ز رو کو
 یہ یزید کی چوبی ہیں تابوت اپنا
 نہیں رنج کچھ اپنی عسیراں تنی کا
 انیس اس قدر شور بنستی کا شکوہ

سلامی یہ محفل علیؑ کا چمن ہے
 کہ ہارہ تو بار و ہیں اور اک رشتن ہے
 مرے ہاتھ میں لمحہ پنج تن ہے
 یہ رنگ حسینؑ اور وہ رنگِ من ہے
 مرے ہاتھ میں دامنِ پنجتن ہے
 اشار کیا قصہ نہرِ لیل ہے
 کہ ہر ایک جنت میں پرتو منگن ہے
 تو وہ دوسرا رشکِ لعلِ یمن ہے
 دل اس وقت کچھ خود بخود لعلِ من ہے
 یوں ہی مرضِ حضرت ذوالنہن ہے
 یہ قصہ حسینؑ اور وہ قصہ حُسن ہے
 کہ ہم میں بھی مشکل کُشا کا چلن ہے
 یہ کنبہ علیؑ کا اسیر من ہے
 یہ نقشِ اسامِ غریبِ الوطن ہے
 نئی گردشِ اے آسمان کہن ہے
 روح حق میں راحت ہے رنجِ دمن ہے
 یہ دامنِ صحرایہ ہمارا کفن ہے
 یہ منم ہے کہ زینبؑ میرمن ہے
 یہ دولت ہے تھوڑی کر شیریں سخن ہے

(۹)

حضرت امام حسن علیہ السلام

۱۔

سجدے میں قتل جب شہر خیر بن ہوئے زینتِ دو سر و ہدایتِ حسن ہوئے
سیطرہ رسول جب کا امامِ زمین ہوئے منونِ فیضِ عام سے سب مرد و زن ہوئے

چرچا تھا وہیوں کا زمیں سے فلک تک

فلکی حسن کا شور تھا عرشِ بریں تک

۲۔

حکماءِ مشکلاتِ امیر و غریب تھے اور شاہِ لافتا کے معظم و وزیر تھے
وفاقی مقامِ مسدودِ گردن سر رہتے یہاں گو ہر نسب میں عدیمِ انظر تھے

انا، رسول، ہا دشہ مشرقین سا

بارو اگر خدا نے دیا تو حسین سا

۳۔

لکھتا ہے یوں کہ میں ہوں خوش کلام اک دن سوار جلتے تھے شاہِ ذوالاحرام
خدا ام تھے ساری میں سرگرمِ اہتمام بھٹکتے تھے صفتِ صف پہ تسلیمِ خامِ عام

تھی روکشی زیادہ تجلیِ خود سے

ستے بھرے تھے نورِ الہی کے نور سے

۴۔

ناگاہ آیا سامنے اک مردِ خیرہ سر اور جانیہامِ درشتی سے کی نظر
منہ سے کلامِ حق کہ اس نے بیشتر ترکِ ادب ہے لافل اسے کیس زبان پر

بھانڈا رقیہ شیر علی مقام کو

وہ نام دی امام علیہ السلام کو

جب کچکا وہ ہے ادبانیہ سب کلام حضرت نے اُس کا دیکھ کے منہ روک لیا
اور مُسکراتے آپ نے کی سبقتِ سلام فرمایا کیوں ہے غیظ میں اسے مرو نیکنام

شاید اسیرِ دامِ بلا زُمن ہے تو

مجھ کو گمساں ہے کہ غریبِ الوطن ہے تو

مجھ سے سوال کر کہ میں حاجت رکھوں اور دُرُ مغلی ہو تو احساس کی دو اکروں
گر تو مریض ہے تو شفا کا دُعا کروں مقدوس گرتو ہوئے تو اس کو داد کروں

تب ہے گرتو آنکھوں میں غم گسار ہو

پسندوں ہو گرتو گھوڑے میرے سوار ہو

گر عینِ ازمِ سفید ہے تو نے مجھ سے زیادہ بھاگے گریں سے تو یاں آ کے لے پناہ
بھوکا ہے گر تو سیر ہو اے بندۂِ ازل غریباں ہے گر تو لے مرا یہ جامِ زندگاہ

اہلِ کرم ہیں مالِ جنابِ امیر کے

مہمانِ چند روز ہو گھر میں فقیر کے

حاضر ہوں گلائیں تری خدمت میں بادب ہرگز کسی طرح کا نہ ہو گا تجھے تعجب
مہاں کو دوست رکھتے ہیں یاں خاص گائیں دیکھا حسینِ محمد کو زردِ مال ہے ادب!

ہم آلِ مُصلطے ہیں یہ سب گھرِ جیم ہے

مجھ سے زیادہ میلہ دار کریم ہے

سُن کر کلامِ بادِ مشیرِ آسمان سریر کانپا مثالِ بیدِ سراپا وہ مریدِ پیر
ہے اختیارِ رو کے پکارا کہ لے تقدیر تیرا کوئی عدلی نہ اس کا کوئی نظمِ پیر

مشیرِ خدا و متی نبیِ لاکلام ہے

حقا کہ تو امام ہے ابنِ امسا ہے

چند رُے بغض تھا مجھے اور آپ خدا
ماں بند روح و جسم ہوا آج اِٹھا د
دل سے تمام محو ہوئے ہا ملی فساد
اب بختے خطا کو بھی ہے مری مُراد
تغیر دیجے تیغ دو سپہ کر نکالنے
تقصیر وار ہوں میں ذباں کا ڈالنے

چھائی لگا کے کہنے لگا وہ خدا کا نور
یہ تاب کس لئے ہے ترا کچھ نہیں تصور
ایسا ن لایا تو مرے دل کو ہوا سرور
نزدیک تو بہشت سے جاوے سفر سے دور
آلِ نبی کی تجھ سے بہشت زیاد ہو
تجھ سے حق خوشی ہے خدا تجھ سے نداد ہو

کیا پرورشش تھی بندہ پر اس حکم کے شاعر
ایسا گستاخ ہوا دم میں دستگار
مولا کا جسم و فیض ہے عالم پر آشکار
بے رحم بے حساب کو بخشش ہے بے شمار
پیدا ہوئے تھے یہ مخلص خاک فوسے
رحمت سے دل بھرا تھا تہہ پاک فوسے

بہشت کو نام پاک کی نسبت سے تعارف
صل و گہر سے بھر دئے تھے سنا کوں کے کھن
پھرتے تھے کو چہ ہائے مرز میں جسطوت
ہو جاتے تھے نفیر وطنی دم میں صف بہ صف
انبارِ تان دوش پہ اپنے کٹھانے تھا
بھوکوں کو جل کے رتوں کو کھا کھاتے تھے

اختیارِ صادقین سے ہوتا ہے یہ حیاں
جعدہ تھی ایک زویہ شہزادۂ زماں
اس کی طرف سے بہتے تھے مولا جبرگیاں
کہتے تھے لوگ اس کا بت دیجئے نشان
فراتے تھے گریز نہیں ہے مہات سے
کھلیے حیات ہے شذلی اس کے ات سے

۱۷۱
 اختر ہوا وہ کہتے تھے جو شاہِ نامدار
 شہد و گرب میں زہر دیا اس نے تین بار
 دروست کم سے رہتے تھے نالان و بے قرار
 سو سو طرح کے رنج تھے اور ایک جہاں زار

کیا بیکسی تھی راحی جانِ بزل پر!

جہا جاکے لوٹتے تھے مزارِ بزل پر!

۱۷۲
 مصلحتوں تھے خلک کی عبادت میں بھی دشام
 لہر سے کہیں نہ جاتے تھے شہزادہ اناام
 یثرب میں اک مکان تھا بنا کردہ اسم
 منظور ہو گیا شبِ رحلت و میں مقام

رکش بہشت و غیرتِ دایہ جاناں ہوا

اس شب کو وہ مکان تو بس لامکان ہوا

۱۷۳
 وہ سب بڑے مصلحتی کہ شبِ دستِ کلات تھی
 آفت کی رات تھی وہ مصیبت کی رات تھی
 عالم کے بادشاہ کی رحلت کی رات تھی
 زہر و مرقع کی پختی است کی رات تھی

گزری فلق میں غلطی کے نورِ عین کو

ہر جہن میں نیند نہ آئی حسین کو

۱۷۴
 رشتہ پر چلو وہ گرجو ہوا وہ فلکِ جناب
 تانصیفِ شبِ چشم ہوئی آشنائے خواب
 زیرِ زمیں تھا خاکِ لہرِ قرصِ آفتاب
 داغِ جگر دکھا تھا جھک جھک کے ماہِ تاب

تارے زمین پر لوٹ کے ہم گرا گئے

چشمِ فلک سے قطرہ شہنشاہ گرا گئے

۱۷۵
 پڑا نہ کرنٹا شب کو جو سونے شہزادہ
 جعدہ نے پھر ملادیا پالی میں آکے سہم
 ریشہ کو چونک کر یہ پکاسے بھدالم
 بیہنا! ابھی گئے تھے لگے تھے مہم

بروقت یہ تھی کہ اشکوں سے تر نہ ہو پاگ تھا

محبوب کبیر کا گریبان چاک تھا

۱۱۱ تا ناگھے رنگ کے یہ کہتے تھے بار بار! اسے بیکس و غریب حسن نہیں ترے نثار
پہرتے تھے میرے غمزدہ کی کوڑ تھا قرار انہاں بلائیں لے لے کے کرتی نہیں مجھ کو پیار
پوچھا جو میں نے آپا کیوں رنگ نہ ہے
۱۱۲ رو کر کہا کہ آج کیجے میں درد ہے

۱۱۳ سر کے جس نے انھیاز میں سے جام پایا درست اُس کو جو تھا مگر کامستام
تھوڑا سا پانی پل کے پکارا وہ تیغ کام دوڑ دھن! کہ کام ہوتا راہو اتمام
یہ کہتے کہتے زرد رُخ پاک ہو گیا
۱۱۴ چلاتے تھے کہ لائے جگر پاک ہو گیا

۱۱۵ دوڑیں جناب زینب بیکس نہ ہنسا دیکھا کہ کوٹتے ہیں بھونے پہ مچھتے
ہو میں یہ سر کو پیٹ کے وہ غم کی مبتلا ہے ہے میں نثار جو بھیٹا! یہ کیا ہوا
کیا پھر کسی نے زہر دغلا سے پلا دیا
۱۱۶ کس نے برس کیجے پھر چلا دیا

۱۱۷ نیکی لگا دیتے تھے حرم نے باہر نحر باز کو کوئی تھا مٹی تھی اور کوئی سر
نسر مایا طشت لاؤ! ہو زہر کا زور وہ رو کے کاٹتے کوئی تیغ سے جگر
بیٹھے سے من میں مگر نہ کیجے کے آتے ہیں
۱۱۸ تا نا بلانے تھے سو دنیا سے جاتے ہیں

۱۱۹ یہ کہتے کہتے غلٹس ہوئے شاہ فلک جناب غم گیس تو تھے حسین! ہوا اور اضطراب
حاضر تھی روح احمد و شہزادہ و تراٹ و اتھے رنگ دیدہ رگس جنساں کے باب
کشریف غلہ کو مشہور ذی جلائے گئے
۱۲۰ بقدر و پر جو آئے تھے ہمراہ لے گئے

۲۵۰
بر پا تھا اہل بیت محمد میں شریفین
بہنیں بچاؤں میں خاک پہ کھاتی کر کے ہیں
چھاتی پہ ہاتھ مار کے جلاتے تھے حسین
اب انجلی زمانے سے ہم بیسکوں کا چین

ازدہستارا ٹوٹ گیا وامعیتا

۲۵۱
اب آج مجھ سے چھوٹ گیا وامعیتا!

لاشے کے پاس اور قاسم کا تھایہ حال
رُخ زرد اور پٹا تھا گریباں کھلے تھے بال
چھاتی تھی منیم کھلے ہتے میرے لال
نوڈی نثار لے پیر شاہ ذوالجلال
مدت کا ساتھ دے فطرب آج چھوٹ گیا

۲۵۲
میں رات نہ ہو گئی میرا اقبال ٹ گیا

عسل و کفن امام کو جب دے چکے، ام
اور جمع ہو چکے قہر دولت پر خاص و عام
جس دم اٹھا جنازہ مشہر ادا تمام
کرتے تھے انبیاء سلف دہاں پر اہتمام
تھے شیث و نوح چاک گریباں کھلتے
ایساں و فخر جاتے تھے کاغذ عادیہ پرتے

۲۵۳

جس دم جنازہ پیر شاہ لانتا
ہو نچا قریب مرتد جینے بستر خدا
یہ دشمنوں پر مطلب شبیر کھل گیا
یعنی قریب مرتد سلطان انبیا
زیب گناہ شاہ و رسل کے عزا ہو
منظور ہے کہ حق کو یہ مرکز شمار ہو

۲۵۴

از بس کہ نسل فاطمہ سے تھا انیس عباد
بس مستعد وہ ہو گئے صوب بر سر فساد
محبوب حق کے رولہ پڑے وہ ہیناد
بولے کہہ دی ہوئے دیو میں گے یہ مراد
یہ گھر ہماری جہلک کا ہے اور مال کا
حقہ نہیں ہے اس میں محمد کی آل کا

۲۱؎ ترہم ہوتے یہ سخن کے امہ فلک جناب تھڑا جسم فیلسے آنکھیں ہوئیں پڑ آب
فسرے یاد دوسے حشر میں کیا حق کو تم جواب ہے کچھ بھی پاس محمد زحشر ادب و تراٹ
اوروں کے قبرائے نئی کے سرب ہر

۲۲؎ پہنور مول کا نہ حسن کو تعیب ہر

تا بولت پر جو آنے لگے تیر ناگیاں آمادہ نبرد ہوتے شاہ انس و جہاں
آئی غمائے غیب کاے شاہ یکساں سریشی ہے فاطمہ زہرا ہمد فضاں
جنش میں اس الم سے محمد کی قبر ہے

۲۳؎ لے شیر حق کے لال یہ ہنگام صبر ہے

زحشر کے گھر میں شور قیامت بپا ہوا ڈیوڑھی پہ آئی دختر حیدر برہنہ پا
بکھترے ہوتے تھے بال گریباں پچھا ہوا اک ایک سے یہ کہتی تھی آنسو بہا بہا
فلس ہے آج فاطمہ کے لوہین کو

۲۴؎ لاشہ کوئی جلے کے سنبھالے میں کو

جس کر کہے یہ کوئی کہ اے شاہ نامدار صدق نبی کی روح کا کیجو نہ کارزار
بابا کا جسرا د کرو تم پر میں منشار ہے نہ جنتی کا بسناؤ وہاں مزار
آرام دو جیب خدا کے جیب کو

۲۵؎ لے جا کے ماں کے پہلو میں گاؤں فریاد کو

غاموش اب امتی کہ اک حشر ہے پیا مجلس میں چار صمت ہے اک شور مر جیا
کر حق سے ہاتھ اٹھا کے بعد مجزیہ دھا یارب دکھا دے روئے سلطان کو بلا
اچھی نہیں مرلیں کو دوری سے

حضرت یہ ہے کہ مقلد پست کو فرزند

رباعی

یکت گہرِ قسطنم سرمد ہیں حسینؑ سردارِ اُمم مثلِ محمدؐ ہیں حسینؑ
جب سر کو قدم کیا تو سر کی رو عشق حناکِ شہیدوں میں سرا آمد ہیں حسینؑ

رباعی

شہد کہتے تھے اللہ کا پیارا ہوں میں مرثیٰ اعظم کا گوشوارا ہوں میں!
سارے عالم میں ردِ شنی ہے جس کی لے لشکرِ شام رہ سارا ہوں میں

سلام

اسلام لے لہوِ اقدسِ داغلے حسینؑ جہیلِ نورِ خُدا طبعِ تھلائے حسینؑ
مرکزِ دائرۃِ دینِ شرف کون و مکان قبلۂ عالمیاں منزلِ داوِلے حسینؑ
روحِ قرآن میں آئینۂ صدق و صفا زلِ العطا و ششِ خدا خاکِ شفا پائے حسینؑ
حوش سے آگے ملک ہوتے ہی مجلسِ شریک لے خوشامرتبہ، بزمِ معلّے حسینؑ
یہی بخشش کا وسیلہ ہے یہی راہِ نجات فرض ہے امتِ احمدؐ پہ تولدے حسینؑ
کون سی چشم ہے جاری نہیں جس سے آنسو کون سا دل ہے کہ جن میں نہیں جائے حسینؑ
مالکِ نور تھے دنیا میں خدا مثلِ علیؑ پارۂ تان و نمکِ تھامن و سلوائے حسینؑ

ہند میں ہوں پشپ و رندِ نکلا ہے یہ انیتس

قبرِ ہر متعلقِ قبرِ معلّے حسینؑ

(۲)

امام حسین کی ولادت

۱۔

ہاں اسے فلک پر پڑے سر سے جاں ہو اسے باہ شب چار دم، نورِ فشاں ہو
نہ غلغلت غم دیدہ تو غلام سے بناں ہو اسے روشنی صبح شب عید عیساں ہو

شادی ہے ولادت کی رات کے گھر میں

خورشید اُترتا ہے، شہنشاہ کے گھر میں

۲۔

اسے فکس و قمر اور قمر ہوتا ہے پیدا غل چمن دین کا ثمر ہوتا ہے پیدا
مخدوم و مہم کا پسر ہوتا ہے پیدا جو عمرش کی قوبہ دہ گہر ہوتا ہے پیدا

ہر جسم میں جاں آئی ہے نہ کوئی جکے

نورِ خدا ہوں گے عیاں نور سے جکے

اسے سارہ معظّم تر ہے اقبال کے مددے شریک کے فدا غفلت و اہمال کے مددے
اُمّی برکتِ ناطقہ کے لال کے مددے جس سال یہ پیدا ہوئے اس سال کے مددے

قرباں سحرِ عید اگر ہو تو بختا ہے

نور و ز بھی اس شب کا ہنر لگتا ہے

۳۔

ستر بان شب جو شعبانِ خوش بانجام پیدا ہوا جس شب کو محمّد کا محل ادا
مقامِ ہوا دین اور برہمی رونقِ اسلام ہم پہ صبح شبِ معراج تھی وہ شام

خورشید کا اہمال و شرف جیسے پوچھو

کیا قدر تھی اس شب کی شہادت سے پوچھو

شعبان کی ہے تاریخ سوہرذ ولادت اور ہے دم ماہِ عسرا یوم شہادت
دونوں میں بہر حال ہے تحصیل سعادت وہ بھی عملِ خیر ہے یہ بھی ہے مہم ذات
مہاج ہوں کیا کچھ نہیں اس گھر کا ہے

کوڑھے خدا اس کا بہت اس کا صلہ ہے
اے کھنہ ایماں تری حوت کے دن آئے لئے دکنِ بیالی تری شوکت کے دن آئے
اے بیت مقدس تری حوت کے دن آئے لئے چشمہِ نازم تری چاہت کے دن آئے
لئے سنگِ غم جلوہ خانی ہوئی تجھ سے

لئے کوہِ صفا اور صفائی ہوئی تجھ سے
اے ارضِ مدینہ تجھ فوق اپنے فلک پر رونق جو شہا ہے وہ اب ہو گی سمک پر
خورشیدِ منلا تیرا ستارہ ہے چٹک پر صدقے کی تری ترے پھولوں کی ہلک پر
پڑ جس پہ فرشتوں کے پھیں فرشتہ کی ہے
جس خاک پہ چو نور خدا عرش دی ہے

یا ختمِ رسل گوہرِ مقصود مبارک یا نورِ خدا رحمتِ معبود مبارک
یا شاہِ کشف شادی مود مبارک یا خیرِ کمالِ اختیر مسعود مبارک
رونق ہو سدا نور و بالائے ہے گھر میں
اس ماہِ دو ہفتہ کا اجلا رہے گھر میں

اے اُمّتیو! ہے دمِ شکر گزاری نہر بار کردِ سجدۂ شکر یہ باری
انشر نے حاصل کرو یا مشکل کو تمہاری فردیں عملِ زشت کی اب چاک میں مائی
کئے گئے بندوں میں دلِ ابنِ دل کے
ناجی جوئے صدائے جس میں ابنِ علی کے

روشنی تھا مدینے کا ہر اک کوچہ و بازار
جوراء تھی خوشبو جو محلہ تھا وہ گلزار
کھولے ہوئے تھا آہوئے شب نافذ آثار
معلوم یہ ہوتا تھا کہ پھولوں کا ہے انبار
مردوں کو بھی ایک رنگ تھا ریت پیر کا
ہر گھر میں ہوا آتی تھی مرد و سب بڑی کی

کیا شب تھی وہ مسعود ہاویں و معنم
رُخ رحمتِ معبود کا تھا جانبِ عالم
جبریل و سرافیل کو بہت تھی اک دم
بالائے زمیں کتے تھے اور جساتے تھے باہم
باشندوں کو بیڑہ کے قبر حقی نگہروں کی
سب سنے تھے آواز فرشتوں کے پردوں کی

وہ نورِ تسر اور افشائی انجمن
تھی جس کے سبب روشنی دیدہ مردم
وہ چھپے رنواں کدہ حوروں کا ہشتم
اپس میں وہ ہنس ہنس کے فرشتوں کا تنہم
میکال شگفتہ ہوئے جاتے تھے خوشی سے
جبریل تو پھر سے نہ مانتے تھے خوشی سے

ناگاہ دیرِ عجز ہوا مطلعِ الانوار
دکھانے لگے نور تجلی زر و دیوار
اسمانے صلی سے یہ کہاؤں کے اک بار
فرزندِ مبارک تمہیں یا حیہ دیر گزار
اسپند کروں طرکے ماہِ جبین پر
فرزندِ نبیل چاندِ اُترابے زمیں پر

دیکھا نہیں اس طرح کا چہرہ کبھی پیارا
نقشہ ہے محض سے مست ہنشاہِ کلہارا
ماستے پر حکمت ہے جلالت کا ستارا
الشرع اس گھر میں مجب چپ اندازِ اما
تصویرِ رسولِ عربی دیکھ رہے ہیں
آنکھوں کی ہے گردشِ کُتبی دیکھ رہے ہیں

۱۵۔ مراد یہ سنا احمد غلام نے جس دم پس شکر کے جھڑے کو گریے رحمتِ عالم
آئے طرفِ قنارۂ زہرا خوش دھرم فرمایا مبارک پسند، اسے ثانی مریم
چہرہ مجھ دکھا دوسرے نورِ نظر کا !
۱۶۔ لکڑا ہے یہ فرزندِ عسکر کے جگر کا !

۱۷۔ کی عسکرِ یہ اسمانے کسے خاصہ داد پہلاؤں، تو لے آؤں اُسے مجھے سبابر
ارشاد کیا ! عسکرِ مختار نے جس کر لے آ کہ لہا سا ہے مراٹا ہر واطہر
اس چاند کو تاجِ سرفلاک کیا ہے
۱۸۔ یہ وہ ہے خدائے جسے خود پاک کیا ہے

۱۹۔ میں اس سے ہوں اور مجھ سے جی تو نہیں مانگے یہ نور الہی ہے، یہ ہے طیب و طہر
اسرارِ مخفی میں وہ اب جو نہیں گئے ظاہر یہ آیتِ ایمان ہے یہ ہے محبتِ باہر
بڑھ کر مددِ مستیبر لولاک کرے گا
۲۰۔ کفار کے قتلے کو یہی پاک کرے گا

۲۱۔ جس دم یہ خبرِ صادقہ نے سناں اسماء، اُسے اک پارچہ نرم پہ لائی،
بو اُس گلِ تازہ کی محو نے جو پائی جلتے لگے، سرخی رُخ پر نور پہ آئی
منہ چاند سا دیکھا جو رسولِ عربی نے
۲۲۔ پٹایا چھاتی سے لہا سے کوئی نے

۲۳۔ جانِ اگنی، یعقوب نے یہ وصف کھپایا قرآن کی طرح، اور دل دوزخ پہ بٹھایا
منہ۔ ملنے لگے منہ سے بہت پیار جو آیا بوسے لے، اود باہوں کو آنکھوں سے لگایا
دل ہل گیا کی جب کہ نظر سینہ دوسرے
چو ما جو گلا چیل گئی تنوار جسگر پر

جو شش آیا تھارونے کا مگر تمام کے وقت اس کان میں فرمالی اذان اُٹھیں میں اقامت
جیسے رستے یہ قسم دیا کہ اے شاہِ ولایت یوں تم نے بھی دیکھی میرے فرزند کی صورت
پُر نور ہے مگر تم کو ملا ہے قرایت!

۱۱۱ دنیا میں کسی نے نہیں پایا پسرایا!

کیوں کر نہ ہو تم سب اپنا نصف ملے دھنس دکر کا ہے ایک نیشہ تباہاں
کی عرض یہ جیسے رستے کہلے قبلہ ایدہاں حق اس پر رکھے سایہ پیغمبرِ فدائی شاہاں
اقل ہے دوسرے جو مقام شہرِ دیں ہے

۱۱۲ بندہ ہوں میں اللہ بھی غلامِ شہرِ دیں ہے

عالم میں ہے یہ سب ہر کتہ کچھ دم سے سرسبز زیناب اس سی آبِ کرم سے
تا عرض پہنچ جانا ہے ہر نفی قدم سے عزت ہے غلاموں کی شہنشاہِ دم سے
کچھ اس میں ذرہ بڑا کا ہے باؤٹ مٹلا

۱۱۳ سب سے یہ جو رگی کہ نوا سا ہے نبی کا

فشر مانے لگے ہنس کے شہرِ شرب و لہذا بھائی کہو فرزند کا کہہ نام بھی رکھا
کی عرض یہ جیسے رونے کا اے سیدِ والا سبقت کدوں حضرت پہ یہ مقدور گامبرا
فرایا کہ موقوف ہے یہ نسبت عطا پڑا

۱۱۴ میں بھی سبقت کر نہیں سکتا ہوں غدا

بس اتنے میں نازل ہوا ہر بل خوش بہام کی عرض کر لمراتا ہے یہ خستہ بق عظام
پسرا ہے نہایت ہیں زہرا کا گل اندام یا غنیمتِ رسول ہم نے حسین اس کا رکھا نام
یہ حسن میں مراد حسینانِ ذمہ ہے

مشق تو ہے احسان سے تصویرِ حشر ہے

۱۸۱ ع ہے اشارہ کہ یہ عائی منت ہمیں گے اسی میں کو سب میں سعادت
۱۸۲ ع اس کی بزرگی میں ہے پسین کی آیت ہے نور سے ظاہر کر یہ ہے نور نبوت

ناجی ہے وہ اس نام کو لے گا جو ہر سے

۱۸۳ ع یہ حسن میں دس صفہ زیادہ ہے حسن ہے

دو نور کے دریا توں کو ہم نے کیا باگ جا تب اس سے ہو اگو ہر نایاب یہ پیدا
تو قیصر میں بے مشن شجاعت میں ہے بیکتا اب اور نہ ہو گا کوئی زس حسن کا لڑکا
ہم جانتے ہیں جو نہیں ظاہر ہے کسی پر

۱۸۴ ع کام اس سے جو لینا ہے وہ ہے ختم اس پر

قیامت نے کو نہیں کی دولت لے دی ہے دی ہے جو علی کو وہ شجاعت اسے دی ہے
عسیر اس کو عنایت کیا بہت اسے دی ہے ان سب کے ہوا اپنی محبت اسے دی ہے
اعلیٰ ہے معظم ہے المکرم سے اعلیٰ ہے

۱۸۵ ع ہادی ہے ذفا دل ہے زار ہے سخی ہے

جب کوڑ چکے ذکر کرم مالک تقدیر جبریل نے پاس ان کے دیکھا رخ شبنیر
کی قسبل مل کہہ کے محمد سے یہ تقریر یا شاہ ایہ مرؤت ہے عدت آپ کی تصویر
جب کی ہے زیارت پہن تسلیم ٹھکے میں

۱۸۶ ع اس نور کو ہم عرش پر بھی دیکھ چکے ہیں

ہے اس پر ازل سے نظیر محبت معبود یہ پیشتر آدم سے بھی تھا عرش پر موجود
ہے ذات خدا صاحب فیض و کرم و جود تھا خلق دو عالم سے پہلے طلب و مقصود
مخلوقی و غیرت ہے جب نام پر اس کے

۱۸۷ ع شہد مے میں اور روئیں گے باگ اس کے

۱۲ ہے یہ سب تنیت و عزت اس دم بے شادی و غم گلشن ایجاو میں تو ام
پنٹائے ہیں چھاتی سے جسے قبلہ عالم بے جرم و خطا ذبح کریں گے اسے افسلم
گر حشر بھی ہوگا تو یہاں قیامت نہ ملے گی،

۱۳ سجسے میں پھری خلق ہمارا کہ پہ چلے
ہوگا یہ محترم میں بہت کم شہزادی جاو چھپ جائے گا انکوں سٹائی چٹان میں بنا
آریخ و حسم جسے کے دن صحر کے وقت آو نیزے پر چڑھائیں گے سر پاک کو گمراہ
کٹ جائے گا جب سر کو تم لاش پہ ہونے

۱۴ گھوڑوں کے قدم سینہ پاش پہ ہونے
چلائے عتد کریں ہسل ہوا بھائی اسے دلتا غمی کیا یہ جسے مجھ کو سنائی
دل بل گیا برہمی سی کلیے میں در آئی یہ واقعہ سن کر نہ جئے گی مری جسنائی
ممکن ہیں دنیا میں دوا از غم جگر کی
۱۵ کیوں کو کہوں دہڑا سے خبر مرگ پسر کی

۱۶ جس وقت سنی فاطمہ نے یہ خبر غم
چلائی تھی سر پیش کے وہ ثانی مری غم شادی میں ولادت کا سپا ہو گیا ماتم
بیٹھی یہ چھتری چل گئی یا سیدہ ماتم
۱۷ خیر کے تلے چاندی تصویر کی گردن
کٹ جائے گا ہے جہرے شیر کی گردن

۱۸ خاموش انیس آہ بہت رنج و غم ہے مجلس میں پسا ماتم سلطان زمن ہے
صد شکر کہ تو ناظم، قلیم سخن ہے ہاں موتیوں سے بھرنے کے قابل یہ درجہ
رکھ دل کو غمی ذکر امام ازل میں،
۱۹ قدر اس کی ہے سرکار حسین بن علی

(۱۱)

امام حسینؑ کے بچپن کے دو مہینے

۱۔

حشاک کہ مجھ پر مرتبہ ربط نبی ہے کیا خالق اکبر نے سحر الہی سے دی ہے
 ہے فطرت ماں، انا نبی بہ علیؑ ہے بچپن سے وہ مقبول جناب اُحدی ہے
 جبریلؑ بیوا کیا کوئی اس ماں کو جانے

۲۔

جس چیز پر ہٹ کر ہے نہ بھیج کر خدا نے
 درگاہ الہی میں یہ فہمی عشرت و توقیر اُشتیٰ قہی جو طاعت کے لئے مادر و لکیر
 جبریلؑ سے کسوا تھا یہ مالک تقدیر مجھ کو بچھاؤ کہ نہ بے چین ہو شیر
 ذہن کے پسر سے کوئی پیت راہیں ہم کو
 ایذا اُسے ہوتے، یہ گوارا نہیں ہم کو

۳۔

ناوار ہے، محنت ج ہے خاتون قیامت اور کرتی ہے وہ آئینہ گردانی کی محنت
 تو کہہ کر خسا دم کو عنایت ہے یہ خدمت تم دو دھڑاؤ کہ ہو شیر کو راحت
 خدمت بچے مجھ کوئے کے بچھانے کی جوتی ہے
 شیر و زردے یہ خالق کی خوشی ہے

۴۔

ایک سال ہوئی مشہر مدینہ میں گرانی دانا ہونا یا پ کہ برسات تھا پانی
 خلقت نے مناجات بھی کی تدر بھی مانی جز اشک زمیں پر نہ ہوئی قطر و نشانی
 غلے کے لئے خلق ترستی تھی زمیں پر
 پانی کے عوض آگ برستی تھی زمیں پر

تھا خط سے ہر سمت مدینے میں تلاطم آدم کو نہ آتی تھی نظر صورت گندم
پڑ مرده زراعت تھی سراسر سیدھے مرم شادابی گلزار چہاں ہو گئی تھی گم

ہر حقے کا سبز زرد تھا انگلیں تھیں

ایکام بہاری میں نہالوں پر خرب تھی

سب مل کے گئے پارس محسد کے بعد کی عرض کرائے قبلہ دریں قبلہ عالم
میں اب جی دستی اُنت کے تو مشر م پانی جو نہ تر سے گا، تو پہنے کے نہیں ہم

آپ آئے رحمت ہیں عطا کیجئے مولاً

مینہ برسے، خدائے یہ دعا کیجئے مولاً

حضرت نے انہیں مضطرب احوال جو پایا دل آپ کا اُنت کی غنہ جی پہ بھرا
شہیر کا منہ م کے اس طرح مشلا اُنت نے ہے عقد کشتا تم کو بیتا

حق سے ظلم بارش دباراں کر دیا ہے

مشکل مری اُنت پہ ہے آمل کو پلا ہے

راہوں سے چمبہ سے اُٹے سبب ہیستہ قبضے کی طرف منہ کیا اور کھول دیا سر
خاق سے کجا چھوٹے سے ہاتھوں کو اٹھا کر بسندوں پہ بس رحم کراے خاق اکبر

راحت کی گرائی ہوئی، انزال ہے غم کی

مشاق ہے غلقتہ تری باران کرم کی

جس دم یہ محسد کے نوا سے نے دعا کی گردوں پہ گھٹا چھ تھی قدرت سے خدا کی
برساتے لگی پانی کو تحسد یک جہا کی یہ وعدہ نے بھل کے چکے ہی صدادی

عالم کی طرف صحت حق کی جز نظر ہے

فرزند محسد کی دعا کا یہ اثر ہے

یوں ہے یہ حسرتی ہم نہیں از میں کے پی پیارے بچہ یہ دیار ہے میں نانا نے ہمارے
 سنبھیرے سسک جانپ سہد جو سہلے الفت سے نبی داتا اٹھا کر یہ لپکا رے
 آپ حال سے لگ لے گل بستان محمد

۱۷۱ اس چاند سی صورت پر قس و جان محمد

پاسن اپنے جاتے رہتا ہنر خوش خو شبیر رستمہ دور بھرے آنکھوں میں آنسو
 کہتے تھے نبی صدقہ لہرے گل رند کس نے تجھے آرزو کیا مجھ سے تو کہہ کر
 بابائے کیا شور کہہ ماں نے کہا ہے

۱۷۲ کھل آن کے بھائی سے پٹنے نہیں کیا ہے

لو پاسن اب آؤ تمہیں بھائی سے لگا دیں ہم اونٹ نہیں اور نہیں لادے پر چڑھا دیں
 غف غف کریں اور صحن میں سجد کے پھرا دیں لے جاؤ بعد صرتم ہم آؤ مرد و زن سے جتا دیں
 دنیا میں محنت ماہر ہمارے ہمارا

۱۷۳ جبریل ماخدا دم ہے جلد در تہارا

کیوں تیری چڑھائی ہے میں اس غم کے تھراں دل پیچے میں بیتاب ہے تانا کا مری جاناں
 آرزو ہو وہ پیسار کی چٹون نہیں اس کن کس چیز کو دل چاہتا کس شے کے جو خواہاں
 جرمائے تانا وہ منگا دیو سے کام کو

۱۷۴ میں دے سکوں گا تو خدا دیو سے کام کو

تانا سے یہ کہنے لگا زہرا کا وہ دلدار تھا مجھ کو یقین سب سے زیادہ جو مرا پیار
 پھینک لائے ہاتھوں کو تلے سیڑا برابر میں آپکے سینے سے نہیں پٹوں گا زہنہار
 بچہ دیا آہو کا جنہیں پیار انہیں کیجئے

منہ چوم کے کاغذ پر پی سوزا نہیں کیجئے

نزدیک تھا یہ کہہ کے کرے چشم کو پُر ہم گھبرا کے یہ نہرواے لگے مستیو عالم
 لو آؤ مری جساں کہا مان لو اس دم بچہ نہیں ہرنی کا منگاویں گے ابھی ہم
 یہ سن کے بھی نانا کے نہ پاس آئے تھے بیتر
 بڑھتے تھے بچی پیچھے بٹے جاتے تھے بیتر

اصحاب سے نہروایا کہ کام اس گھڑی آؤ شبیتر مارا روتا ہے سب دل کے نواؤ
 مشکل میں محنت دے تجھس کرو جتاؤ بچہ کوئی ہرنی کا جو ہاتھ آئے تو لاؤ؛
 یہ روئے کا مطلوب جو اس کا نہ ملے گا
 ہٹا ہے ابھی دل مرا پھر عرش ہے گا

اصحاب سے فرماتے تھے یہ احمد مرسل جو حضرت جبریل ہونے عرش سے نازل
 کی عرش محنت سے کہ آساں ہوئی مشکل منظور خواہے کہ نہ شبیتر جو بے دل
 دو خوش خبری کا شیر الہی کے پسرو
 پتہ لئے ہرنی چل آئی ہے رادھو کو

سُن کر یہ خبر شاد ہوئے احمق مختار بچہ کو لئے ہرنی بھی حاضر ہوئی کلباؤ
 شبیتر سے نہرواے لگے مستیو آبرار بھجوا دیا التیرے تھے جس کے طلب گار
 جو مانگتے ہو ہاتھ وہ آتا ہے کہا سے
 لئے لال خدا ناز اٹھا آتا ہے ہمارے

ہرنی نے ملیں آنکھیں محنت کے قدم پر ادب پتے لے شبیتر کے قدموں پہ رکھ ستر
 نہروایا بیٹی نے جیو آنا ہوا کیوں کمر کی عرض یہ ہرنی نے کہ اسے عشا شفی دور
 کیا مصر و حلب کیا غن و سرحد ہیں کا
 احوال نہیں آپ سے پوشیدہ کہیں کا

۲۳۷
 اللہ نے دو بچے کئے تھے مجھے اسداو
 قید فرما دلاو سے تھی خلق میں آزاد
 ایک بچہ تو پہلے ہی پکڑ لایا تھا صناد
 دودھ اس کو پانی تھی کہ حق کا ہوا شاد
 شبیر کے کہہ دل پہ ظلم ہونے نہ پاوے
 جلدی اسے پہنچا دے کہ نہ ٹھنکے نہ پاوے

۲۳۸
 پیارا ہے ہمیں وہ اسداو کا پیارا
 فرزند سچاں پر مرے مجسٹ نے دارا
 غنائون چامت کی داکھوں کا ہے تارا
 معشوق پہا کے مویا وہ عاشق ہے بہارا
 وہ رویا تو سب جتنا دکھ دے لگیں گے
 لڑکی زمین ماقول دکھ دے لگیں گے

۲۳۹
 یہ سمن کے رعاہ ہوتی ہیں ماں سے بے معرفت
 بڑی ہوئی کہ دن میں کئی دن کی مسافت
 مسکن ہے کہ جوں کو نہ افسان سے ہوش
 گویا بے یار تک کوئی پہنچا گیا حضرت
 اس طرح سے طے راہ کو جوتے نہیں دیکھا
 پرشکر کہ شبیر کو روتے نہیں دیکھا

۲۴۰
 یہ سمن کے پڑھا شکر کا حضرت نے دیکھا
 ہر نی ہوتی دال پھڑ کے بچے کو زوانا
 شبیر سے احمد نے کہا صدمے ہوتا نا
 اللہ پہ عتاشاں ترا اسٹک پہا نا
 کس مرتبہ تم پر کرم ذات خدا ہے
 لو ہرنی کا بچہ یہ عنایات خدا ہے

۲۴۱
 تھے زگرسی آنکھوں میں بھر جیت تو انکو
 ہنسنے آ یا جو نظر بچہ آہو
 ان شرائط بشارت سے ہوا سرخ وہ مگر کو
 فرمانے لگے اُس سے یہ پیغمبر خوش خو
 مہ نے دیا بچہ تمہیں تم کیا ہیں دو گے
 لو ابھی نہ دو گے کہ نہ پھاتی سے لگو گے

نہ تیار کیا ہی نہ جو نواسے سے یہ ہنس کر
شہرِ مالک ز ہرا کا پسر سر کو جھکا کر
پھر جوشِ محبت میں پورے گردِ ہمیشہ
اور دستِ اب ہانکے قدوں پہ رکھا سر
کی عرض کہ نادم ہوں یہ کیوں ہلا دی کی

۳۱۱ آبِ سخنِ نقدِ حیرتِ ابنِ عسلیٰ کی

کس پیسار سے حضرت نے بھر پاس بلایا
اور دستِ مبارک کو کئی بار بردھایا
رُوحِ شفیع میں رہا چھائی سے گئے کو نہ آیا
کیوں آپ نے بچپن سے مرا تازا ٹھایا
من پائیں تو بابا کہیں لہر وہ ہیں بچے
ڈرتا ہوں زاتِ اس کہیں آرزو ہیں مجھے

۳۱۲

نہ مایا محبت نے یہ چھائی سے لے کر
تم جرمِ خطا سے ہوئی اسے موعے دلبر
اللہ کے بھی پیسارے ہوئے جانِ پیڑ
مالِ باپ بھی تھوڑا فدا میں بھی ہوں تم پر
ردِ شہوں کا میں تم سے یہ جھٹک رہے بیٹا

۳۱۳ معصوم سے تقدیر کا کیا ذکر ہے بیٹا

یہ پیٹنے اور بٹلے کی جگہ ہے مبتلا
بچپن میں خدائے جسے رونے نہ دیا ہو
کیا کیا رہے آزاد ستار گار دل نے ان کو
رویا غنم اور آدمی وہ سب تیرے خوش خو
بچتے جسے ہرنی کا ملا آگے نہی کے

۳۱۴ میداں میں چھری چل گئی پھر پسا کی

خاموش اتیس آگے نہیں طاقتِ تحریر
عالم جسے روتا ہے وہ مظلوم ہے شبیر
خالق سے دعا مانگ کر اے مالکِ تقدیر
دکھلا مجھے آنکھوں سے مزارِ شہید و نگیر

محسوس ہوں ز قوارِ امامِ وصل میں

مرا آؤں تو مدفنِ ہجو اور شہید میں

نہ شد

رباعی

تو قیر تیرے ہی آستانے سے ملی عزت تیرے ذر پر جھکانے سے ملی
ملل و زرد و آبرو دایماں یکساں دولت تیرے غزلے سے ملی

رباعی

مظلوم نہ شاوہ مجرد برسا ہوگا مینہ تیروں کا یوں کسی پر برسا ہوگا
پیاسے رے کر بلا میں جس طرح جیسے یوں گھسہ بھی پانی کو نہ ترسا ہوگا

سلام

سدا ہے منکر ترقی بلند بینوں کو ہم آستان سے لائے میں ان زمینوں کو
پر دھیں درود نہ کیوں دیکھ کر بینوں کو خیال صنعتِ صانع ہے پاک بینوں کو
یہ جھڑپاں نہیں ہاتھوں پر مضبوطی نے چٹائے جانہ اصل کی آستینوں کو
لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار خبر کو دمرے خرمن کے خوشہ چینوں کو
غضب ہے اہل مہم اس میں جا میں رز جس آستان پر ملا لگ رکھیں چینوں کو
بجا ہے اسلئے اکبر سے تھا حسین کو عشق کہ دوست رکھتا ہے اللہ بھی حسینوں کو
لگا دغا میں پٹکنے ہو جو قبضے سے چڑھا یا اسٹے والا نے آستینوں کو

خیالِ خاطر احباب چاہئے ہر دم
انہیں نہیں نہ لگ جائے تھکینوں کو



(۱۳)

حضرت عباسؓ کی ولادت

۱۔

عباسؓ علی شیرستان نجف ہے تاج بندہ در تاج سیمان نجف ہے
سردوہیں خضرِ مہربان نجف ہے آئینہ روئے در کعبان نجف ہے
مفل سے اسے عشقِ امام دوسرا تھا

شہر اُس پہ نہ تھے وہ شہر دہی پہ نہ تھا
عباسؓ علی گرہِ دریا کے شرف ہے تو لعل نہ پہنچیں جسے وہ در نجف ہے
غازی کی وفاداری کا نعل چار طرف ہے کیوں شیر نہ چر شیر اہی کا غلت ہے
حقا کر زمانے میں بہادر نہیں ایسا

اس کے صدقِ برج میں اک در نہیں ایسا
عباسؓ علی یوسف کنعان علی ہے : شمشادِ قبا پوششِ گلستان علی ہے
شہیر کا دل، روحِ حسن، حبِ بن علی ہے شوکت سے دلاور کی عیاں شان علی ہے
ہاتھ اس کے نہ کیوں کر دے میدان وفا کا

فرزندِ زبردست ہے وہ دستِ خدا کا
ہم طاعتِ یوسفؑ تھا وہ اولادِ علیؑ میں مٹی تو تیرے غیر شکن شیرِ حسری میں
ہمت نہ یہ جرأت نہ یہ شوکت تھی کسی میں تھا ایک جوان لشکرِ اللہ و نہی میں
مشہور ہے اس صاحبِ شیر کی طاقت

آنکھ اس سے ملائے یہ نہیں شیر کی طاقت

اللہ نے دی عزت و توقیر یہ اللہ مشہور ہوئے وارث شمشیر یہ اللہ
ہر بات میں رہنمائی تفسیر یہ اللہ صورت کا یہ انداز کہ تصویر یہ اللہ
ردشن ہوا دل قدرت اللہ کو دیکھا

دیکھ شہ مرداں کو جو اس ماہ کو دیکھا

شکر گل و صفد و زرد آرد و خوش رو شہ زید یہ اللہ تو شبنیر کا بازو؛
فلق حسن، غربت شہنشاہ خوش خو ساری وہی ہمت، وہی خلعت، وہی خور
ایسا نہ ہوا کوئی نہ ہونے کا جہاں میں

کیا کیا معنیں جمع تھیں اس ایک جواں میں

سر دین مرتضوی تھا قد بالا؛ شہ زید نے جسے آغوش میں پالا
عفو بدن ایسے کہ کبے دیکھنے والا ہے نور کے ساچنے میں خدا نے اسے ڈھالا
رخ ایک طرف حسن سے احصا نہیں خالی

قبلا سے سراپا میں کوئی جہاں نہیں خالی

رعب ایسا کہ شیریں کا جگر خون ہو قرائے زور ایسا کہ قوت اسد اللہ کی یاد آئے
علم ایسا کہ تصویر حسن آنکھوں میں بھر جائے عین ایسا کہ برست بھی جسے دیکھ کے شریکے
نظارہ خورشید گوارا تھا نظر کو

اس رخ پہ ٹھہرنے کا نہ یاد تھا نظر کو

خورشید منیر فلک نور ہے عباس مصباح شہستان سیر طور ہے عباس
سقائے حرم خلق میں مشہور ہے عباس حیدر کی طرح صاحب مقدور ہے عباس
لاکھوں ہوں تو خوف اس کو دم رزم نہیں ہے

ایسا کوئی عالم میں اول العزم نہیں ہے

نظر کیا فیض ہے کیا اسم مبارک میں اثر ہے ہر کام مرض تقویتِ قلب و جگر ہے
کیسی ہی ہم سخت ہو گئی آن میں سر ہے بازو ہر باندھے تو سرِ دست ظفر ہے
کام آتا ہے یہ نام مصیبت میں بکام میں

آلت میں پھر ہے تو سر وہی ہے دفا میں
اللہ نے بخشی ہے عجب نام کو تاشیر مشیعوں کی پناہ اور حد کے لئے ششیر
وہ مشکل لامل جو نہ حل ہو کسی تدبیر یا حضرت عباسؓ کہا کھیر نہیں تاخیر
اعجازِ ذکر امت اسے کہے تو کہا ہے

بے دست ہے اور خلی علیؓ عقدہ کنایہ
عین اس کا ہے وہ چشمہ کفیں اس کو عام یہ علم کا آغاز ہے اور شروع کا انجام
ما سے برکت اور الف اذیٰ اسلام ہے سین سعادت پہ اسی نام کا انجام
یہ اسم مقدس تو سعید ازل ہے

اعلیٰ نہ ہو کیوں کر کشریک اس کا ملی ہے
سلطانِ سریرِ عظم دجاہ میں عباسؓ عالم کے شجاعوں کے شہنشاہ ہیں عباسؓ
آئینہ تصویرِ یہ اللہ میں عباسؓ شبیرِ توغورِ رشید ہیں اور ماہ ہیں عباسؓ
اقبال و حبلال ان کا زمانے پہ مل ہے

وہ نورِ عظمہ ہے تو یہ نورِ عظمیٰ ہے
کیا کیا نہ جواں مرد ہوئے خلق میں پیدا لیکن کون عباسؓ کی حیرات کو نہ پہنچا
ہر شہر میں غازی کی شجاعت کا ہے شہرا ہر لب پہ ہے یہ ذکر کرکینا ہے وہ یکتا
ایسا نہ ہو اگر کوئی نہ ہوئے گا جہاں میں

جو اہلِ دفا ہے اسے روئے گا جہاں میں

۱۳ دنیا میں ہمارے یہ سعادت ہیں پاؤں فردوس میں طوبیٰ نے یہ رفعت نہیں پاؤں
 مژدہ نے یہ ہمت یہ شجاعت نہیں پاؤں جعفر نے یہ توقیر یہ شوکت نہیں پاؤں
 سقائے حسوم ہیں خلفہ شاہ نجف ہیں

۱۴ واں ایک بزرگی ہے توپاں لکھ شرف ہیں

۱۵ حقرا ہے خورشید حبلال و حشم ایسا لاکھوں سو بھی ہوتا نہیں ثابت قدم ایسا
 نام ایسا دل ایسا شرف ایسا اکرم ایسا ٹھیک جاتی ہے شاخ سر طوبیٰ علم ایسا
 قطرے کے عوض محل دگر دیتے ہیں عباس

۱۶ دامن دُرِ مقصود سے بھر دیتے ہیں عباس

۱۷ کلمے کوئی کی الفت سردا طہسدار دیکھا نہ کبھی عاشق و معشوق میں یہ پیار
 بلبل کو بھی یہ گل کی محبت نہیں زہار قری بھی نہیں سرد کی اس طرح طلب کار
 اک آن فراق ان میں شب و روز نہیں ہے

۱۸ ہر دانہ بھی یوں شمع کا دل سوز نہیں ہے

۱۹ اللہ سے نسب راہ ری توقیر ہے جاہ دادا تو ابو طالبؑ غازی ساشہنشاہ
 علم جعفرؑ پیار ہر بر صفت جنگاہ اور والد ماجد کو جو پوچھو اسدا اللہ
 محسّر ان کو غلامی کا حسین ابن علیؑ کی

۲۰ مادر کو کنیزی کا شرف بنت نبیؑ کی

۲۱ محسّر اپنا سمجھتے تھے یہ نعلین اٹھا۱۱ معراج تھی دو مال کھڑے ہو کے ملا
 ساتھ آغا سدا شاہ کے اور ساتھ ہی جانا حق میں تمنا قدم آنکھوں سے لگانا
 نہ سوتے تو نیکی پہ نہ سردھرتے تھے عباس

۲۲ مانند قرعہ پیر کے مکر کرتے تھے عباس

۲۱ فراتے تھے شبیرؒ کو اسے میرے گل اندام تم نے کوئی ساعت نہ کیا رات میں آرام
کہتے تھے غلاموں کو ہے آرام سے کیا کام راحت ہے جو خدمت میں بسر و عمر دھام
لازم ہے ، ادب آپ ہیں سردار ہمارے

۲۲ جہانگے تو رہے طالع بیدار ہمارے
ہر چند نہ تھا بلبل سے زہرا کے وہ درد لیکن کسے بات آتا ہے اس طرح کا بازو
بچپن سے جو چھوڑا نہ تھا شبیرؒ کا پہلو تھی طبع میں ساری گل زہرا ہی کی خوشبو
خلق اُنس میں ، جوں مردی شاؤ کلفت اس میں

۲۳ تھے علم امامت کے سوا سب شے اس میں
پیدا اُنش عباسؑ کا یہ حال ہے تحریر جب غلہ کو دنیا سے ہوئیں فاطمہؑ رہ گیر
یاد رہتی زبیں مادر عباسؑ کی تقدیر ہم بستر حیدر ہوئی وہ صاحبِ توقیر
جس روز سے آئی تھی ید اللہ کے گھر میں

۲۴ رہتی تھی شب و روز تمنا تے پسر میں
دعوائے کنیزی تھا اُسے جنت نبیؐ سے تھا اُنس بہت ، آلی رسولِ عربیؐ سے
مطلب تھا نہ اپنی اُسے راحت طلبی سے آگاہ تھی ، شبیرؒ کی حال نسبی سے
معروف وہ فقر سے بھی خدمت میں سوا تھی

۲۵ تڑ جان سے فرزندوں پہ زہرا کے فدا تھی
حیدرؑ سے کہیں پہنچتی تھی ، یا شہدہؑ مفدا دونوں میں بہت چاہتے تھے کہیں کوہِ شبیرؒ
اُس لہجہ سے فسوساتے تھے یہ ، فاتحِ خیبر اُنقت تھی عہد کو لڑا سوں سے برابر
یہ دونوں دس وجہ ان رسولؐ دو سرا تھے

صدقے کہیں اُنس پہ تھے ، کہیں اُنس پہ فدا تھے

۲۵ جب صبح ناطق سے شنسی اُس نے یہ تقریر کی حق سے مناجات کر اسے مالک تقدیر
گردے تو مجھے ایک پسر صاحب توقیر میں اُس کو خوشی ہو کے کروں فدائے شہر
مناز غلاموں میں جو حق نام ہو میرا:

۲۶ زہرا کی کنیزوں میں بڑا نام ہو میرا:

مشیر کا تھا نام مناجات میں شامل کس فسرغ نہ مقبول کرے خالق عادل
جلد اُس کو ثمر، غلّی دعا کا ہوا حاصل اللہ نے بخشا پسر نیک مشائ
دکھلائی جو تصویر پسر بخت رسا نے

۲۷ عباس علی نام رکھا شیر خدا نے

مشیر کو عباس کی سادے بلایا اور گرد میں نسر زد کو دے کر بیٹایا
نور اسی، وفا دار غلام آپ نے پایا لعلیں اٹھائے گا تھارسی، ہر جا یا
آقا ہو، سہنشاہ ہو، سردار ہو اسکے

۲۸ مالک ہو حق اور حق مختار ہو اسکے

جہان سے لگا کر اُسے بے شہر خوش خوش یہ تقویت روح ہے اور قوت بازو
اس گل سے وفا داری کی آتی ہے مجھے بُر کتنا برے بابا سے مشابہ ہے یہ گل رو
یہ شیر، مددگاری مشیر کرے گا

۲۹ اللہ اسے صاحب توقیر کرے گا

جب سات برس کا ہوا وہ گیوؤں والا ماں نے کہا، تم نے مری جاں ہوش سنبالا
مانی تھی یہ نذر اور مختارسی واسطے پالا اب تم کو کروں گی میں شہر مستحبالا
حق اللہ زہرا کا ادا کرتی ہوں بیٹا

جہد کیا اُس کو وفا کرتی ہوں بیٹا

خوش ہو کے یہ کی حضرت عباسؓ نے تقریر یہ عین تمنا ہے کہ ہوں فدا ہے شہید
 حاضر ہوں اگر دجلہ فدا ہونے کی تدبیر لازم نہیں آتاں! اہل خیر میں تاخیر
 تو عرصہ میں چھوٹا ہے گل اندام تمھارا

۳۱ پُر غل میں ہر دے گا بڑا نام تمھارا

مادر کو یہ فرزند کی تقدیر خوش آئی لے لے کے بلائیں اسے پرشاک پھائی
 پکڑے ہوئے ہاتھ آگے یہ اللہ کے لائی کی عرض کہ کوڑی نے جودوت ہے یہ ہائی
 مختارین ادا کرنے کا، اس کے مرے سر پر

۳۲ آپ اس کو فدا کیجئے رہڑا کے پس پردہ

کچھ سوچ کے فرزند سے حیدر نے یہ پوچھا شہید پہ ماں تجھ کو فدا کرتی ہے بیٹا
 عباسؓ بتادے مجھے، مرضی ہے تری کیا وہ اہل دفا جوڑ کے ہاتھ کو یہ بولا
 میں عاشق فرزند رسولؐ دوسرا ہوں

۳۳ تو بار جو زندہ ہوں تو توبار فدا ہوں

رد کر اسد اللہ نے دیکھا سوئے شہید جنگاہ کی آنکھوں کے تلے پھر گئی تصویر
 پیاسوں کا خیال آگیا، حالت ہوئی تغیر یار آنی مہسری مشک، کیلجے پہ لکیر
 طاقت نہ رہی ضبط کی احمد کے دھما کو

۳۴ نزدیک تھا، صدے موش آجائے گل کو

خاموش ایتس اب کہ چڑتا ہے دل زار کافی ہے رولنے کو حری ورد کی گفتار
 اس جنس کا گو آج نہیں کوئی خسریا در فیاض ہے لیکن شہر مظلوم کی سہکار
 افسردہ نہ ہو غصہ امید بکھلے گا

کھل جائیں گی آنکھیں وہ ملہ جگر کوٹنے کا خم شد

رباعی

جس وقت نزدیک وقتِ طلت ہوگا یارو کیسا ہی معشامِ حسرت ہوگا
کوئی عملِ نیک نہ ہوگا جز باس آخر کو وہی رفیقِ تربت ہوگا۔

رباعی

کوئین کی دولت ہے عنایتِ تیری ماں باپ سے بھی سوا ہے شفقتِ تیری
ستوجپِ رونقِ ہوں اگر عدل کرے یارب بخش دے تو رحمتِ تیری

سلام

آکے جو بزمِ عسنا میں رو گئے بکری وہ منہ دھویاں دھو گئے
یار آیا عامیہ ماسور کا چہنیں پاؤں پھیلا کر کھد میں سو گئے
اشک کیا نکلیں کڑے احوال پر کھٹے کھٹے قلبِ پھس ہو گئے
موت آئی ہے مہترِ الفسراق آج دھمے سب برابر ہو گئے
ہاتھ سے جساتارِ القہر جات جہان لے کر آئے ہے جہاں ہو گئے
عنایمِ منانی میں کیساتم کو ملا اور کچھ اپنی گرہ سے کھو گئے
راحتِ آبادِ عدم ہے خوب جا پھر نہ آئے وہ جہاں سے جو گئے
جھمکوی اور بیڑیوں کو دیکھ کر دستِ دیا عابد کے ٹھنڈے ہو گئے
چھو گیا منہلِ مجرنا دک سے صلق فصلِ سی جہاں اپنی افسردہ کھو گئے
خونِ گردن سے جو نکلا گرم گرم بھس کے آہِ سرد ٹھنڈے ہو گئے
آکے تربت پر چکارے شاو دریں آئے آج افسردہ ایکسے ہو گئے
عالمِ پیری میں یہ غفلتِ انہیں رات بھر جگے سسور کو سو گئے

(۱۳)

بیعت کے مسئلے سے شہادت تک

عل

جس دم یزید شام میں منڈنیں ہوا سب ملک روسیہ کے زیر نگیں ہوا
سٹیئر سے زیادہ اسے بغض و کین ہوا ایذائے اہل بیت کے دہلے لیں ہوا

کہتا تھا سلطنت کا تو سامان درست ہے

نقشہ نہ ان پہ ہو کر ریاست پرست ہے

م

خط حکم مدرستہ کو کھتا بہ شہدند معضون یہ تھا کہ توبہ اطاعت نری نہند
بیعت بری، حسین سے لے تو برجہ رکند میں فوج بھیجتا ہوں کرے گی بحر مدد

بیعت کریں، تو جلد بدھس بھیج دیجیوں

راضی نہ ہوں اگر کاٹ کے سر بھیج دیجیوں

م

پہچا اُسے مدینہ میں جب نامہ برید پڑھ کر وہ خط بہت متروہ ہوا وید
وہ میں کہا یہ ظلم تو ہے عقل سے بید میں فاطمہ کے لال کو کیوں کر کروں شہید

دعائے سلطنت بھی نہیں، بے قصور ہے

ایسے کنارہ کش پہ قسم کیا ضرور ہے

م

آخر کسی کو بھیج کے شہد کر کیا طلب بھائی، بیٹھے شاہ کے حاضر خوب کعب
فرمایا اُس سے جا کر میں آؤں غدا وقت شہد معلوم ہے مجھے، جو بولنے کا ہے سبب

سب جانتے ہیں، بیعت غاسق حرام ہے

اُس کی طلب بھیما یہ اجمل کا پیام ہے

گھبرا گئے یہ سس کے عزیز رفیق دیار قائم نے رکھ لی سائے شفیق آبِ دار
اکبر نے بھی طلب کیا اسبابِ کارِ زور آئے کمالِ غیظ میں، عباسی نامِ دار
کہہ کر یہ بات صورتِ خیر اٹھ کھڑے ہوئے
حاکم کے گھر نہ جائیں گے ہم بے ڈرے ہوئے

زینب کے دونوں بیٹوں کو اسی دم دیا نہ تاب جا کر حسرم سرا میں کہا باہد اضطراب
حاکم کے گھر میں جاتے ہیں شاہِ فلک جناب اتنا! ہمارے نیچے لادیکھے شتاب
بگڑے گی حر، تو خون کے دریا بہائیں گے
کام آج بھی نہ آئے تو کس کام آئیں گے

سُن کر سٹھ ہے، ہر گیا زینب کا رنگ زرد آنسو بھرا آئے آنکھوں میں، اٹھا جگر میں درد
بول کیجو مقام کے، اور گاہ بھر کے سرو کیا والیِ مدینہ ہے آمادہٴ سپرد؟
ایسی علیٰ کے لال سے فقیر کیا ہوئی
کیا حسرم، کیا گناہ ہوا کیا خطا ہوئی

بھائی کو میرے پاس بلاؤ! منوں میں حال کیا بات ہے جو خاطرِ اقدس پہ ہے ملال
تنہا چھل نہ جاتے کہیں غلطہ کا لال بھائی پہ کچھ بنے گی ترکھوں کی سر کے بال
شاید دعا ہو، جنگ کا سماں لئے چلیں
حاکم کے گھر میں ساتھ مجھے بھی لئے چلیں

زینب یہ کہہ رہی تھیں کہ آئے امامِ دین منہ دیکھ شہ کا، روئے گئیں زینبِ حیز
فراہ شہ لے روئی ہو کیوں؟ خون کچھ نہیں حاکم کے گھر میں جانے کا حید کا جانشین
وہ اور ہے بگر، جھیں جس کا خیال ہے
یاں مجھ پہ بات اٹھائے کوئی کیا مجال ہے

منزل
 کھانچے پہن کو جو حضرت بہ چشم ترا باندھی مشہر بخت کے کر بندے کر
 ڈالا عبا نے پاکب مستند کو دوش پر لے کر عفا نہیں کا پٹے شاہ بکسر در
 یوں ساتھ تھے عزیز مشہر کم سپاہ کے

منزل
 جیسے ستارے چرخ پہ ہوں گرد ماہ کے

حاکم کے در پہ پہنچے تو کہنے لگے امام تم سب رہو یہیں کہیں دار نہ ہا را کام
 پر حب کروں پکار کے حاکم سے میں کلام دراز آئی کہ مدعا ہے وہ مقام
 گھبراتے اتنا کیوں ہو کہیں بے قصور ہوں

منزل
 نے تم ہو مجھ سے دوزخ میں تم کو درد ہوں

پا میں ادب سے کہ نہ کچھ رفیق دیار بولے یہ بات جوڑ کے عبا میں نام دار
 دل کو غلام کے نہیں آئے گویا قرار سائے کی طرح ساتھ نہ چھوڑینگا جاں نثار
 شاید نہ پہنچے یاں تک آواز دور کی

منزل
 کشیں سے رہے گا یہ خادوم حضور کی

کھانکے بھائی کی گئے حاکم کے پاس شاہ اُس نے کہا، متاویہ نے فی حدیث کی راہ
 پڑھیں خطبہ یزید کو اسے شاہ دیں پناہ پڑھ کر وہ خط امام نے کہیں جگر سے آہ
 فسر پایا، سر کھٹے تو کٹے، کچھ اتم نہیں

منزل
 دانستہ دیویں بات سے عورت وہ ہم نہیں

اہم ہیں ستون دین و نشانی رہ یقیں خالق نے اپنے راز کا ہم کو کب امیں
 واللہ ہم ہیں داروغہ سردارِ مرسلین روشن ہمارے نورِ امامت سے ہے زمیں
 گردش سے گوزمانے کی، مظلوم آج ہیں

منزل
 فضل خدا سے عرشِ معنی کے تاج ہیں

۱۵۱
یہ کہہ کے اٹھ کھڑے ہوئے شاہِ ذوالاِہرام قبرِ رسولؐ پر اسی شب کو گئے امامؑ
پٹے مزیجِ پاک سے اور یہ کئے کلام رخصت کر دھیں کو یا سیدِ انام
تربت میں لے کے جلد لگا لیجے پینے سے

۱۵۲
اے انکالے دیتے ہیں مجھ کو مدینے سے

یہ جو کہا اس مٹنے آنسو پہا بہا بس یک بیک مزارِ نبیؐ کا چنے لگا
آئی مزیجِ پاکِ محسنؑ سے یہ صدا ماں باپ میرے تجھ پہ نوا، اور میں فدا
تیرے اُلم سے خیر کیوں دل پہ چلتے ہیں

۱۵۳
جاتا ہے تو، تو تیرے ہم بھی نکلتے ہیں

داں سے دوا ہو کے گئے ماں کی قبر دیکھا کہ بیٹیِ روتی ہیں زینبؑ برہنہ سر
کہتی ہیں اپنے لال کی تم کو نہیں خبر بھائی برا مدینے سے ہے غازی مفسر
لمحہ نہیں پناہ مشہدِ دیں پناہ کو

۱۵۴
سب چاہتے ہیں قتل کریں بے گناہ کو

زینبؑ کو روتا دیکھ کے روئے بہت لام رخصت کا ماں کی قبر کو جھک کر کیا سلام
شب بھر تو گھر میں روئے رہے شاہِ غامدِ دام وقتِ محسوسِ وطن سے چلے سیدِ انام
رہتے پہ شہر کے تو سوار سی کا شور مچا

۱۵۵
ابلی وطن کے ناز و رازی کا شور مچا

مالِ مسختے جو قاطع کے نوؤ عین سے ملتے تھے آنکھیں پاسے مشہدِ مشرقین سے
اُس رات کوئی گھر میں نہ سو رہتا چین سے غل مچا مدینہ ہوتا ہے غالبِ عین سے
رخصتِ حرم سے حوز میں آ آ کے ہوتی تھیں

کو ٹھوں پہ پردے والیاں منڈھانے روتی تھیں

آنکھیں جب عمارتی زینب قریب ہام ان عورتوں سے کہتی تھی یہ خواہر امام
اسے لہر برائے خدا ہے یہ سیراکام ششہ کی سلامتی کی دُعا کچھ بھی دشام
وہ دن خدا کرے کہ خوش تم کہاؤں میں

علا بھائی کو لے کے خیر سے پھر گھر میں آؤں میں
ناکے تلک تو ساتھ تھا خلقت کا زہام سب کو دوا کر کے روانہ ہوئے امام
ابو حسرم کو سنا لئے باعد احترام اس رکن دیں نے کبھی میں جا کر کیا قیام
تھا قصورج حبیب خدا کے حبیب کو

علا واں بھی سیلا نہ حسین حسین غریب کو
صحرائے کربلا میں ہوا جب درویشا اُس رہبر زمانہ کی واں آکے رو کی راہ
منظور تھا کہ ہو دیں ہی فاطمہ شہا چاروں طرف سے قتل کو آئے نگی سپاہ
دریا تھا گرد موج رن افواج شام کا

علا تھا جوں جناب بیچ میں خیمہ امام کا
پیائے مسافروں کو جوشب فوں کا فون تھا خیمے کے گرد بھرتے تھے عباس با دنا
مانند شیر دیتے تھے ہر مار یہ صدا بیدار، ہوشیار، جوانان مَر تھے
نزدیک صبح جنگ ہے، کچھ رات نہیں

علا آتا بھی ہاتھ ہیں، یہ غنیمت کی شب نہیں
جب تلخ کی مسافت شب آفتاب نے جہوہ کیا حسر کے دُرخ ہے جناب نے
دیکھا سوئے تلک شہر گردوں رکاب نے مڑ کر مدار رفیقوں کو دی اس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو

انھو فسریرِ حسری کو ادا کرو

۲۸۴
 ناگاد آسمان پہ ہوا صبح کا ظہور بھیلی سپیدی ہو گئی ظلمت جہاں سرور
 کافور کی طسوع سے اُڑا دئے مد کافور یاد خدا میں زمزمہ کرنے لگے طہور
 آثارِ صبح کے جو عیاں ہوتے جلتے تھے
 حضرت نماز پڑھتے تھے اور دوتے جاتے تھے

۲۸۵
 پیرا سلام جب تراٹھائے دعا کرات خالق سے کی یہ عرض کہ اسے رہتہ پاک ذات
 سب راتیں ہر یکیں نہیں باقی ہے کوئی رات ہے روزِ قتل قطع ہوئی مدتِ حیات
 طاعت کا وقت اچھڑے کھو یا نہیں کبھی
 شاہ ہے تو کہ شام سے سوا نہیں کبھی

۲۸۶
 شرمندہ ہوں کہ کس نے آیا تھا کیا کیا جو حق ہندگی تھا نہ وہ بھی ادا کیا
 تو نے کرم حسین پہ لا اٹھا کیا یاں تک کہ ساری خلق کا حاجت روا کیا
 صدم ہے آج فاطمہ کے نورِ جبین پر
 آسان کر دے قتل کی شکل حسین پر

۲۸۷
 ہتھیارِ سج کے صحن میں آئے امامِ پاک دیکھا کہ اہل بیت گریباں کئے ہیں پاک
 نر یا اوردانا کہ اب ہوں گے ہم پاک ناموسِ مصلحتی نے اُڑائی سروں پہ خاک
 بانٹے شاہِ خاک پہ غصہ کما کے گر پڑیں
 زینبِ قدم پہ شاہ کے گھرا کے گر پڑیں

۲۸۸
 ہو کر دراع گھوڑے پہ حضرت ہمے سوار طفق کئے تھے گردِ عزیز و رفیق و یار
 مانند گلِ مشکفتہ تھا ہر ایک گلِ خندہ تھی فاطمہ کے باغ پہ وہ آخری بہار
 مرے کے شوق میں قدم آگے جو بڑھتے تھے
 ہنس ہنس کے باتیں کہنے میں کیا بھول جڑتے تھے

نکلے پئے جہاد عزیزانِ سٹ و دیں نعرے کئے کہ خوف سے ہلے گی زمیں
 رُو باہ کی صفوں میں چلے شیرِ خشمیں کہنسی جو تیغ بھول گئے صفت کش لیں
 بھی گری پروں پہ ٹپ ل دھڑب کے
 کیا کیا لڑے ہیں شام کے اول میں لڑ بکے

عواریں برسیں صبح سے نصفِ انتہا تک ہنر رہی زمین لرزتے رہے نلک
 کانپا کئے پروں کو بھیٹے ہوئے نلک نعرے نہ پھرو تھے نہ دھیموں کی تھی چمک
 ڈھالوں کا دور برجیوں کا اورچ ہو گیا
 ہشامِ نلسرِ خاں سے فوج ہو گیا

آئی ندائے غیب کہ شہیدِ امرِ حبا اس بات کے لئے تھی یہ شمشیرِ مرِ حبا
 یہ آبرو، یہ جنگ، یہ تو قسیرِ مرِ حبا دیکھا دی ماں کے دودھ کی تاثیرِ مرِ حبا
 غالب کیا عدائے تجھے کائنات پر
 بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

بس اسے ایسے اضعف کر لڑاں جو بند بند عالم کو یاد گار رہیں گے یہ چند بند
 نکلے قسمل سے ضعف میں کیا کیا بند بند عالم پسند بند ہیں، مستطاع پسند بند
 یہ فضل اور یہ بزمِ عزایہ دگار ہے:
 ہری کے دل سے ہیں خسراں کی بہار ہے

رباعی

چل جسد اگر قصدِ سفر رکھتا ہے تو کچھ بھی مآل کی خبر رکھتا ہے
 راحت و نیت میں کس نے ہائی ہے جو سفر رکھتا ہے دردِ سر رکھتا ہے

(۱۳۴)

حضرت مسلم بن عقیل

۱۔

جب کوفیوں نے کوفہ میں مسلم سے دغا کی جو جہد کیا، ایک نے اُس پر نہ وفا کی
کی شرم خدا سے، نہ محنت سے کیا کی مظلوم پر، بیکس پر، مسافر پر جفا کی

پانی نہ دم مرگ ویا تشنہ ذہن کو

کس ظلم سے ٹوٹے کیا آوارہ وطن کو

۲۔

جانے کی کہیں راہ نہ تھی بند تھے رستے کوئی چھ آتے تھے کفر ظلم پہ کتے
گھیرے تھے سوارانِ بستم گار کے دھتے تھے نیچے یہ، اور کونوں سے پتھر پتھر سے

جب دار نہ چل سکتا تھا، اس شیرِ نریاں پر

انگڑے نہیں پھینکتے تھے سوختہ جالِ دہر

۳۔

نزد ہوا اُس مشق کے ہرادل پہ یکا یک تلوار سے کٹ لگے لب ہائے مبارک
پہلو پہ لگیں برچیاں اور چال پہ ناوک دغاں بھی شکستہ ہوئے چرخِ جلیے یاں تک

آنودہ تھی سب ریشِ مبارک جو ہو سے

چھاتی پہ چمکتا تھا ہر بُنِ مو سے

۴۔

جب غش میں گرا خاک پہ دو ٹیکرِ دنیاوار اعدائے کیا مسلم بیکس کو گرفتار
اُس زخمی کے بازو میرا بن بازو کے بیکار کو تھے پر جسدِ اکبر کو سرے گئے کفار

تو ٹوٹے محنت کا ہوادل بھی جگر بھی

مارا گیا مسلم بھی ہوئے قتلِ پسر بھی

بیٹوں لے تو پڑیا بھی کفن آپ رداں کا اور باپ کو کیسا کفن اور غسل کہاں کا
کوٹھے پہ تو سرکٹ گیا اس شمشیر لڑیاں کا اور جائے کفن ہٹوں نے بن پاک کو لٹکانا
خندق میں بھی رہنے دیا گئے فار میں لاش

ملا رشتی سے پھرے کھینچے باز ر میں لاش
اُمد سے دم قتل جو کچھ کی تھی وصیت اس کو بھی بجا لائے نہ وہ اہل شہادت
سب غاصبوں نے غصب کی جو کچھ تھی ہفتا مقدس گئے غصے سے وہ صاحب ہمت
نیزے پہ گیا شام کی جانب سرِ مسلم
محتاج رہا گور کا بھی پیکرِ مسلم

میکے سے اُدھر ہو چکے تھے شہداء رداں منظور تھا کوئے کو بہ سرعت انھیں جانا
مالج رہے اجاب پہ حضرت نے نہ مانا تھا مژدہ نظر امر جو کچھ دل میں تھا اٹھانا
یہ شوق شہادت کا تھا اس عاشقِ نہک
یعقوب نط جاتے تھے یوسف کی طلب کو

ہر منزل و ہر دشت میں کرتے تھے یہ تقریر پہنچا دے کہیں منزلِ مقصود پہ تقدیر
مے جلد ہو یہ راہ، گوارا نہیں تاخیر اب وصل کا مشوق کے مشتاق ہے شبیر
بھائی کی جسدائی کا بڑا رنج و تعب ہے

مسلم سے ملاقات نہ ہو دے تو غیب ہے
جانا تھا اسی سوچ میں وہ عاشقِ باری جس دم کہیں سائے میں ٹھہرتی تھی سواری
پردے کو اٹھا، مسلم مظلوم کی پیاسی حضرت سے کہتی تھی چچا جان، میں داری

کب چاند سی صورت ہیں دکھلائیں گے بابا
کہنے سے ہیں بچنے کو کب آئیں گے بابا!

فرماتے تھے تب شاہِ کراچی کی سفید
گھبراہٹ ہے کیوں جلد سے گھبراہٹ !
میرا بھی یہی حال ہے جو حال ہے تیسرا
بھائی کی ملاقات کو میں بھی ہوں تڑپتا
میں ساتھ ہوں بابا کے بھی ملنے کا یقین ہے
صفر کو تو دیکھو کہ کوئی پاس نہیں ہے

یہ کہہ کے چلے واں سے جروئے شمشاد
وارد ہوا ایک دشت میں وہ دلبسِ زمرا
برپائے واں خیمہ اُردوئے معلقات
دن وصل گیا جب اور لگا پھیلنے سا یا
شونے کہا اب دیکھے صوم کو بھی چل کر
بیٹھے سب رہا نیچے سے کوئی پہ نکل کر

اس روز تھے معلوم بہت حضرت شہید
خاموش تھے خویش و نقاص و تفریق
ہر شہنشاہ تھے مگر افسردہ و دلگیر
تھا دھیانِ خبر پوچھوں جو آئے کوئی رہبر
رخساروں پہ آنکھوں سے کبھی شکست تھے
لب پر کبھی دنیا کی خدمت کے یہاں تھے

قاصد کوئی نام نہ تھا جو مسلم کا نہ لایا
تشویش میں تھا حیدر گزار کا جایا
تا کہ اُسے اک مردِ مسافر نظر آیا
بھرا کے کسی کو اسے حضرت نے بلایا
تسلیم کی اُس شخص نے جھک کر شہیدیں کو
نعلین مبارک پہ لگا سننے جیسے کو

لے بات میں بات اُس کا اُٹھے سید و دل
لے جاکے کندے اُسے اس طرح سے پوچھا
اُسے شخص تو اُس ہے کہ صر سے مجھے بتلا
وہ کہنے لگا کون ہے اُنہوں میں شاہِ ہا
شہ نے کہا کونے کا مسافر تو اگر ہے !
مسلم صوبہ بھائی کی بھی کچھ خبر ہے !

۱۵۱
 زور دے وہ کہنے لگا: کس منہ سے کہوں گا؟
 اور پاؤں میں لاشوں کے مین بازو کے بیچ
 دو نوں سروں کی شام میں جا لے گا خبر ہے
 لاشوں کو سردار چستہ ہانے کی خبر ہے

۱۵۲
 جب مشم نے سنی یہ خبر مسلم بے ہوش
 سینے میں ترپنے لگا دل مشعل لمبو تر
 بلات کا ہوا جوش لگے کاہنے تھر تھر
 منہ کے سونے کو ڈکھا، ہائے برادر
 بلو کے حینے سے ہیں مر گئے مسلم
 ہم کو فتنے تک آئے تو سفر کر گئے مسلم

۱۵۳
 حضرت نے کہا کائنات میں زینب کے یرود کر
 میرے لئے مارا گیا مسلم سا برادر
 کس طرح نہ رزوں کی رستم ہو گیا مجھ پر
 یکس کو ہوا گور و کفن بھی نہ میسر
 اک کوئی کے ہاتھ آگئے فرزند بھی اُس کے
 پردیس میں ماں سے گئے دل بند بھی اُس کے

۱۵۴
 بیٹھی ہے کہاں دختہ مسلم کو تو لاؤ
 رد کر کہا کلثوم سے زینب نے کر جاؤ
 جلدی اُسے لا کر مری چھائی سے لگاؤ
 کبرئی و سکینہ کی مصاحب کو بلاؤ
 دیکھو کہیں یاں ہوگی کہاں ہوگی سکینہ
 وہ بھی وہیں ہووے گی جہاں ہوگی سکینہ

۱۵۵
 یہ سننے ہی کلثوم بلانے کو چلی تھی،
 تھی ساتھ ہی اُن دونوں کے مسلم کی بھی بیٹی،
 جو سامنے کبیری و سکینہ نظر آئی،
 حضرت کے قریب آ کے پرستورہ بیٹھی
 یوں پیار تو کرتے تھے بیٹی تھی جب آکر
 اُس روز بہت پیار کیا چھائی لگا کر

حضرت نے پھر اہستہ یہ منہرایا بہن سے لے آؤ وہ دو میں نے جو رکھوائے ہیں بندے
 زینب! انہیں لے آئیں جو شہید کے آگے حضرت نے دکانوں میں بھتیسی کے پھانے
 آنکھوں کو بھی ملتے تھے رخسار سے اس کے

۲۱۷ منہ پر بھی رکھ دیتے تھے منہ سار سے اس کے

کیں اور بھی چیزیں کئی منگو کے عنایت اور سر پہ بھی ہاتھ اس کے پھرایا ہمدافیت
 شک دل میں پڑا لڑکے کے دیکھو حریفیت کہنے لگی کچھ سوچ کے اور تھا مہ کے رقت
 اس نطف فراواں کا سبھ کیا ہے چچا جاں

۲۱۸ اطاعت بھتیسی پر کیا ہے چچا جاں

آواز مجھ آج وہی ہے نظر آتا جس طسرح میتوں پہ کوئی رحم ہے کھاتا
 اس پیار پہ دل ہے مارتے ہوا جاتا کچھ تو ہے کہ دل سینے میں تسکین نہیں پاتا
 کولے سے بڑی دُور سفر کر گئے بابا،

۲۱۹ کیوں آپ نہیں کہتے ہیں کیا مر گئے بابا،

یہ کہہ کے وہ بیٹی تو کہا شاہ نے رورو بابا کی جگہ اپنے تم اب مجھ کو ہی سمجھو
 ماں ہے تری اب میری بہن زینب خوش خو کب سنی دستکین سے زیادہ ہے مجھ تو
 عشم بے پردی کا تجھے معلوم نہ ہوگا

۲۲۰ سب ہوگا پر ایک مسلم منظر معلوم نہ ہوگا

یرغنے ہی سر بیٹ کے چلتا آئی وہ دھڑ ہے سے مرے بابا میں تمہیں پاؤں کی کیڑ کر
 میں جیتی رہی آپ گئے جانب کو فر کس بے کسی سے تکل ہوئے صدقے میں تم پر
 ہمسان پہ کچھ جسم بھی کھایا نہ کسی نے

تکواریں چلیں تم پہ بچت یا نہ کسی نے

۲۵۰ بیٹی کی مٹی زوہرِ مسلمؐ نے جو زاری سر پر سے پروا کر پڑی گھبرا کے پکاری
کیا آئی خبر کیا ہیں کیوں روئی ہو فاری بیٹی نے کہتا ٹوٹ گئی آس ہزاری
اب کیا کہوں تقدیر مری سو گئی اتناں

۲۵۱ پردیس میں بن باب کی میں ہو گئی اتناں

تم رنڈ ہوئیں ناک سے اب تھک کو بڑھاؤ اب مدد مل گئے بل کے میں تم سے ادا دھراؤ!
اب ماحی صفت پیٹنے رونے کی بچھاؤ مالوں کو پریشان کرو خاک اڑاؤ!

۲۵۲ تم آنکھ پیسر رہتے تھیں مشتاقِ خیر کی
آئی ہے سستانی مرے مفلسوں پر کی

پیغام رنڈا ہے کاستنا بیٹی سے جدم منہ پیٹ کے اتھوں سے پکاریا ہوا بصد فم
ہے بچے مرے والی مرے صاحبِ غریب ہم لاشے پر وہاں کس نے کیا ہونے کا ماتم

۲۵۳ میں جیتی ہوں صدمہ صدمی جانِ حریف پر
کس بے کسی سے لاش پڑی ہو گی زمیں پر

بے درد ہیں زخموں کو کیا ہو دے گا کس نے سر زخ میں زانو پہ لیا ہو دے گا کس نے
بے کس تھے کفن تم کو دیا ہو دے گا کس نے تربت میں نہیں دفن کیا ہو دے گا کس نے

۲۵۴ پردیس میں فرزند کہاں چھٹ گئے ہونے
نرخ میں مرے بچوں کے دم گٹ گئے ہونے

اتنے میں صدا حضرت زہرا کی یہ آئی اسے زوہرِ مسلمؐ الم و غم کی سستانی
تو رنڈ ہوئی آج محسوس کی ڈھائی حادثہ کی سستانی تجھے قسمت نے سنائی

تھزار ہی ہے قبر تھی تیری نفاں سے
پڑ سنا تھے دینے کو میں آئی ہوں جہاں سے

دارث جو ترالال پہ میرے ہوا فتراں اے راند پہو مجھ پہ ترا اب ہوا احسان
تہائی کا تو مسلم بے کس کی نہ کر دھیاں میں پاس تھی جس دم وہ ہوا خونِ جی غلطان
آگے میرے کفن میں ترا راج لٹا ہے

۲۱

دارث کا ترے سر مرے زانو پہ کٹا ہے
لاش اُس کی لیں کھینچ لے جاتے تھجیاہ سر نکلے پڑی پھرتی تھی میں لاش کے ہلواہ
کرتے تھے رسولی عربی ناز جہاں کا د لائے تھے کفنِ ظہر بریں سے اسٹڈا تہ
گفتا کے علی قبر میں لاشیں اس کی دھر چکے
محبوبِ حُسد آپ اُسے دفن کر چکے

۲۲

زہر کا بیاں مسن کے یہ بہا ہوا محشر تڑپے پسر مسلم مفلوم زمیں پر
چھاتی سے لگا کر انہیں کہنے لگے سرود اب صبر کرے تم کو خطا خالقِ اکبر
جو ہونا تھا سو ہو چکا اس کشتہِ خم پر
اب باقی رہا وہ ہے جو کچھ ہونا ہے ہم پر

۲۳

اب تم کو یہ بہتر ہے کہ پھر جہاں و وطن کو مادر کو بھی ہمسرا وادر چھوڑی بہن کو
ما تم میں گوارا نہ کر د رنج و محن کو وہ کہنے لگے سن کے یہ حضرت کے سخن کو
اب جنگ سے منہ موڑ کے جائیں گے نہیں ہم
حضرت کے قدم چھوڑ کے جائیں گے نہیں ہم

۲۴

ہے وقتِ دعا حق سے ایتس اب تو دعا کر جو حاجتیں ہن لوگوں کی صلیں ان کو روا کر
ان تعزیرہ داروں پہ تو الطاف و عطا کر معروض جو مومن ہوں تو فرضِ مان کا ادا کر
محتاج نہ ہوں تیرے سوا اور کسی کے
اور حشر میں ہوں ساتھ حسینِ ابنِ علی کے

نہ شد

(۱۵)

فسرندانِ مسلم

۱۔

جب قاتل بھولا لہوئی سستید والا بچوں پہ عجب حادثہ تقدیر نے ڈالا
کوئی نہ بیبیوں کا رہا پوچھنے والا تھے ننھے سے سینوں میں کیلئے تھپالا
قیسو بھی پریشان تھے کڑے بھی پٹے تھے

۲۔

خوشید سے منہ گردیتی سے آئے تھے
پر دیس میں مصوموں کا دشمن تھا زمانہ نئے بیٹھنے کی جاتھی نہ رہنے کا ٹھکانا
بن باپ کئی روز سے کھایا نہ تھا کھانا تقدیر میں عسّم کھانا تھا یا اشک پہانا
ہے ہوئے آپس میں یہی کہتے تھے اکثر
ساتھ آئے تھے افسوس چلے باپ کو کھوکھرا

۳۔

یہ کہتے تھے اور روتے تھے وہ ہجرہ میں تصویر آبل پھرتی تھی دونوں کی نظریں
تھا شور منادی کا یہ ہر راہ گذر میں بیٹوں کو نہ مسلم کے چپانے کوئی گھر میں
بتلا دے کسی حجرے میں گرند میں دونوں
حاکم کے گنہگار کے فسرند میں دونوں

۴۔

دو طرفہ جیسے بھاگے میں کل تاقی کے گھر سے کر لہو گرفتار جو آنکھیں ادھر سے
خوشید سے ماتھے میں تو حجرے ہی حجرے چھوٹے سے عمارے ہیں جو پلٹے ہوئے سرے
گوذمی ہوئی زلفیں بسترِ دفن پر طوی ہیں
آنکھیں کھیں آہو کی بھی آنکھوں سے برمی ہیں

ہر نہکے پر تھا حکم یہاں دونوں کی خاطر
اور پھرتے تھے حیراں وہ دینے کے مسافر
دربار میں غل تھا کہ کرو جلد انھیں حاضر
کوئی نہ مددگار تھا، سنے حسد اظہار

پہرتی تھی آجمل ساتھ جبر جاتے تھے دونوں

پیشا بھی کھڑا تھا تو ڈر جاتے تھے دونوں

اک پھر زن استے میں نظر آگئی ناگاہ
یوں کہنے لگے اس سے بعد عمر وہ ذی جاہ
داساد کے آنے کی کھڑی دیکھتی تھی راہ
اک دوپہر اس گھر میں آماں دو وہیں اللہ

معصوم ہیں ہم بے وطن و دار و خیز ہیں

مظلوم ہیں، ستید میں گنہگار نہیں ہیں

اس بستی میں دیندار نظر آئی ہیں تو
تم سے تو جب طرح کی آئی مجھے خوشبو
وہ بولے کہ تم دونوں ہر کس باغ کے گرد
کہنے لگے تب چپکے سے وہ دیکھ کے ہر سو

رکتے ہیں دستہ ابستہ رسولِ عزلی سے

مسلم کے پسر ہیں ہیں کیونہ کسی سے

دونوں نے ہر منٹ جو کہا اس سے یہ بعد
کہنے لگی میں تم کو چھپتا رکھوں گی کچھ ہو
تھی مومنہ، معصوموں پر رحم آگیا اس کو
میں صدقے گئی، اُدھری بی بی کے پیارو

جہاں ہوتے جا کر ستم ایجاد کے گھر میں

دونوں کو اجل نے گئی جلاؤ کے گھر میں

کھانا بھی نہ کھایا، نہ پیادوں نے پانی
وہ نیند نہ تھی موت کی گویا تھی نشانی
اور سوئے مجھ مسلم، مظلوم کے جانی
دروال سے پہ آپ بچا، اُدھر ظلم کا پانی

چلا یا ضعیف کو یہ زنجیر حصار کو

کوسوں کا تھا آیا ہوں در کھول دے گر

یہ سن کے صیغہ کا لگا کاچنے اذام بولی یہ جھداکنے کا ہے کوٹا ہنگام
دربار سے ہر روز تو آتا تھا میرٹام چلا کے وہ بولا کہ کہیں تھا مجھے کیا کام

درد کھول نہیں آگ لگا دیتا ہوں مگر کو

لے تو نہیں آئی تو گرا دیتا ہوں درد کو

درد کھولا تو کس غیظ سے آیا وہ بد افعال حسین کا کہیں خنجر کہیں تلوار کہیں دھال
تھی ریش تو کٹی ہوئی، مونچھوں کے کٹھنبل اندیدہ بدین تھے جوں سانغڑوں لال

آواز بھی ایسی کو گزرتی تھی فلک سے

ہلکی تھی زمیں پاؤں کے درد کھنے کی دھمک سے

اس طیش میں کھانا بھی نہ جلا دے کھایا پھر خوابِ اجل نے اسے بستر پر چھڑایا
باقی تھی پہر رات کہ پھر ہوش جو آیا ابلیس نے سوتے ہوئے نینتے کو جگایا

پھولوں کی بہک جھڑے سے دالان میں آئی

آواز بھگدے رونے کی پھر سرکان میں آئی

مہر یک مثالِ ولی کافر تھا وہ سب گھر ہر شے صفتِ گرگ لگا ڈھونڈ لے اُٹھ کر
قالم نے سرانے سے لیا بات میں خنجر پڑے ہوئے دیوار گیا بھڑے کے اندر

وہاں مسلمِ مظلوم کے پیارے نظر کرتے

اک بیچ میں دو عمرش کے تارے نظر کرتے

جاگے جو کئی رات کے تھوہ جس کا افکار سوتے تھے دھڑے پیار سے رخسار پہ رخسار
تصور سے بستر پہ کشیدہ تھے تین زار بار میں جو گئے میں تھیں تو با دیدہ خونبار

اک سینے کا تھا کس جو اک سینے کے اندر

آئینہ نظر آتا تھا آئینہ کے اندر

۱۱۰ بازو پہ جو چھوٹے کپڑا دست جفا کار
تو کون ہے کہنے لگا وہ چونک کے اک بار
جھنجھلا کے کہا اس نے کہ میں گھر کا بیل ٹٹار
تب بھائی کو چونکا کہ یہ بولا وہ دل انگار

جس بات کا دھڑکا تھا وہ آفت کی گھڑی پر

کیا سوتے ہوا شوکر اجل سر پہ گھڑی ہے

۱۱۱ گھبرا ہوا خوف سے اٹھا وہ دل آرام
عالم نے کہا کون ہو تم بیکس و ناکام
وہ بولے، ماں دیکھا جو بتلائیں تجھے نام
اس نے کہا ہاں وہ دعا تو بولے وہ محل اذام

کھینچے ہوئے ہے ہاتھ میں تو تیغ جفا کو

ڈر لگتا ہے تجھ سے ہیں فدا من لئے خدا کو

۱۱۲ رگڑ لگا کہنے کر سب سے ہمیں منظور
پہاں شکنی ہوئے یہ اپنا نہیں دستور
ڈر ڈر کے یہ کہنے لگے وہ بیکس و مجبور
اے شخص ہیں میں پسیر شہلم مغفور

تھا قتل کا ڈر اس لئے گمراہ کے چھپے میں

کر رحم کر دامن میں ترے آگے چھپے ہیں

۱۱۳ سننے ہی جفا کار نے پس آنکھ کو موڑا
یوں بازوؤں کو زور سے پکڑا کہ نہ چھوڑا
رشتی سے انھیں بانہ لیا عہد کو توڑا
بچوں نے کٹی بار بندھے ہاتھوں کو جوڑا

جب کھینچتا تھا لڑکے پھلتے تھے وہ بچے

پر شجر سے باہر نہ نکلتے تھے وہ بچے

۱۱۴ دکھلاتا تھا خنجر انہیں جب کرتے تھے فریاد
بچوں پہ یہ دھک ہائے تیوں پہ یہ بیداد
دو آنے تلک کھینچتا لایا رستم ایما د
کمزور تھے یہ اور زبردست وہ جسدا د

کوتے بھی پھٹے ٹوپیاں بھی گر گئی سر سے

مجسمہ کی طرح بانہ دراد دونوں کو در سے

جس وقت نمودار ہوئے صبح کے آثار دریا پہ چلا لے کے یتیموں کو جفا کار
چلائی پل پچھے ضعیفہ جس کا رنگار بھابھ کے بچے ہیں یہ ظالم نہ نہیں مار
کیوں قاطعہ زہرا کو نہ لانا ہے کفن میں

۱۱۷ دو پھول تو رہنے دے غم کے چمن میں

بچوں سے بستی تھی جو وہ کھولے ہوئے سر تلوار کے نبولوں سے ہٹاتا تھا سترگر
وہ کہتی تھی تو ان کے عوض قتل مجھے کر بچے مے مہاں ہیں یہ بیکس و مضطر
آنکھوں سے قدم ان کے لگانے نہیں پائی
کھانا بھی غصہ بول کو کھلانے نہیں پائی

۱۱۸ جس وقت ہٹانے پر بھی پیشی کئی باری تلوار اسے جھنجھلا کے سترگار نے ماری
پہلے تو کہا تو میں تصدق ہوئی وادی ٹھرتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھا کر یہ پکاری
دوڑے کوئی معصوم گرفتار بلا ہیں

۱۱۹ بچوں کو چھڑا دے کر یہ بے جرم خطا ہیں روتے تھے ضعیفہ کی بھرت پر وہ مردو
کھینچے لئے جاتا تھا یتیموں کو جفا بگو بہ نہ کے گریبان ملک آتے تھے آلسو
خوں دیکھ کے دونوں جو ضعیفہ کاٹے تھے
دمشت سے بندھے ہاتھوں کو آنکھوں پر ڈکرتے تھے

۱۲۰ بچوں کو لئے نہر پر پہنچا جو وہ بیلے پیر اور دیکھی یتیموں نے چپکتی ہوئی شمشیر
دل لپ گئے ہٹ ہٹ کیسکے دونوں تلوار کر رحم کر معصوم ہیں ہم بیکس و دلیسر
مظلوم ہیں، حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا، رحم مرے دل میں نہیں ہے

۲۵

وہ بولے کہ مطلوب ہے گردِ رہم و دیندار
 راضی ہیں ہمیں بچے لے چسپل کر سہرا زار
 وہ جنس نہیں جس کا نہ ہو کوئی خسہ زار
 ہم سے کہیں ملتے ہیں غلامانِ وفا دار
 یوسف کی طرح سوئوں میں جبکہ تلیں گے
 ان لعلوں کے عقدے تجھے اس وقت کٹیں گے

۲۶

گریہ نہیں مطلب تو نہ کر بدعت لے جا
 دل آب ہے دہشت سے لڑتا ہے کلینا
 وہ بار سنگار میں جیتا ہمیں لے جا
 وہ بولن کہ حاکم ہی لے ہے قتل کو سبوتا
 اکودہ ہو میں رُخ انور نہیں دیکھے
 جیتا نہیں دیکھا ہے کئے ستر نہیں دیکھے

۲۷

لوگوں نے کہا مالک و مختار خدا ہے
 کریموں نمازیں تو ادا سر یہ قضا ہے
 وہ بولا نمازوں سے بھلا فائدہ کیا ہے
 جانوں کو بچا میں یہ نمازیں تو بچا ہے
 وہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا
 سر دینا جلالت میں ہے دستور ہمارا

۲۸

نامرولے حمل کیا تلوار اٹھا کر
 سر رکھ دیا چھوٹے نے وہی جلد بڑھا کر
 تب ہاتھ سے چھوٹے کو بڑا بھائی ہٹا کر
 جہا بیٹھا تیغِ دو دم سر کو جھٹکا کر
 عمار چمکتی تھی تو ہٹ جاتا تھا بھائی
 پھر دوڑ کے بھائی سے پیٹ جاتا تھا بھائی

۲۹

یہ کہتا تھا تلوار بڑے پر نہ حمل کر
 ڈر کہہ سر خدا سے یہ جفا کر نہ ستم کر
 وہ کہتا تھا پہلے مرا سرتق سے تسلیم کر
 مل یوں گلے بھائی کے دقت کوئی دم کر
 اک فار میں سر دونوں کے تپ سے آجائیں
 میں ساتھ ہی رشتی میں بند سے ساتھ ہی سوائیں

ناگاہ چہل غلم کی تلوار بڑے پر بالائے زمیں کٹ کے ستارہ سا گرا سر
 دریا میں رستم گارنے بھی نکاتن الہس چٹا کے یہ چھوٹے کہا اتے برادر
 دیکھا جو بڑے بھائی کا سردستہ د میں
 وہ گہ کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو میں

آیا جو شقی تیغ غلم کر کے دوبارا چٹانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا
 مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا چٹانے تن پر سے سر اس کا بھی اتارا
 دھبتا بھی نہ خوں کا لگا خم شیر مرد میں
 بھائی کا بٹو میل گیا بھائی کے لہو میں

جب تک کہ تڑپتا رہا اس کا تن لاغر ٹھہرا رہا پانی پر بڑے کا تن الہس
 چھوٹے کو بھی جب ڈال دیا تہر کے اندر جا پٹا بعد شوق برادر سے برادر
 گر ڈوبتے تھے گاہ اُبھرتے تھے دھلی
 خور شید سے دریا میں نظر کرتے تھے دھلی

غاموش! ایس! اب کہ ہے دل پر لہم صنگ یہ مرثیہ تو لیں گے جواہر میں مسخ
 دنیا کی دورنگی سے نہ کردل میں شش و پنج مومن جو ہیں انکے لئے یاں رنج ہے داں گنج
 مطلب نہ کسی سے نہ عطا ہے کسی سے
 یوں گے بسلا اس کاٹھیں ابن علی سے

نہش

رباعی

دولت کی ہوس ہے نہ طمع بل کی ہے خواہش منصب کی ہے نہ اقبال کی ہے
 ہے ذات نری جو تو و غفار و وطنی امید تھی سے ترے انفصال کی ہے

سلام

بھرا ہے غم ستہ سے سینہ ہمارا
 دل صاف رکھتے ہیں ہم پاک طینت
 پکارے نئی قبر سرد در پہ آکے
 ہوئی سحت ایذا زمانے کے ہاتھوں
 پستی جو بیٹی تو کہتے تھے حضرت
 نہ چھائی سے لپٹو کہ اب شرمین میں
 بجز پنجش کچھ نہیں نقش دل پر
 پلے ستہ وطن سے تو کہتے تھے سجاؤ
 یکا یک صدا قبرِ احمد سے آئی
 ازل سے ہے نام علیؑ نقش دل پر
 کہا ستہؑ نے قاتل سے زانو رکھو تو
 حبث بے گنہ قتل کرتا ہے ظالم
 علیؑ ہیں در شہرِ علم بزت
 کہا رقتِ مرگب یسرو کے شہ نے
 حرم کہتے تھے تھے یہ ایسے میں طوفان
 حرے کہا حشر نے ناجی ہیں
 تجھے حبیب دنیا بچے حبیبِ میدر
 کہا ستہؑ نے بھائی رچھوڑے گا بھو کو
 وہ دولت سمجھتا ہے جینا ہمارا

سلامی یہی ہے خسروینہ ہمارا
 نہیں جبرم رکھتا نگینہ ہمارا
 اسی خاک میں ہے دفینہ ہمارا
 گرا سنگ پر آبگینہ ہمارا
 بس اب ساتھ چھوڑ دسکینہ ہمارا
 دبائے گا زانو سے سینہ ہمارا
 ان اسوں کا گھسہ ہے نگینہ ہمارا
 اب اس سال شکل ہے جینا ہمارا
 ہوا آج خصالِ مدینہ ہمارا
 وہ دُرِ نجف ہے نگینہ ہمارا
 کر زخموں سے ہے جو رسینہ ہمارا
 زمانے کی زینت ہے جینا ہمارا
 تنقی اویں کا گھسہ ہے مدینہ ہمارا
 ترے بعد ہے موت جینا ہمارا
 کہ فتنی مسیں ڈوبا سفینہ ہمارا
 ہمارے خسروینہ ہمارا
 وہ کستی تری یہ سفینہ ہمارا

(۱۶۱)

دینے سے کرنا تک

نفس زنیہ میر کا مدینے سے سفر ہے سادات کی بستی کے اجڑنے کی خبر ہے
دریش ہے وہ غم کہ جہاں زبیر دُور ہے غل پاک گریباں ہیں، مبالغہاں ہر ہے
غل رُوم صفت غنچہ کر بستہ کھڑے ہیں سب ایک جگہ صورتِ گلستہ کھڑے ہیں

رُخصت کے لئے لوگ چلے آتے ہیں باہم ہر قلب حزین ہے توہر اک چشم پر پر غم
ایسا نہیں گھر کوئی کہ جس میں نہیں ماتم غل ہے کہ جلا دلبرِ مخدومستہ عالم
غلام کھڑے پٹنے ہیں قبرِ نئی کے رُومے پہ اُرداسی ہے رحولِ عربی کے

تدبیرِ سفرِ دنیا میں ادھر سب جلا میر تدبیر میں کبھی آتے ہیں کبھی جاتے ہیں باہر
اسبابِ نکلواتے ہیں عباسِ دلاور تقسیمِ سواری کے تردد میں ہیں اکبر
مشتہ کو حسیں لے جانا کہ وہ آیا ہیں گھوڑے
حالی ہوا اعلیٰ چلے آتے ہیں گھوڑے

عوراتِ محلہ چلی آتی ہیں بعد غم کبھی ہیں یہ دن رطبتِ رہزاسی نہیں کم
پُرسے کی طرح رونے کا غل ہوتا ہے ہر دم فرش اٹھتا ہے کیا بچتہ دگر یا صفتِ ماتم
غل ہوتا ہے ہر سمت جُدا ہوتی ہے زینب
ہر اک کے گلے لٹی ہے اور دلتی ہے زینب

لے لے کے بلائیں یہی سب کر لیں تھوڑے
 سمجھتیں نہیں بھائی کو اسے شاہ کی ہمشیر
 اس گرمی کے موسم میں کہاں جاتے ہیں ہمشیر

اللہ ابھی قیصر پریمبر کو نہ چھوڑیں

گھر غلط زہر اکا ہے اس گھر کو نہ چھوڑیں

ان بی بیوں سے کہتی تھیں یہ شاہ کا بیڑہ
 اس شہر میں رہنا نہیں ملا کسی تدبیر
 بہن! ہیں یثرب سے لے جاتے ہیں تقدیر
 یہ خط پہ خط آئے ہیں کہ مجبور ہیں ہمشیر

مجھ کو بھی ہے رنج ایسا کہ کچھ نہیں سکتی

بھائی سے جدا ہو کے مگر رہ نہیں سکتی

یہ کہتی تھی زینبؓ کہ پکارے شہرِ مادل
 طے شام تک ہوگی کہیں آج کی منزل
 تیار ہی دروازے پر سب ہمدرد و محل
 رخصت کرو لوگوں کو کلب روئے سواحل

چلتی ہے ہوا سرد ابھی دقت کر ہے

بچتے کئی ہوا ہیں گرمی کا فسق ہے

بیت الشرفِ خاص کو نکلے شہرِ ابرار
 فرماشوں کو حبابؓ پکارے یہ بہ تکرار
 روتے ہوئے ڈیڑھ می پہ گئے سقرتِ اہل
 پردے کی قناتوں سے خبردار خبردار

باہر حرم آتے ہیں رسولؐ دوسرا کے

شہر کوئی جھک جائے زچہ کے سوا کے

عباسؓ علیؓ سے علی اکبرؓ نے کہا تب
 پہلے ہوں وہ اسوار تو محل میں چڑھیں سب
 ہیں قافلہ سالارِ محرم حضرت زینبؓ
 حضرتؓ نے کہا ہاں ہیں میرا بھی یہ مطلب

گھر میں مرے زہرا کی جلالتِ علیؓ ہے

میں جانتا ہوں ماں مرے ہمراہ علیؓ ہے

نہایت دو محل جو ہوتی دستِ زہراؑ نازوں پہ چڑھے سب محسوسِ مستی دلا
آنے لگے رہدار کھلا گرد کا پردہ ! عباس سے بولے یہ شہرِ شرب و ہلکا
صد ہے بکھڑنے کا مرے روبرو ہی پر

رخصت کو حبِ لو قسیر رسولِ عربیؐ پر
پیدل شہرِ دینِ روضہ احمدؑ پہ بدھارے ترست سے صدا آئی کہ آ آ میسے پیارے
تغویذ سے شبیرؑ لہٹ کر یہ پکارے ملتا نہیں آرام نواسے کو تمھارے
خط کیا ہے اجل کا یہ پیام آیا ہے انا
آج آخری رخصت کو ظام آیا ہے انا !

یہ کہہ کے ملا قبر سے شہ نے جو رخ پاک ہٹنے لگا صد سے مزارِ شہرِ لولاک
چشمِ جو ہوتی قبر کو کھرا گئے اٹلاک کا بنی جو زمیں میں مہین مقدس میں اڑی خاک
اس شور میں آئی یہ صدا روضہ جد سے
تم آگے چلو ہم بھی نکلتے ہیں لحد سے

اس ذکر پہ رو دیا کئے شہ سر کھجائے داں سے جو اٹھے فاطمہؑ کی قبر سے آئے
پائین لحدِ گر کے بہت اشک بہائے آواز یہ آئی کہ میں صد سے مرے جائے
ہے شور ترسے کوچ کا جس دن کو وطن میں
پیارے میں اُمی دن تر تر تھی ہوں کفن میں

پہلو میں جو تھی فاطمہؑ کے تربتِ شہرؑ اُس قبر سے پلٹے بہ محبت شہِ صفدؑ
چلائے کہ شبیرؑ کی رخصت ہے براد حضرت کو تو پہلو ہوا اماں کا میسرؑ
قبریں بھی جدا ہیں نہ اٹلاک ہمارے
دیکھیں وہیں لے جائے کہاں خاکِ ہماری

۱۷۱
چلائی تھیں رائیں کچلی شکی سوار سی لے گا خیر اب کون مصیبت میں ہماری
آنکھوں سے عینوں کے دُراشک تو ہماری مضطر تھے اپاہج قطعاً کرتے تو زاری
کہتے تھے گداہم کو غنی کون کرے گا
محتاجوں کی فاقہ شکنی کون کرے گا

۱۷۲
روتے ہوئے وہ لوگ پھرے شاہ سدھار جو صاحب قسمت تھو وہ ہمراہ سدھار
کس شوق سے مردانِ حق آگاہ سدھار عابدِ طسوفِ فائز اللہ سدھار
اترے نہ مسافر کسی مخلوق کے گھر میں
حاشق کو کشش لے گئی معشوق کے گھر میں

۱۷۳
دشمن ہوئی کعبہ کی زمیں نورِ خدا سے ننگے نے شرف اور بھی پایا شرفا سے
جھک جھک کے ملے سبطِ پیغمبرِ خدا سے آباد ہوا شہرِ سازوں کا صدا سے
خوش ہو کے ہوا خواہ یہ کہتے غمِ غم کے
سب باپ کی خوشبو ہوا سے نبی کے

۱۷۴
کعبے میں بھی اک دن نہ ملا شاہ کو آرام کونے سے چلے آتے تھے آئے سحر و شام
اُٹھانے گزرتے نہ دیئے حج کے بھی ایام کھولا پیرِ فاطمہ نے بانہ کے احرام
مازمِ طرفِ راو اپنی ہوئے حضرت
تھی ہشتم ذاتِ حق کہ راہی ہوئے حضرت

۱۷۵
ملتا تھا کوئی مرد مسافر جو سرِ راہ یوں پوچھتے تھو اس سو بھرت شہِ زیباہ
ایسا کوئی صحرابھی ہے لے بندہ اللہ اک نہر سو جس میں ہر چشمہ نہ کوئی چاہ
کیا ملتا ہوا اس دشت میں اور کیا نہیں ملتا
ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں وہ صحرابھی ملتا

۲۱ وہ عرض یہ کرتا تھا کہ سببِ شدہ لولاک ہے سخت پُراندردہ وہ صحرائے افلاک
ہنستا ہوا داں جائے تو ہو جاتا ہر غمِ ناک سنا ہوں داں دن کو اڑاتا ہے کوئی خاک
دن رات کو آتی ہے صداسیہ زنی کی
۲۱ درویش کی ممکن ہے سکونت نہ غنی کی ۱۱

چلائی ہے طرقت کوئی ہے ہرے فرزند اس دشت میں ہر مانے کا تو خاک کا ہر بند
تلواروں کو تکرے ہیں بوں گے ترے دلہند پالہ ہیں ہر جائے کا بچوں پہ ترے بند
پیارے تو اس خاک پہ گھوڑے کو گرے گا
۲۲ ہے یہ ہیں خنجر تری گردن پہ بھرے گا

۲۳ ایک شیر ترائی میں یہ جلاتا ہر دی رات کٹ جائیں گے یاں استحرے لال کے بہا
کیا حال کہوں نہر کا لے شاہِ خوش اوقات پانی تو نہیں شور پہ مشہور ہے یہ بات
طا کر بھی دم نشہ دہاں نہیں پیتے
دستی کہی داں آن کے پانی نہیں پیتے

۲۴ اس جانے اُترتا ہے نہ دم لیتا بدوہ گیر ہے شور کہ اس آب میں ہر آگ کی تاثیر
پیاسوں کیلئے اس کی ہر اک موج ہر شمیر اس طرح ہوا چلتی ہر جس طرح چلیں تیر
بھتی نہیں داں پیاس کسی تشنہ گلو کی
۲۴ بر آتی ہے اس نہر کے پانی میں لہو کی

۲۵ اُس شخص سے یہ کہہ کے چلے قبلِ عالم اللہ نے چاہا تو بسائیں گے اسے ہم
حاشن پہ بلا بعدِ بلا آتی ہے ہر دم غم اور بڑھاد صل کا عرصہ جو رہا کم
آفت یہ نئی فوجِ شہنشاہ میں آئی
مسلم کی شہادت کی خبر راہ میں آئی

۲۵۔ دست کیلئے زورِ مسلم کا تھا یہ حال محصل سے گرمی پڑتی تھی بکھرائے ہوئے بال
رولتے تھے یہیں کیلئے سبائیں خوش اقبال وہ کہتی تھی ساتھ آئے تھے چھوٹے مرے دلال
پوچھو تو کہ ہر وہ مرے پیارے گئے دونوں
فرماتے تھے شبیرؔ کہ مارے گئے دونوں

۲۶۔ میدانِ شہادت میں جو دار ہوئے سوڑے داں گھاٹ پہ اُترا ہوا تھا شام کا لشکر
برپا ہوئے ریتی پہ خیامِ شیرِ صفدرؔ پال نہ کئی دن ہوا پیاسوں کو میتر
عباسؔ کو پانی کے نہ ملنے کا الم تھا
بھائی کی بھی تھی فکر، سکیہ کا سخی غم تھا

۲۷۔ وہ بانگ تو سب میں پہرہا ہوا پاسال اب سرورِ گلستاں محسوس کا منو حال
دشمن تو ہیں نولا کھاداک فاطمہ کالال سرخیوں سے رخی ہو، بدن تیروں کی فریاں
بھیجا نہیں دو روز میرانی جو دماں میں
ہیں پیاس سے کانٹے چھل زہر کی زباں میں

۲۸۔ عمامہِ محبوبِ خدا خون میں تر ہے خندوئے عالم کی ردا خون میں تر ہے
بہتا ہے ہوسرے، گلا خون میں تر ہے سارے تر اظہر کی قبا خون میں تر ہے
گرمی کی بھڑک تھی کر ٹپکے جاتے تھے شبیرؔ
زہدار کی گردن پہ ٹپکے جاتے تھے شبیرؔ

۲۹۔ آئی تھی صدا حضرت زہراؓ کی یہ اس آن صدقے ترے اسے قومِ دغا پیشہ کے مہمان
نورِ چلتی ہے اور دھوپ کی شدتِ مری جان بکھروک دوسارے کے لئے، سر پہ میں قربان
یہ دھوپ کا صدمہ نہ سہا جائیگا داری
دوروز کے پیارے ہو غل آجائے گا داری

پتے میں ہے مولا کے ید اللہ کی شمشیر پر صبر کے جوہر انھیں دکھلاتے ہیں شمشیر
ہرزخم پہ ہے شکر ہر ایک تیر پہ تکبیر فرماتے ہیں راضی ہوں میں لے مالک تقدیر
کھانے کی نہ پانی کی راحت کی طلب ہر

۱۲۱ یارب مجھے امت کی شفاعت کی طلب ہر

یہ کہتے تھے حضرت کرشمے برنجیوں والے اور آئے ہیں پشت سواروں کے رسالے
دہنے کو پیادے گئے تلواریں نکالے زہرا کے جگر بند پہ چلنے لگے بھالے
غل تھا کہ گرد نکڑے محمد کے جگر کو
گھوڑے پہ سنبھلے نہ دوزہر کے سپر کو

۱۲۲ ناگاہ گرے گرم زمیں پر شہ ابرار آثار قیامت کے بھوئے دن میں نمودار
اور ہائے پئے قتل بڑھا شہرِ مستحار گردن پہ نمازی کے پھرا خنجرِ خو خوار
فسر زہد زبردست ید اللہ کو مارا

۱۲۳ شمشیر کو کیا احیاء کی جاہ کرا

خاموش ایمس! آہ بہت رنج و عن ہے مجلس میں بپا ماتم سلطانِ زمیں ہے
صد شکر کہ تو ناظمِ اعلیم سخن ہے یاں موتیوں کو بھولنے کے قابض یدِ مہین ہے
کہہ دل کو غنی ذکرِ اسماءِ ازل میں
قدرا میں کی ہے سرکارِ حسین ابن علی میں

رباعی

بھکتے ہیں قوی بھی ناتواں کے آگے کیا متدد زمیں کی آسماں کے آگے
نری سے ملیں سنگ جوتے ہیں دنیاں صفت بستہ میڈیاں کے آگے

رباعی

تاواں کہوں دل کو کہ خستہ مند کہوں یا سلسلہ وضع کا پابند کہوں
اک روز خدا کو منہ دکھانا ہے مجھے بعدوں کو میں کس منہ سے خدا کہوں

رباعی

جستہ رک کو غنی سب کو غرض مند کہوں بے حد میں شرف آنکھیں ناچند کہوں
ہے شیر خدا میں بخدا شانِ خدا اُس بندے کو سو بار خداوند کہوں

مسلم

کوئی ایس کوئی آشنا نہیں رکھتے کسی کی اُس بغیر از خدا نہیں رکھتے
نہ روئے بیٹوں کے غم میں حسینؑ واہ زکبر یہ داغ ہو شش بشر کے بچا نہیں رکھتے
حسینؑ کہتے تھے سو میں گپاؤل پھیندا کر سوائے قبر کوئی اور جانا نہیں رکھتے
سوائے کوثر و نسیم و غلامِ باغِ بہشت یہ اشک وہ میں گم جو بہا نہیں رکھتے
قاعلت و گیسو آمد و دولت دین ہم اپنے کیسے خالی میں کیسا نہیں رکھتے
ہیں تو دیتا ہے رازق بغیر مشقِ خلق وہی سوال کریں جو خدا نہیں رکھتے
فقر و دست جو ہر دم کو سرِ فدا کرے کچھ اور فرشِ بکسر جو یا نہیں رکھتے
مسافر و شبِ اول بہت ہے تیر و تار چسپاںِ قبرا بھی سے جمل نہیں رکھتے
خدا نے آیہ تظہیر جن کو بھیجا تھا وہ پردہ دار سردی ہو یا نہیں رکھتے
سکینہ کہتی تھی کیوں کر نہ دم گھٹے آستانہ وہاں ہیں بند جو جُسر سے ہوا نہیں رکھتے
فلک پر شور تھا کتنا ہے ملحق پاکبِ رسولؐ حسینؑ تیغ کے نیچے گلا نہیں رکھتے

حسینؑ تیغوں کے آگے سے کس طرح بڑھتے

بڑھنے کے پیچھے قدم پیش نہیں رکھتے

(۱۶)

کعبے سے خینوں کا سفر

کعبے سے کیا جب کہ سفر قبلہ دیں نے چھوڑا وہ مکاں دوش محنت کے کیس نے
پائی نہ اماں راز الہی کے امیں نے عسکریم سفر مرگ کیا گوشہ نشیں نے
ڈر پئے تھے غم و سبط رسول مدنی کے

محنت نہ لی حج کی، نوا سے کوئی کے
یار ابن وطن سے بھی پٹھے گھر سے بھی پٹھے بیٹی سے پٹھے، قبر حبیب سے بھی چھوٹے
کچھ بس نہ چلا، تربت شہر سے بھی چھوٹے اور قافلہ کے مرقد انور سے بھی چھوٹے
مضطر کیا بے دنوں نے کعبے میں بھی آ کے

راحت نہ لی شہر میں نے گھر میں خدا کے
کعبے میں دینے سے تھرے سوچ کے آئے تھے اہل حرم کو بھی اسی واسطے لائے
اللہ کے گھر میں کوئی شاید نہ سستائے سو، واں بھی یہ تماخون کہ حج کو نہ پائے
اللہ نے پیدا کیا کعبے میں غسل کو
اور جائے سکونت نہ ملی سبط نبی کو

احسان ملک باندھ چکے تھے شیر ابراؤ جو کھل گیا احسان کے نواسے پر یہ اسرار
ہیں قافلہ حاج کے ہمسرا ہستم گار یا قتل کریں طوف میں یا کر لیں گرفتار
پایا جو تردد کا محمل سرور دیں نے
غمر سے ریا حج کو بدل سرور دیں نے

اعمال میں حج کے تو یہ ہے حکم خدا کا ہٹے کو نہ دو عالم احسرام میں ایذا
الشر کا وہ گھبراہٹ محنت کا نوا سا مستعد کے ستارے کو وہاں آئے تھے اعدا

گر کھولنا احسرام نہ پیارا وہ نبی کا

کعبے میں گلا کاٹتے مسر زبیر علی کا

مضطر تھے شبِ ہشتم ذی الحجۃ کو شبیر تھا قصہ معتم کسٹوے کو فہ ہوں رہبر
کرتے تھے کبھی داس سے درو کے یہ تقریر اب یاں سے کہاں دیکھئے بے بھائی بے تقدیر

پھر کر جو وطن جائیں تو جانا نہ ملے گا

اب ہم کو بجز قبسہ ٹھکانا نہ ملے گا

تھے سب بڑائی کوچ کی تدبیر میں اس مہمات کی تاکے جو ابن حنیفہ نے ملاقات
بھائی سے بغلیں ہوئے شاو خوش اوقات کی عرض محنت نے کہ اس قبلہ مہمات

کو ذ کی طرف جانے میں اندیشہ یہاں ہے

ملک میں کہیں ہوں کہ بزرگوں کا سماں ہے

حیدر ہیں نہ زہرا نہ حسن ہیں نہ حبیبہ تم چار بزرگوں کی نشانی ہو برادر
حضرت ہی کے رہنے سے مدینہ ہے منور من من کے فروغ آپ کا جلتے ہیں سنگر

اس شیع کو بھی گل نہ کریں بھکویہ فلم ہے

اب پنجتن پاک میں حضرت ہی کا دم ہے

حضرت نے کہا ہوتا ہوں ناحیہ ار دانا بھاتا ہے کہے اپنا وطن چھوڑ کے جانا
میں بیکیں و منظوم ہوں دشمن بے نماز اب تو ہے مدینہ میں نہ ملک میں ٹھکانا

حاسد ہے کوئی در پئے آزار ہے کوئی

عاقبت ہے کوئی اور نہ مسدگار ہے کوئی

گشتا نہ سفر گر مجھے کوئی رستا
باہر بھی روئے سے مسکند کے نہ جانا
میں کیا کروں بھائی بچے کچھ بن نہیں پڑتا
مرقد سے بزرگوں کے مقدسے چھڑتا
بے دیشوں کو جیسا مرا منظور نہیں ہے
ہو جاؤں میں قتل تو کچھ وہ نہیں ہے

اس امر کا درپے ہے بڑا بدستم ایسا
باقی رہے دنیا میں مسکند کی اولاد
ڈرتا ہوں یہاں قتل کریں گر مجھے جلاؤ
حرمت حرم کعبہ کی ہو جائے گہلاؤ
کعبہ سے میں نکلوں یہ گواہ بھکب ہے
ناچار ہوں دوری کا سبب پاس رہا ہے

ابن حنفیہ نے کہا تب بہ ساجت
گر جائے تو سوائے یمن جائے حضرت
واں آپ کے والد کے بے شیعوں کی سکونت
وہ لوگ ہیں سب اہل دغا اہل مروت
مجھے کاسرا سفر از تو قدموں پہ گریں گے
پھر جائے زمانہ وہ نہ حضرت سے پھر گریں گے

بالفسر فی یمن میں بھی جو آرام نہ پائیں
شہر دہ سے کنارہ کریں جنگل کو بائیں
خلیفہ بیتا باں میں نہیں بچ گھٹیں
پر بہر خد اکوفہ کی مسرحد میں نہ جائیں
بچوں پہ کریں رحم کہ چھوٹے ابھی ہیں
اس ماہ میں کم پانی ہے اور گرمی کے دلہیا

فرمایا جہاں جاؤں کروں قصہ دھرم کا
چھوڑے گی اجل ساتھ نہ زہرا کے لہر کا
اب دھیان ہے شبیر کو بچوں کا نہ گھر کا
اب کا یہ سفر مجھ کو وسیلہ ہے ظفر کا
گر کوچ سکونے کو فہ نہ ہوئے گا مراد
پھر کون مری قبہ میں سوئے گا براہ

۱۵۱
چڑھنے لگے رہوار پر جب سبٹو پیڑ
فریاد سونے کعبہ کی ہاتھ اٹھا کر
چھٹا ہوں ترے گھر سے میں اے خالق کبر
اس سال ہوا حج بھی نہ خدام کو میسر
پاس آن کے دے سے جو ترے دُور چلا ہوں

۱۵۲
تو عالم و دانا ہے کہ مجھ کو رچلا ہوں
پچھے مرے ہمسراہ میں، مگر کی کا سفر ہے
رستہ بھی خطرناک ہے منزل پہ بھی ٹہرے
پر فضل و کرم پر ترے بندے کی نظر ہے
ہر حال میں سایہ ترے سر پر ہے ہمارا

۱۵۳
ہم پاس ہیں تیرے ترا دل گھر ہے ہمارا
کعبے کی جدائی سے محبت ہوتا ہے مضطر
حاجی سے مجاہد کا کہیں رتبہ ہے بہتر
جس راہ میں جاتا ہے تو اے سبٹو پیڑ
اک ایک قدم پر ہے ثواب حج و کعبہ
الفت ہیں تیری ہے تجھے چاہ ہمارا
یہ گھر ہے ہمارا، تو وہ ہے راہ ہمارا

۱۵۴
گھر چھوڑ کے جنگل کو چلا شہر کا والی
بھلا ہوا برباد، مدینہ ہوا خالی
تھا سایہ حق، سایہ شامشہرِ عالی
شیعوں پر تباہی ستم ایجادوں نے ڈالی
بھولیں گے نہ اشفاق حسین ابن علی کے
پائیں گے کہاں بائے نواسے کوئی کے

۱۵۵
کسی ہے زلزلہ بن مصالح نے روایت
اک دم میں ہوئی فوج طانک کی یہ کثرت
جو حق نہ شمار ان کا تھا ممکن کسی صورت
اُس وقت زمار سے یہ کہنے لگے حضرت
یاد و مرے دیکھے اجرے غم خواروں کو کیا
کیوں مستیذ بکس کے مددگاروں کو کیا

پھر کہنے لگے ہنس کے زارہ سے یہ سرو
خالق کی عنایت سے یہ سااں ہے میر
چاہوں تو گدوں جنگ میں اس فوج سے جا کر
کس زیت پر ہوں طالب جمعیت لشکر
خود ہے مجھے منظور کہ سرتن سے جڑا ہر

۲۱ تا مغرب اُفتِ محبوبِ فدا ہو

یہ کہہ کے زارہ سے چلے سرورِ بڑی شاں
جو آئی بڑا بازو ہے ہوئے فوجِ بنی جاں
سردار نے کی عرض کہ اے دین کے سلطان
ہم شیعہ ہیں، بخشا ہے علیؑ نے ہمیں ایماں
ہم آپ کو روانے کے لئے جانے زدیں گے
فرزندِ یزدانِ شریہ آنجے آنے زدیں گے

۲۲ کس قوم سے دردِ بیش ہے حضرت کو لڑائی
مولانا غلاموں کی نہ کیوں جان پہچانی
کون ایسے ہیں سرکش؟ انھیں کچھ شرم نہ آئی
کرتے ہیں محسد کے نواسے سے لڑائی
جنگ ان سے کریں دیکھے ہیں حکم و خاک
جو آپ کا دشمن ہے وہ دشمن ہے خدا کا

۲۳ شہ نے کہا، شرم آئی ہے کیا نام بتاؤں
وہ اُفتِ احمد ہیں، تیں کیا اُن کو ستاؤں
خیراں کو جو سمجھوں تو بولنے پر نہ جاؤں
سب مجھ کو گوارا ہے جو تکلیف اٹھاؤں
کیوں کر انھیں برباد کروں، محنتِ حق ہوں
لازم ہے مجھ جسم کر میں دھتِ حق ہوں

۲۴ جنات یہ سن کر گئے کرتے ہوئے زاری
اود آگے بڑھی سبیلِ پیرِ بزرگی ساری
یوں جاتا اتحاد و تافلہ عاشقِ باری
جس طرح گھبستاں سے چلے بادِ بہاری
پڑی تھی یہ گرمی کہ مسافر تھے تعلق میں
دوبے ہوئے تھے فاطمہ کے پھولِ عرق میں

۲۴۱؎ گرمی کی اسی طرح ٹھٹھاتے ہوئے ایذا
 طے منزلیں کرتے تھے مشربِ شراب و بطحا
 جو کونے سے ایک مریہ مسافر ہوا پیٹا
 مشتاقِ حلالِ اُس سے ہوئے تئیر والا
 دل محضے ہوا سینے میں اُس خستہ جگر کا

۲۴۲؎ رونے لگا منہ دیکھ کے زحمر کے پسر کا
 رو کر کہا، اے جیسا درگزار کے جانی
 جس دم یہ سنا شہ نے مسافر کی زبانی
 کیا عرض کروں قتل ہوئے، مسلم وہابی
 آنکھوں سے بچے اشک، جگر ہو گیا پانی
 فرمایا کہ راحت میں ہمت اسی خلل آیا !
 منزل پہ نہ پہنچے کہ پیٹا ہم اجل آیا !

۲۴۳؎ واں شہ نے رفیقوں کو بلا کر یہ سنا یا
 بیعت سے مری کو فیوں نے ہاتھ اٹھایا
 مسلم کا بھی سر کاٹ کے نیزے پہ چڑھایا
 میں پھر کے نہیں جانے کا آیا تو اب آیا
 اب شب کو چلا جانے وہ گھر جانا ہو جس کو
 اب ساتھ وہی دے ہوا، مر جانا ہو جس کو

۲۴۴؎ یہ سنتے ہی رونے لگے مسلم کے وہ جلا
 اسلام کے لشکر میں تلامذہ ہو ایک بار
 سر کھول کے پیٹے حشرم احوالِ مختار
 تھا شور کہ آفت میں پہنچے سیدِ ابرار
 کونے میں بلا کر یہ دُعا کرتے ہیں آغا
 اب دیکھیں نئی زاوے سے کیا کرتے ہیں ناغا

۲۴۵؎ مسلم کی جیسے یہ ہوا خونِ دلوں پر
 چھپ چھپ کے اُسی شب کو وہ انہماک
 یا تھے کہیں غمے، کہیں پالیں کہیں بستر
 یا تین پہسرات میں خصال ہوا لشکر
 شام تو سب یادِ سلطانِ زمن تھے
 ظاہر جو ہوئی صبح، تو ہفتاد و دن تھے

جب واں سے نمازِ سحر پڑھ کے چلا تھ
مُسک کو حرمِ روتے چلے جاتے تھے ہمراہ
دارو ہوئے اک دشتِ بلاخیر میں ناگاہ
چلنے سے رُکا، واں فرسِ سحر در کی جاہ

شمرایا کہ کیا جانتے یہ کون سی جا ہے

ہالف نے صدادی کہ یہی دشتِ بلا ہے

یہ مینتے ہی زہوار سے اترے شمر والا
اور چاہا کہ برپا کریں خیمہ لب دریا
مانع ہوئے یک بار پرابندہ کے اعدا
حضرت نے کہا خیمہ جو کچھ مرضی مولا

جو ہم پر جفا ہوگی روحِ حق میں نہیں گئے

ساحل سے کٹا راکیا ریتی یہ رہیں گے

ہفتم سے محترم کی تو پانی بھی بھواند
فرزندِ عیسٰی کے ترپنے لگے فسر زند
تقی فاطمہ کے مہر میں وہ نہر بھی ہر چند
غاصب نہ ہوئے پانی کے دینے پر فرماند

حق اپنا مسخ کے نواسے نے نہ پایا

اک پانی کا قطرہ کسی پیاسے نے نہ پایا

چوبیس برس پہر پیاس میں بچوں نے گزائے
ہجلی علی اصغر کو گلی پیاس کے مارے
آخر ہوئی جب رمویں شب اور بچے گئے تارے
شہ زین کو نسا ز سحر پڑھ کے سہارے

واں جاتے ہی تیخوں سے قلم ہو گیا لشکر

تھا ایک تو کم اور بھی کم ہو گیا لشکر

خاموش اتیس ب کرہت رونے لاجوش
ہو گئی نہ محبتوں کو تری یاد فراموش
انشائے بخشی ہے جہیں چشمِ خطا پوش
کب دیکھتے ہیں نقص کو وہ عاقل و ذی ہوش

تعریف کریں غاصب تو ہے کام کی تعریف

کب اہلِ سخن مانتے ہیں عام کی تعریف

ختم شد

میدانِ کربلا

۱۔

جب کربلا میں داخلہ شاد و دی ہوا دشتِ بلا نموتِ غلبہ بریں ہوا
سرد جھک گیا فلک کا یہ ادبِ زمیں ہوا خورشیدِ محسنِ حسینِ حسین ہوا
پایا خسروِ غازیِ دی کے ظہور سے

۲۔

دشمنِ دغا میں نورِ خدا کا ظہور ہے ذنوں میں روشنیِ تجلیٰ طور ہے
ایک آفتابِ رخ کی ضیا دور دور ہے کوسوں زمین، کھس سے دریائے نور ہے
اللہ سے حسن، طبعِ عنبرِ مرشت کا

۳۔

میدانِ کربلا ہے نموتِ بہشت کا
ہے آبِ نہرِ صورتِ آئینہ جلوہ گر تاہاں ہے مشعلِ چشمِ خورشیدِ ہر بخور
لہریں بساں برق چمکتی ہیں سرے سر پانی پہ پھیلوں کی تھہرتی نہیں نظر
یہ آب و تاب ہے کہ گہر آب آب میں

۴۔

درا تو آسماں ہے، ستارے حباب ہیں
صحرایہ ہر طرف شہرِ دیں لے نگاہ کی سب تم گئی سپاہِ شہیدِ کم سپاہ کی
فسر یا آج چٹ گئے ایڑے راہ کی ہاں اب پسند کرو جبکہ غیمہ گاہ کی
لگے کہیں نہ جائیں گے اس ماضیِ پاک سے

الفتِ ہماری خاک کو کدیاں کی خاک سے

مشتاقِ اس نواح کا حقِ فاطمہ کا لال رہتا تھا خواب میں بھی اس دشت کا خیال
آفاق میں یہ ارض مقدس ہے بے مثال سبز وہاں کا رحمتِ خالق سے ہے نہال
اب تک کسی صدف کو نہ ایسے گہرے
گردوں کو ایک اس کو بہتر قسریے

۷ کی سرورِ بوستانِ حسن نے یہ لفظ آتی ہے اس زمیں کے گھوں سے دہن کی بو
اکبر یہ بولے، تھی ہمیں محسوسِ آنند عباس سے یہ کہنے لگے شاہِ نیک کو
یاں کون سی جگہ تھیں بھائی پسند ہے
اُس شیر نے کہا کہ ترائی پسند ہے

۸ پھیلا جو نورِ ہمسرا صامت دمِ زوال ذروں سے داں کے آنکھ ملانا ہوا حال
سارے نہالِ فیضِ قدم سے ہوئے نہال اختر نے جو پھول تو شاخیں بنیں حلال
پتے حسامِ آسیہ نور ہو گئے
محسوس کے نخل سب، شجرہ طور ہو گئے

۹ زہرا کے اختروں سے زمیں آساں ہوئی عاری جہاں چلے وہ رسیں کھینچاں ہوئی
سب ارضِ پاک غیرتِ باریاں جاں ہوئی ایسا ملک مسدودِ ریحِ امکاں ہوئی
دامنِ جہاں صاف تھا دشتِ کھافت کا
احرامِ باندھا کیے نے اس کے طواف کا

۱۰ بات نے دی صدا کہ ہے ستارِ کربلا محنتِ کارِ کائنات ہے جہانِ کربلا
پہلوں سے آج بھر گیا دامنِ کربلا بس اب نواں بہشت ہے بتِ کربلا
خورشیدِ دیں کے فیض سے کیا کیشن ملے
روشن ہے جس سے عرشِ درجہ ملے

یہ دشتِ ہولناک کہاں یہ چین کہاں جنگل کہاں، بتول کے گلِ پیسیدہ کہاں
 کتبہ کہاں بنی گا، یہ دارِ محن کہاں قبریں کہاں شکستِ دلوں کی؟ وطن کہاں
 آئے ہیں ڈھونڈتے ہوئے اس ارضِ پاک کو
 سچ ہے کہ خاکِ کھینچنی ہے اپنی خاک کو

خوشبو سے ان گلوں کی ہر دشتِ ہلکا باغ چنے کھلے، ہرے ہوئے بلبل کے دل کے داغ
 پہنچا میرِ فلک پہ ہر اک کوہ کا دماغ دریا نے بھی جباہوں کے روشن کئے یادِ باغ
 خورشید بن گئے جلتے ارضِ پاک کے
 تاروں کو گرد کر دیا ذروں نے خاک کے

بہل میں بن گیا شہسبِ طور ہر درخت بالیدل سے ہو گئے ٹکڑے گلوں کے رخت
 آئی صدا فلک سے کہ جاگتے زمیں کے بخت اب اس زمیں پہ سوئے گا عذابِ تاج و تخت
 رفعت کا اس کی فرش سے گلِ عرش تک گیا
 لو آج خاک کا بھی ستارہ چمک گیا

ہوئے فسوس کو روک کے شاہِ فلک وقار منزل پہ ہم پہنچ گئے احسانِ کردگار
 آگے نہ اب بڑھائے کوئی یاں سے راہِ ہوا یہ وہ زمیں ہے جس کے لئے دل تھابے قرار
 قسربانِ اس مکانِ سعادت نفاق کے
 پایا ڈیرِ مراد بڑی خاک چھان کے

آخرِ مسافرِ بے سفر ہو چکا تمام کوچ اب نہ ہوگا، حشرِ ملک ہو یہیں مقام
 مقتلِ یہی زمیں ہے، یہاں مشہدِ تمام اونٹوں سے بار اُتار کے برپا کر دخیام
 حشر لگاؤ شوق سے اس ارضِ پاک پر
 چھبڑ کا ہوا ہے آبِ بچایاں کی خاک پر

نکدے کریں گے جس پہ فلکِ دہ زمیں ہے یہ جس پر کھدا ہے نقشِ شفا وہ نگیں ہے یہ
بطحا یہ ہے امدیہ اربابِ دیں ہے یہ کعبہ یہ ہے، نجف یہ ہے، اقلیدریں ہے یہ

مقی اس زمیں کی قدردارِ سلا بنِ پاک کو

آنکھوں سے سب لگائے ہیں یاں کی خاک کو

۱۵ اُترایہ کہ کے کشتِ اُمت کا ناخدا جتنے سوار تھے وہ ہوئے سب پیادہ پا

حضرت نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا دیکھو تو کیا ترائی ہے کیا نہیں کیا فضا

اکبر شگفتہ ہو گئے محسرا کو دیکھ کر:

عباس جس جوئے لگے دریا کو دیکھ کر

۱۶ بولے یہ اشکِ کعبہ کے شہنشاہِ سریند کیوں یہ مقام ہے تھیں شاید بہت پسند

کی مسکرا کے عرض کر اے شاہِ ارجمند بس یاں تو خود بخود ہوئی جاتی ہے آنکھ بند

شیرابِ پس میں رہیں گے عنایتِ جناب کی ہو

بس کیا کہوں حضورِ ترائی غضب کی ہے

۱۷ گرمی میں ایسی سرد ہوا یا شہِ انام ہے لٹنے کی جا یہ زمیںِ فلکِ مقام

مشہورِ غافر یہ ہے شاید اس کا نام جی چاہتا ہے یاں سے سرکے نہ ایک گام

ایسی جگہ بس اب نہ ملے گی کسی جگہ

کیا لطف ہے جو قبر بھی ہوئے اسی جگہ

۱۸ روتے ہوئے داں سے برے آپ چند گام گویا زمیں کی سیر کو اُترامیہ مقام

انجم کی طسوع گرد تھے حیدر کے دارِ نام شکلیں وہ نور کی وہ قبضں وہ اعشام

زلفیں ہوا میں اُڑتی تھیں اتھول میں اتھتھ

لڑکے بھی بند کھولے ہوئے ساتھ ساتھ تھے

تنگے لگے پہاڑوں کو مسلم کے دونوں لال بھدوں سے کھینے لگے زینب کے لونہال
سبزے سے داں کے اپنی حسن خوش بونے کال کی عرض اس زمیں کا ہر اک گل ہے بے مثال
اے خسرو زمیں یہ جبکہ ہے جلوس کی
خوشبو ہے پاں کی خاک میں طیرِ عروس کی

حصہ سے آئے کھیر سوتے دریا شائلم ایسا شاد ہو کے پکار سے زہے خشم
ابھریا دود پڑھتی ہوئی پھلیاں بہم بولے حباب آنکھوں پہ شاہ ترے قدم
پانی میں روشنی ہوئی حسین حضور سے
لے لیں بلائیں بختہ مرجباں نے دود سے

ٹھہرے کنار نہر جوان مہار مد دھویا کسی نے زخمت کسی نے کیا وضو
گھوڑے جو آئے پیاس بھانے کنار جو بھرا لے انگ انگوں میں شیر نیک نو
کھینچی اک آہ سدا ترائی کو دیکھ کر
انکھوں سے دل پکڑیا بھائی کو دیکھ کر

بولے اے ات جوڑ کے عباسؑ نامور خیمہ کہا بنا کریں یا شاہِ بکسر ویر؟
ایذا ہے حملوں میں بہت اہل بیت پر بیچے ہیں تازگی میں گھوں سے زیادہ تر
کب سے عمارتوں کے ہیں پردے چٹھے جیتے
گرمی کے مارے دم ہیں سبھوں کے رُکے ہوئے

کچھ سوچ کر امامِ دو عالم نے یہ کہا زینب جہاں کہیں دوس خیمہ کر دینا
پچھے ہٹے یہ سنتے ہی عباسؑ با وفا جا کر قریب محلِ زینب یہ دی صدا
حاضر ہے جاں نثار امامِ غیور کا
نرپا کہاں ہو خیمہ اقدس حضور کا

۲۵۔ یوں یہ سُسن کے دھڑخا تو بن دو نگار
اس امر میں بھلا مجھے کیا دخل، میں نگار
خشل ہو یا ترائی، چن ہو کر سبز زار
ہر جا مساندوں کا نگہاں ہے گردار
فتنا کا سنات کے تم نور میں ہو

۲۶۔ اُتر دو ہاں، جہاں مرے بھائی کو چن ہو
آرام کو ترس گئے جب سے چھنا ہے گھر
بہن آفتوں میں پاؤں مینے ہوئے بسر
یہ آندھیاں، یہ گرمی کے ایام، یہ سفر
لن بھر پلے ہیں دھوپ میں، جائے ہیں رات بھر
گرمی سے کیت خشک تھ، جھل اُجاڑتھا

۲۷۔ ایک ایک کوس راوِ جہل میں پہاڑ تھا
ماقل جو تم تو نام خدا سے غلی کے لال
مجھ سے زیادہ بھائی کی راحت کا جو خیال
دریا ت کرو پلے کسی سے یہاں کا حال
واری کسی طرح کا نہ آقا کو ہو سداں
گوشہ ملے ہیں، نہ فضا ہو، نہ سیر ہو

۲۸۔ اب تو یہی بڑی ہے کہ جانوں کی خیر ہو
آج اس زمین پر ہیں لایا ہے آسماں
اب دیکھتے دکھائی ہے تقدیر کیا یہاں؟
آقا کی خیریت کی دعا سا گھو بھائی جہاں
بارب مساندوں کو مبارک ہو یہ مکاں
دشمن بہت ہیں بادشہ خوش خصال کے

۲۹۔ بھائی! بہن تارِ ذرا دیکھ بھال کے
بھائی! سے اس زمین کی کسی بڑبست صفت
سچے وہ امام واقف اسرارِ شش جہت
جو جوئیں ہیں اُن سے بھی لازم ہے صلّت
صدقے گئی حیث سے بھی کرو مشورت
مسائل پہ دشمنوں میں کسی کا عمل نہ ہو

بیٹا مجھے یہ ڈر ہے کہ رتہ و بدل نہ ہو

دستِ ادب کو جوڑ کے اس شیر نے کہا تشویش کچھ نہ کیجئے اسے بہت مرتضیٰ
ہر چند مصلحت مری کیا ادھ عقل کیا لیکن کوئی ترائی سے بہتر نہیں ہے جا:

جو ہر غافل میں ہے یہ وہ فرات ہے

گرمی میں قسبِ ہنر کا آبِ حیات ہے

جس سوز میں پہ دلیر زہرا عمل کرے نہو کسی کا کیا ہے جو مذد بدل کرے
مانع وہ ہو جو دینِ نئی میں غفل کرے کانسر ہے جو حسین سے مذد بدل کرے

دغل اس میں روم کا ہے سلطانِ شام کا

دنیا کی سب زمیں پہ ہے قبضہ امام کا

حضرت کے حکم کا مترصد ہے جاں نثار ارشاد یہ ہوا کہ دیا تم کو اختیار !!
آیا حضور سہل ہمسیر وہ نومی وقار کی عرض، خیمہ ہنر پہ کرتا ہے خاکسار

اُتریں یہیں، یہ مسرتی آلِ رسول ہے

برہ وہ بحسبِ فیض کراچیا قبول ہے

ہر دم رہے انیس زباں پر رضا خدا بھر جہاں میں کون کسی کا ہے آشنا!
دلدار می و محبت و دل جوئی و وفا! معدوم ہے بصورتِ عفا و کیسا

گستاخ ہر کے عرض کیا ہے معاف ہو

ہم نے تو ایک دل بھی نہ پایا جو صاف ہو

لڑاں تک بناب دیکھا ہم نے نڈائی فرو دوسری کا باپ دیکھا ہم نے!
جا پہنچے بہت میں خاک ہو کر حدِ شکر دربارِ التوا پہ دیکھا ہم نے!

میں سزا میں جرم تل جاتے ہیں فرود سس میں مثل بونے گل جاتے ہیں
احشیتِ علی سے باپِ خیر کی طسرح عقد سے ہوں ہزاروں تو کھل جاتے ہیں

رباعی

افسوس ہے عیاں ہے تباہی دل کی کی خوب آئیس خیر خواہی دل کی
کپڑے اُبلے ہیں کے نازاں ہوئے تم برحق گئی دن رات سیاہی دل کی

رباعی

پیسری آئی ہزار بے نور ہوئے یارانی شباب پاس سے دور ہوئے
لورم ہے کلن کی یاد ہر وقت آئیں جو ملک سے ہاں تھے وہ کافر ہوئے

سلام

خبر از خدا کسی سے تو نہ چاہیے غیر از خدا کسی کا بھروسہ نہ چاہیے
ہم غازی سفر میں مبتلا و مسافرو کیا اس سفر میں چاہیے اور کیا نہ چاہیے
ہر اک کے واسطے ہے ترن بقدر حال اُٹھ کر نہ کہ منصب اعلیٰ نہ چاہیے
ہر گز پر نہ ہوگی قبلی مشابہ طور ہر لمحہ کے لئے یہ بیعت نہ چاہیے
پانی کا ذکر کرتے سیکھتے شادا بل بل محال شے کی تمنا نہ چاہیے
کہتی تھی نغمہ شام میں بازار و شوا زہرا کی بیٹیوں کا حاشا نہ چاہیے
یہ گون بل بیاں ہیں تمہیں بکے خبر بھی ہے آل رسول پر ستم ایسا نہ چاہیے

مرقد حیدر اپنے داغ سے روشن رہے ایتیں

شب کو ایک گھر میں اندھیرا نہ چاہیے

(۱۹)

دشتِ بلا

۱۔

ٹلے کر چکے حسینؑ جو راوِ ثواب کو مقتلِ نظیر پڑا شہیدِ گردوں رکاب کو
افتِ جوداں کی خاک سوتھی اُس جناب کو اب عید ہو گئی غلطِ بوترا ب کو
دلِ مثلِ غنچہ داں کی ہوا کھاکے کھل گیا

۲۔

رستہ ریاضِ فلد میں جانے کا مل گیا
مشکرِ خدا کو رنجِ سفر سے ہوا فراغ غربت کے اشتیاق میں بھولا دھن کا داغ
خاطرِ شگفتہ ہو گئی، اور دل ہے باغِ باغ طبقہ پہ حشر تک نہیں ہونے کا بے چراغ
حاصل لے گا حشر میں اس کا رو کشت کا

۳۔

روئے زمیں پہ ہے یہی ٹکڑا بہشت کا
عالم میں قدر و منزلت اس کی بڑا ہوئی گرد اس کی بہرِ چشم ملک ٹوٹیا ہوئی
ہر درد کی خدا کے کرم سے دوا ہوئی یہ خاکِ پاک آج سے خاکِ شفا ہوئی
تیغِ عذابِ حق سے لحد میں پناہ ہو

۴۔

طوفاں میں پاسس ہو تو نہ کشتی تباہ ہو
دریا کو دیکھ دیکھ کے لہرا رہا ہے دل پانی بھی خوش گوار، ہوا بھی ہے معتدل
مولاؐ قدم پکڑتی ہے کچھ یاں کی آبِ و گل بہتر ہے، گر خیام ہوں ساحل کے متصل
پانی سے ات منہ کو لبِ نہروں میں گئے
جاگئے بہت ہیں، پاؤں کو پھیل کے سو میں گئے

نہ سہلایا مشہدے حیرا جو اللہ کی رضا
موقع ہو جس جہگدہ میں نیسے کر دنیا
آرام سے غریب مسافر کو کام کیا
رہتے ہیں دھوپ میں بھی بہت جنتِ خدا
دو چار دن میں عمر کی مدت تمام ہے

میدان سے پھر عرض ہے دریا کو کام ہے
زیب نے جب یہ سرور دیں سے سنا کام
گل سے یوں پکاریں کیجئے کو مقام مقام
کیوں چلتے چلتے آپ نے یاں نہ لگا
بستی بھی ہے کر ل کر بھی ایک نہر ہے؟

اس دشت پر خطر میں اترنا تو قبر ہے
جہل میں ہے بشر کے لئے سو طرح کا ڈر
اُٹھتے ہیں بار بار بگولے ادھر ادھر
دن کٹ گیا تو بوائے شب کس طرح بسر
ظلم میں غل رہے گا درندوں کا رات بھر
بچے بھی مارے ہول کے ہیں ترپنے میں

میرا تو دل اس سے اچھلتا ہے سینے میں
اس سرزمین کے گل نظر آتے ہیں مجھ کو حار
نشر سے کم نہیں رگ جاں کو یہ سبز زار
یہ بادِ تند و تیر ہی ہوتی ہے دل کے پار
اس بن کی خاک سے مری خاطر ہے غدار
کیا رنگ آگے دیکھئے قسمت دکھاتی ہے

یاں کی زمیں سے خون کی بولہ کو آتی ہے
لوگو! مجھے بتاؤ یہ دریا ہے یا سراپ؟
کاسے سروں کے ہیں کہ یہ ہیں ساغرِ حباب؟
موجوں کو دیکھ دیکھ کے ہر دل کو بیچ و تاب
زوبا ہے کون؟ شور ہے کیسا میانِ آب؟
دھاریں لہو کی مل گئیں دریا کی موج میں

لہریں یہ ہیں کہ طغیٰ ہیں تلواریں فوج میں

پوچھو کسی سے مسلح مظلوم کی خبر قربت مرے غریب مسافر کی ہے کھر
بچوں کے اس کے کید ہیں کھٹے کھٹے سزا لاشے بہا دیئے اسی دریا میں کھینچ کر!

رج و غم دالم کی گھٹا دل پہ چھپائی ہے

انماں کے پیتے کی صدا بھڑکائی ہے

عکس

یوں ہنر کی ترائی میں کوئی ہے لودھڑ مڑتا ہے جس طرح سے کسی کا جواں پسر

صاف آتی ہے صدا کہ فدا تجھ پہ ہر دم یاں سوئے گا تو اسے مرے عباؑش نام و در

دوساں کا مقام ہے، جاگِ قلق کی ہے

بہا نسی ہوں میں، یہ صدا شیرچی کی ہے

عکس

غش کھا کے اب میں گرتی ہوں، بھیر نہیں داس عیا سس کو بلا ذکر آئیں بہن کے پاس

اصغر بک رہا ہے سکینے کو ہے ہراس غمے یہاں ہوئے، تو ہوئی زندگی سے یاس

نقشہ وہ بھیر گیا مری جہنم پُر آب میں

ایسا ہی دشتِ بکا، جے دیکھا تھا خواب میں

عکس

آنکھوں میں اٹک بھوکے یہ بے نصیب زمیں اُتر رہیں، رکھوت کی جباگ نہیں بہن

یہ خبر ملے ہے یہ ہے کرب کا نبی آئے اسی کے شوق میں ہم جھوڑ کر وطن

رہنے میں اس جگہ کے حزر کیا فقیر کا

غیم یہاں ہوا تھا جتا بیا ایڑ کا

عکس

کچھ مال و زر نہیں کہ تلف کا ہو جس کے زر یکساں ہے بے وطن کے لئے شہر و دشت و زر

مسکن بکاز میں ہے، یہاں بے گھروں کا گھر کیا جانے اس مقام سے ہو کس طرف سفر

انساں کو چاہئے گناہوں سے پاک ہو

شاید بتا دے خاک اسی جن کی خاک ہو

۱۳۵
پشمن کے بہت غلطی نے کی بگڑے آہ بولیں یہ کرب ہے تو لوہم ہوئے تباہ
ہے ہے حسین کو نہ ملے گی کہیں پناہ ڈوبے گا بحرِ خوں میں دو عالم کا بادشاہ

سر ہر آزاد بی یواس سرزمین کی خاک

بیتے میں رکے گئے ہیں محمدؐ ہیں کی خاک

۱۳۶
اگرے فرس سے حضرت عباسؓ نیک نام بھلائے ادب نیچے کے سب کچھ کر نام
نستراش چاہتے تھے کہ برپا کریں خیام سکواری کچھ گھاٹ پہ آہنہ لڑنا شام

نرنب کے دل پہ ظلم کی شیریں مسپر مٹی

مشہ کی نظر میں موت کی تصویر مسپر مٹی

۱۳۷
کھوٹے بڑھا بڑھا کے لعینوں نے یہ کہا بتلاؤ کس نے حکم اترنے کا یاں دیا؟
ہٹ جاؤ اپنی سعد کے خیموں کی ہے یہ جا ڈھونڈو گزریں کہیں جنہیں دریا سے کام کیا

گرمی میں بند ہوئے گا پانی اسٹام پر

ہو گا دل ہوا کا گذر اس مقام پر

۱۳۸
برہم ہوئے یہ سنتے ہی عباسؓ خوش حال غازی کو شیرِ حق کی طسرح آگیا جلال
قبضہ پہ ہاتھ رکھ کے یہ بولا علیؓ کا لال اب یاں سے ہم کو کوئی ہٹا دے یہ کیا حال

حملہ کریں چپٹھا کے اگر آستین کو

ہم آسمان سمیت اُٹ دیں زمین کو

۱۳۹
دیکھیں ہٹا تو دو نہیں بٹنے کے یاں سے ہم برپا کریں گے اب تو ہیں خیمتِ حرم
گرداں بہت ہے فوج تو ہم بھی نہیں ہیں کم آں بچ بڑھا کے ہٹاتے نہیں قدم

ہم اور خوب جاں سے لڑائی کو چھوڑ دیں

دیکھا نہیں کہ شیرِ ترانے کو چھوڑ دیں

گو فوج کم امٹام دلاور کے ساتھ ہے روج رسول ناسبِ حیدر کے ساتھ ہے
عباسی سا غلام برادر کے ساتھ ہے لاکھوں نہ لے سکیں یہ زمیں سر کے ساتھ ہے
نختہ کے وقت جاں کو نہیں جاں بگتے ہیں

۱۳۷
ہم ایک اور لاکھ کو یکساں سمجھتے ہیں

یاں سے کہیں بتوں کا پیارا نہ جائے گا ہم وہ نہیں کہ حبان کو دارا نہ جائے گا
لاش بھی اٹھ کے یاں سے چار نہ جائے گا مر کر بھی ہاتھ سے یہ کتارا نہ جائے گا
دیکھتے ہیں اس زمیں کے نئے سر کو ہاتھ پر

۱۳۸
قبضہ ہے تاہ حشر ہمارا فطرت پر

اھرا پکارے تب کر دمانیں گے ہم یہ بات اتارے گی آگے فوج ہماری لبِ فرات
بولایے سن کے بازوئے سلطانِ کانت ہٹ جاؤ میرے ہاتھ ہے دستِ حاکمات
کیا تم کو ضرب تیغِ ملی کی غصہ نہیں

۱۳۹
آگے بڑھا قدم تو کسی حق پر سسر نہیں

ہٹ ہٹ کے کھینچنے لگے تیغوں کو اہلِ شر حبش نے بھی رکھ دیا قبضہ پہ ہاتھِ دوم
زینبِ پکاری پیٹ کے محل سے اجناسر بھائی خدا کے واسطے بھائی کی روبر
لشہ شیریشہ حیدر کو روکے !!

۱۴۰
تواری کھچ گئیں ہیں برادر کو روکے

عباسی کو یہ بڑھ کے پکارے شہِ اہم کھینچو نہ تیغِ روجِ ملی کی تمہیں قسم!
اچھا کتار ہزاروں بائی بستم غصہ کریں گے اور کہیں یاں کو حاکم ہم
پہلے کر وہ کام کو تو سر میں ہیں جو

۴۰
۴۰ ہیں ہوں تو ہم ہوں پراقت کو چین

۲۵۷
 بے کس ہیں ہم کو تیرا پکڑنا نہ چاہیے غرت میں قافلہ سے کھینٹنا نہ چاہیے
 گرجن پر بنے تر بجڑنا نہ چاہیے اُشت سے نا احسان کی لڑنا نہ چاہیے

شکلِ حجابِ خلق میں آفسرِ فنا تو ہے

دربارِ اگر قسریب نہ ہو گا خدا تو ہے

۲۵۸
 کیوں کاچے ہر عیض سے اردو پکیوں ہے بل ماسک ہو تم تھا را ہی دریا پ ہے غل
 ہشت میں مرقی کچھ نہ شبا عتبی ہے غل قبضہ کو عظام کو یہ نہیں جنگ کا گل

ما ز مر اکبہ میں تھا را امام ہوں

کاری نے سسر جھکا کے کہا میں علام ہوں

۲۵۹
 سوغا و طاعتہ نہیں طاقت کو دہل جڑا ب زورہ کو تاب کیا ہے بھلا پیش آفتاب
 بخش ہے عزت آپ نے اے آسمانِ جناب ہشتا نہ اس زمیں سے کبھی اپنا پو ترا ب

ارشاد ہے جو کچھ مرے حق میں قبول ہے

حکمِ حضورِ حکیمِ خدا و رسول ہے

۲۶۰
 بندہ ہوں جاں نثار ہوں یا شا و بحر دہر مولا مددِ غم کی کیا تاب کیا جنگیں
 دیدیں گر ان کو آپ مرے ہاتھ باندھ کر ہزار ہوں غلام کی صورت جھکا کے سر

گر یہ جہی کریں نہ شہ کائنات سے

سراپنا کاشِ سودوں میں انھیں اپنے ہات سے

۲۶۱
 لڑا شہ نے میں ترے ہاتھوں کچھ نہ خاںد سسر میرا تیرے سسر پہ نقدِ ہزار بار
 ہے اپنی خاطر کی کر کچھ سے استوار بولا وہ بادِ فک کہ غلامی ہے افتخار

اں یہ ملال ہے کہ سرہن کے کئے نہیں

تیغوں کے سامنے سے کبھی ہم بٹے نہیں

حضرت کے کم سے تو کیا میں نے ہاتھ تمام ہٹ جائیں پہلے یہ تو بڑے آپ کا کام
حضرت نے ہاتھ اٹھا کے کہا اسے سپاہ شام ہٹ جاؤ ورنہ سب ابھی ہو جاؤ گے تم
لاکھوں ہو کر تو ہوا اسے تو کا نہ جائے گا!

بڑے گا بھروسہ یہ شیر تو روکا نہ جائے گا

۱۱

حس دقت یہ سنئے ذبیحہ کے کلام پسا ہوئی کچھ کے غنیمت سپاہ شام
بھائی کو ساتھ لے کے پھرے سید الانام سسر کو جھکا کے رہ گئے جہاں ٹیک نام
کہتے تھے راہ میں کر نہ وار اپنا چل گیا

افسوس ہے کہ ہاتھ سے دریا نکل گیا

۱۲

دقت ایسا اب نہ آئے گا یا سیدی اتم ٹرمی میں پیاس لگتی ہے بچوں کو دم بہ دم
پانی بھی جھاگوں میں بہت رہ گیا ہے کم فسو مایا شرفے چپا ہے اللہ کا کرم
پانی کے بند کرنے پر وہ بھی ٹٹے ہوئے

جنت کے درہا رہی طرفی کھلے ہوئے

۱۳

یہ کہہ کے آیا دھوپ میں زہرا کا آفتاب برپا ہوئے خیم ام ام فلک جنت ب
فدا علی سوچ رحمت حق جس کی بڑی تاب بے چہرہ فلک نظر آنے لگا حساب
میں اس کا سب بتوں کے پیادوں کو بھر گیا

اک آسمان تھا کہ ستاروں کو بھر گیا

۱۴

آقا انیس ہند میں کب تک پھرے تباہ گشتی ہے عسکر بڑے چلے جاتے ہیں گناہ
ضعف اس برس بہت ہے اجل نہ جائے تباہ نبوہ سے فساد کو لے میرے بادشاہ

قریب مڑو مشاود و عتلم نصیب ہو

بس کر جو میں اب کی محترم نصیب ہو

ختم شد

(۲۰)

شب عاشق

ط

جب ساتویں تاریخ کی قتل میں شب آئی غریب میں بھی زادوں پہ آفت عجب آئی
شب آئی کہ فوج غم درج و تعب آئی تھا شور کہ بس موت غریبوں کا آب آئی

راحت نے کن را کیا زہرا کے پسر سے

پانی بھی ہوا بند اسی شب کی سحر سے

ط

ہشتم کو مصیبت تھی قیامت تھی نہم کو اک حشر تھا غیصے میں یہ رقت تھی نہم کو
پہلے پہ عجب پیاس کی شدت تھی نہم کو اللہ نہ دکھلائے جو آفت تھی نہم کو

۱۱ دن بھی گنا جب تو مصیبت کی شب آئی

کھولے ہوئے بالوں کو شہادت کی شب آئی

ط

لاغز پر گھمے کی قلم اس شب کی سیاہی ہے چار طرقت جس کی سیاہی سے تباہی
مرغان ہوا، بر میں تپاں، بکھر میں ماہی تربت سے بھل آئے تھے مجھ کو پٹ الہی

فریاد کا سخت شور رسولانِ سلف میں

یشرب میں تزلزل تھا، ادا می تھی بھف میں

ط

صدے سے ہمارے گدے کا دھڑکاں سے کافور اختر بھی بنے مردِ مکب ویدہ بے نور
غم چھا گیا، راحت دلِ عالم سے ہوئی دُور تصویرِ الم بن گئی جنت میں ہر اک محو

کہتے تھے ملکِ رات نہ ہووے گلاب ایسی

تاروں نے بھی دیکھی نہ تھی تاریک شب ایسی

شیخِ طرب محفلِ عالم تھی جہاں موشش تھی رات بھی شب تیر کے ماتم میں سپر پوش
یہ عالم تھا کہ شادی تھی ہر اک دل کو فراموش ہر چشم کو تھا غم میں سمندر کی طرہ جوش
مفسر تھے علّٰی اشکوں سے مندھتی تھی زہرا

مقتل تھا جہاں شاہ کا حال دہتی تھی زہرا

۱۷

تھا خانہ غم خیمہ شاہنشاہ والا آندھی یہ پریشاں تھی کہ دل تھا تہہ بالا
منہل نہ ٹھہرتی تھی نہ ٹھہول کا اہلا خیمہ بھی اندھیرے میں نظر آتا تھا کالا
فلک اڑتی تھی منہ پر خستہ دم شیر خدا کے

تھا میں یہ جیں فرش بھی خونگوں سے ہوا کے

۱۸

جنگل کی ہوا اور دردوں کی صدائیں تھمتی تھیں بچوں کو چھلنے چھلنے دین
دھڑکا تھا کہ دہشت سے نہ جائیں کہیں وائیں روتی تھی کوئی اور کوئی پڑھتی تھی دعا دین
گودوں میں بھی راحت نہ ڈالتے تھے بچے

جب بولتے تھے شیر تو ڈر جاتے تھے بچے

۱۹

بچوں کے بچنے پر خستہ کرتے تھے زاری طش ہو گئی تھی بالی سکی نہ کئی باری
چلتی تھی درد کے وہ شب تیر کی بیدی یا حضرت عباسؑ چل جان ہمارے
افسوس کہ پانی کا تو قطرہ نہیں گھر میں

اندھا لگی ہے مرے نچے سے جگر میں

۲۰

بتلاؤ شہرِ حق دلہن کیوں نہیں آتے؟ اب رات بہت کم ہے چہ کیوں نہیں آتے؟
آئندہ ہیں کچھ مجھ سے اور کیوں نہیں آتے؟ کیا آج وہیں سوئیں گے گھر کیوں نہیں آتے؟
اب پیاسوں کی منہ یاد بھی بآج نہیں سنتے

حضرت شہرے رونے کی صدا کیا نہیں سنتے

حضرت نے کہا میں تری آواز کے قرباں اللہ تم اب تک نہیں سوتی ہو مری جاں
 غربت میں کہاں راحت و آرام کا ساں برباد کے تم کو تو نہیں چین کسی آن
 اچھی نہیں عادت یہ نہ رویا کردی لی

پہلو میں کبھی مل کے بھی سوا کردی لی
 تھی سب سے بے بہشت علیٰ مضطر ہے تب لڑی ہو گیا تھا شام سے نہ صورت بہ تاب
 مزرگان پر ریش پاک سے تھی بارشِ خدا تاب غوار کیلے پہ چلے جب، تو کہاں تاب
 اک کرب تھا پسل کی طرح جانِ حزیں پر
 اٹھی تھی کبھی اور کبھی گرتی تھی زمیں پر

کبھی تھی کبھی آج چیمبر نہیں ہے حالِ پناہ دکھاؤں گے حیدر نہیں ہے
 بیٹی پہ فلک ٹوٹا ہے مادر نہیں ہے شبِ شیرِ معیت میں ہے شیرِ نہیں ہے
 دیکھا، نہ سنایا جو رسم آج ہے لوگو!
 نازوں کا پلا پانی کو متساج ہے لوگو!

سرگرم تھے مرجانے پہ سب شاہ کے انعام جنش سے کہتا تھا یہ وہ گل کا مددگار
 تم رہو ذرا خیمہ ناموس سے ہشیار ڈر ہے، ذکر ہے بے ادبی شکرِ گفتار
 بے دینوں کو راحت مری منظور نہیں ہے
 شبِ غل جو ادھر سے ہو کہ دور نہیں ہے

یہ ذکر ابھی تھا کہ بیکانہ خبر آئی اسے چاہدے اللہ کے شبِ دو پہر آئی
 حضرت کو ستاروں کی جو گردشِ فقر آئی دلِ یادِ خدا کرنے لگا، چشمِ ہجر آئی
 منہ مایا بڑا اجر ہے بیدار تھی شب کا!
 اسے لٹنے لیرا وقت ہے یہ طاقتِ شب کا!

اب عمر بھی غم ہے نمازیں بھی ہیں آخر بے توشہ پہنچتا نہیں منزل پر مستافر
 ہر وقت ہے ریت دو جہاں حاضر و ناظر اجر ان کا مضاعف ہے جو میں صابر و شاکر
 مشکل نہ کسی رنج کو سبھے نہ بلا کو
 بندہ وہی بندہ ہے جو بھولے نہ خدا کو

۱۵

نام اس کا رہے چہ دوسفر ہو کہ حضر ہو موجود سمجھ لے اسے جنگل ہو کہ گھر ہو
 سجدے ہی کرے دکھ میں کہ راحت میں بسر تیسع میں شب ہو تو نمازوں میں سحر ہو
 عشقِ محلی تر ظلم کے خار دل میں نہ بھولے
 معشوق کو تلوار دل کی دھار دلیں نہ بھولے

۱۶

چمے لبِ سرفراز جو پینے پہ لگے تیر دم عشق کا بھرتا ہے زیر دم شمشیر
 زخموں کو یہ سمجھے کہ ملاکشیں تو قیسر عجب سیر کاغذ ہو زباں پر دم عجب سیر
 کٹنے میں رگوں کے نہ صرا آہ کی نکلے
 ہر رنگ میں بو الفتِ بشر کی نکلے

۱۷

شہ نے سسٹن معرفت حق جو سنائے اشک آنکھوں میں ہر عاشق صادق کے بھر کے
 کچھ پیاس کا شکوہ بھی زباں پر نہیں لائے ستم دے وہیں لاکے دیروں نے بچھائے
 عجب سیریں ہوئیں لشکرِ اندر و بی میں
 سب محو ہوئے یادِ جنابِ احدی میں

۱۸

تیسع کہیں تھی کہیں جہے کہیں زاری تھا صوتِ حسن سے کوئی شہرِ آن کا قاری
 کرتا تھا کوئی عرض کر یا حضرتِ باری اب صبح کو عزت ہے ترے ہاتھ ہساری
 حمت سے شریکِ شہدائے گھوڑا یا رب
 توجہ ملا جسے عطا کیجیو یا رب

ہم ہیں ترے محبوب کے پیارے کے مددگار
مرنے کے لئے آئے ہیں یاں چھوٹے گھر بار
یہ بندہ بیکس ہے مصیبت میں گرفتار
کر رحم کہے ذات تری راہم و غفار
فاقول کے سبب جسم کی طاقت میں کمی ہے

۲۱۔ تجھ سے طلبِ قوت ثابتِ قہر ہے

بیکس ہیں مسافر ہیں وطنِ دوسرے گھر دُور
ہفتم سے ہیں گھر سے ہے یہ لشکرِ مقہور
تیرے سے ہل کر مال کر تیغوں سے نہ چور
اتھو کے نواسے سے جسدانی نہیں منظور
منہ پھر کے دکھائیں جو سردار کو چھوڑیں

۲۲۔ کیوں کر ترے مقبول کی سرکار کو چھوڑیں

مردوں کے لئے تنگ ہے تلواروں سے ڈرنا
راحت ہو کہ ایزا یہیں جینا یہیں مرنا
تو چاہے تو مشکل نہیں کچھ ستر سے گرنا
لے لگی کے مددگار مدد جنگ میں کرنا
فاقول میں ہزاروں سے دعا ہو تو مزا ہے

۲۳۔ کچھ حق تنگ ہم سے ادا ہو تو مزا ہے

کرتے تھے مناجات اُدھر یادِ انصار
پڑھتے تھے نمازِ شب اُدھر سبتِ برابر
تھی بہت تسبیح بتوں کا جگر افکار
آوازِ بکا خیمہ سے آنے لگی یک بار
اکبشر سے اشارہ کیا مڑ کر یہ کیا ہے

۲۴۔ کی عرض پھر بھی جان کے رونے کی حد ہے

یوں تو کئی راتوں سے ہیں مضطرب و بیتاب
راحت کی نہ صورت ہے نہ آرام کے اسباب
غش میں جو دریا بند نہتے دیدہ پُر آب
روٹی ہوئی چوٹکی ہیں ابھی دیکھ کے کچھ خواب
لعین کہیں چٹا در پُر نور کہیں ہے

اُس وقت سے بسمل کی طرح چہر نہیں ہے

۱۵۴ سب بییاں ہیں اور ہیں بچوں کے لئے پاس
 اک ایک کو اندیشہ ہے اک ایک کو دوسراں
 جو پوچھت ہے وجہ تو کہتی ہیں لہذا اس
 لوگوں بچے شبیر کے بچنے کی نہیں اس
 مانگو یہ دعا غریبے بیکس کی مدد کو
 صدقہ کرو بھکو کہ بلا بھائی کی مدد

۱۵۵ ان کا تو یہ احوال ہے اماں کا یہ عالم
 اشکوں کی جھڑی آنکھوں سے قطعی نہیں کم
 اصغر کی بھی ہے فکر کینہ کا بھی ہے غم
 شش ماہ کا بچہ بھی ہوا جاتا ہے بے دم
 گودی میں اٹھائیں اسے یا اس کو نبھالیں
 دو روزہ کے خانے میں وہ کس کس کو نبھالیں

۱۵۶ رو آتی ہیں عابد کے سرانے بھی جا کر
 ہوا رۂ اصفہ پر کبھی گرتی ہیں آ کر
 ستر آں کی ہوا دیتی ہیں غل میں اسے پا کر
 ہستال ہیں بیٹی کو کبھی اشک بہا کر
 وہ کہتی ہے تا صبح یونہی روؤں گی اماں
 بابا انا جب آئیں گے تو میں سوؤں گی اماں

۱۵۷ رو کر علی اکبر نے جو کی شمشیر سے یہ تفسیر
 پڑھتے ہیں جسے تسبیح گئے حضرت شبیر
 دیکھی جو نہ تھی در سے وہ چاند سی تصویر
 قدموں پر محبت سے گرمی دوڑ کے ہمیشہ
 بیتاب جو پایا بہت اس تشنہ دہن کو
 شبیر نے پٹایا چھاتی سے بہن کو

۱۵۸ فرمایا بہن تم نے بنا یا ہے یہ کیا حال
 نے سر پہ قصا بہ ہے نہ چادر ہے نہ رداں
 اتھلے بھرا خاک سے بھرے ہوئے ہیں بال
 پیشو نہیں جیتا ہے ابھی غلطہ کا لال
 دم تن سے مرا گھٹ کے نکل جاتے کا زینٹ
 رو لیجو جب مدد کے کا وقت آئے گا زینٹ

جیتا ہوں میں اور آہ ابھی سے یہ تلام
یہ کرب یہ دکھ درد یہ زاری یہ قفسِ کلم
ہوتے ہیں مرے ہوش و جاں آنے نہ گئے
خبر کے تلے دیکھو گی کس طرح مجھے تم
بس صبر کرو جی سے گزر جائیں گے بچے
لڑ پوگ تم اس طرح تو مر جائیں گے بچے

تو ارکس نے ابھی تو لی نہیں مجھ پر
سینہ ابھی تیروں سے متک نہیں خواہ
گردن پہ کسی نے ابھی پھیرا نہیں خنجر
مر جائے گا بھائی تمہیں ثابت ہوا کیونکر
ہر چند کہ ساعت نہیں ملتی ہے قضا کی
بچی جاؤں تو کیا دُعا ہے قدرتِ خدا کی

زینب لے کہ خوش ہوں جو میری جل نہ
بھائی تمہیں اللہ اس آنت سے چائے
خانیجے عشاء کی مٹی نہ دکھائے
بھائی کی بلائے کے ہیں خلق سے جائے
وہ اس طبیعت کو پہننے نہیں دیتے
بے چین ہے دل مجھ کو شیطانی نہیں دیتے

منہ ڈھانپ کے بستر پہ جو جا لی ہوں دم بھر
تو چاک گریباں نظر آتے ہیں پیسہ
اتنا کبھی چلائی ہیں یوں کھولے ہوئے سر
بچی نہ بچے گا ترا مظلوم برا دور !
کیا لٹی ہے بستر پہ کہ مردھیاں ہے زینب
مشتبہ اسی رات کا مہمان ہے زینب

خاموش اینٹیں اب کجگر سینہ میں شق ہے
اب تاپِ سماعت نہیں دلی کو یہ خلق ہے
حق یہ ہے کہ مرثیہ کوئی تسوا حق ہے
جو بند ہے ماتم کے مرقع کا ورق ہے
سب راست ہیں باتیں سخنِ لاف نہیں ہے
انوسِ مکرِ حلق میں انعام نہیں ہے

رباعی

کیا حال کہیں دل کی پریشانی کا، کھانے کی نہ لذت نہ مزا پانی کا
مر رہے کسی دشت کے دامن میں نیست پردہ ہے بھی جت اسمہ عسریانی کا

رباعی

ادبار کا کٹنگا حشم و جاہ میں ہے جاگو جاگو کہ خوف اسی راہ میں ہے
اٹھو اٹھو یہ خواب غفلت کب تک دیکھو دیکھو اجسل کہیں گاہ میں ہے

سلام

لے بھرتی ہے سب کا سفر جہدا جہدا رنجے میں میں گدا و تو نگر جہدا جہدا
کہتے ہیں مع کر کے ملک اشک مومنین شیشے میں رکھتے جاؤ یہ گوہر جہدا جہدا
ان میں ہر اک نے ابی ثر ذوالفقار کو دکھائے اپنی تیغ کے جوہر جہدا جہدا
آتے جراح تو سسر و شمار میں ہوتے جو زخم نیزہ و خنجر جہدا جہدا
سب منزل جہاں میں مسافر دم کے ہیں سب کا دل بھی ایک ہے اور گھر جہدا جہدا
بہر قصہ دق گل زہر زہن میں ہیں سب خفے مٹیوں میں لختہ جہدا جہدا
رشی میں یوں بندھے تھے اسیرانِ اہلیت ہولنا جیسے ایک بشتے میں گوہر جہدا جہدا
حوریں ملے کتنی تھیں ہراساں کیا اسلے رگھے ہیں بھر کے پانی کے ساغر جہدا جہدا
زینب یہ بولیں بیٹوں سے ہام چلے تو ہر لڑاؤ سپاہِ شام سے جا کر جہدا جہدا
جرات میں ایک سے مرہ جی چاہتا ہے آج دکھلاؤ شانِ جہد و جعفر جہدا جہدا
کتنی جی بانو چھائی سے لگ جہاؤ آن کر پھرتے ہر مہل سے کیوں الی کبر جہدا جہدا
صفرانے نامہ بر سے کہا خط نہ لکھنے کا شکوہ تو کھر چکی ہوں میں پر جہدا جہدا
فیضِ غم حسین سے ہوتے ہیں اے انیس ہر سال ایک مال کے وقت جہدا جہدا

(۲۱)

صبح عاشور

۱۔

جب رات عبادت میں بسکے شہیدین نے سجدوں میں ہم عشق کی سرکے شہیدین نے
دیکھا جو سپیدی کو سحر کی شہیدین نے مرکزِ ربّ اکبر پر نظر کی شہیدین نے
فرمایا سحر قتل کی ظاہر ہوئی بیشا!

۲۔

سجدوں سے نمازوں سے یہ فہم کی کورے رونے کی تذلل کی عبادت کی سحر ہے
پیارے پیچ و پیچ و معیت کی سحر ہے عاشورِ محترم عبادت کی سحر ہے
نئے سما، تباسی کا، پریشانی کا دن ہے

۳۔

اولادِ پیغمبر کی یہ شہدائی کا دن ہے
وہ نور کا حرا کا وہ دمِ جوش کی سردی جنگل میں گھول کی کہیں سحر غی کی سردی
بھولی ہوئی تھی دشمنوں کو دشتِ فردی تجیر میں تھیں یاں باجی تھی داں صبح کی وردی
سا ان تھا داں قتلِ امامِ دو جہاں کا،

۴۔

یاں شور تھا گلستا زہرا میں اذان کا،
منہ ڈھانپے ہے رونے کے لئے چرخ پہ بتاب سر کھولے ہے خود شید فلک چشم ہے پڑ آب
آردل پہ بھی طاری ہے طم ایسا کہ نہیں تاب سیاروں پہ بتاب ہے کہ راحت ہوئی نایاب
قتلِ پیرِ مستیہ لولاک کا دن ہے،

یہ خاتمہِ پنجمن پاک کا دن ہے

زخمِ کس ہے خیاباں میں کھڑی کاششدد حیراں اس سوگ میں منبیل کے بھی میں بال پریشاں
 ہر سرو ہے مثلِ مسلم آہنِ سائیاں اور تکتے ہیں پتے کعبۃ السوس کو ہواں
 ماتم میں ہر اک گل کا گریبان پٹھا ہے
 شربا ہے، ٹپوں کے چٹنے میں قضا ہے

غبروں کو بھی ہے جوشِ فلمِ سببِ ہمیشہ ہر سوچا ہے سینے پر زواں صورتِ شہر
 رختے میں کنارے پر کھڑے حیدرِ مقدس اک دیدہ پُر آب کی تصویر ہے کوثر
 پیاسوں کے لئے خام جو بھر بھر کے ذوقِ حیا
 دوشم کے ساغر ہیں کاشکوں سے بھرے ہیں

دنیا میں ازل سے سحر ایسی جہیں آئی یہ صبح دکھائے گی بھرے گھر کی صفائی
 دولت مند ہے گی، نہ بضاغت، نہ کمائی بیٹھے جڑا ہو گا پدر، بھائی سے بھائی
 آج احمد و حیدر کے گریبان میں ہیں گے
 اختارہ یعنی فاطمہ کے حلق گنیں گے

بندہ ہے وہ جو دکھ میں رہے مایوسِ تکر اک جاں ہے سو سو جد ہے اک سر ہے سحائر
 بہتر ہے اٹھے جنتِ میکات بارِ مسافر یہ مرحلہ عشر کی ہے منزلِ آخر
 خلقت میں سریت کے روئے گی جہاں میں
 اب صبح کوئی ہم کو نہ ہوئے گی جہاں میں

جو اہلِ حرم پر وہ عصمت میں ہیں مستور کھل جائیں گے انہو میں الی کے میرِ نور
 مسکن سے نئی راڈ نہ نکلے یہ ہے دستور الی راڈوں کا خیمہ بھی جلا دیں گے یہ مقہور
 عشق ہو گی کبھی اور کبھی باشرے ہو گے گی
 ذہنِ اک بہوشام میں سر نہ لگے پھرے گی

میراج ہے پدر جس کا اسے دیتے ہیں پُرسا ہوئے گی قیوں پہ مرے قید کی ایذا
آزار میں عائد پرستم ہوئیں گے کیا کیا لے جائیں گے ناشام اسے کانٹوں پہ اعدا
اک حشر بیاحت میں اور فوقی میں ہوگا

۱۱۱ پڑی میں قدم ہوں گے گلاطوق میں ہوگا

یہ کہہ کے بڑھے ہر چشم شہر صفدر جنگل میں ازاں سینے لگا دلبر سرور
وہ صورت حسن اور وہ خوش الحانی اکبر ہر شخص کو یاد آگئی آواز پہ پیسہ
ہر غسل کو اک دجہ تھا اس غم کے بن میں

۱۱۲ تھا بیل حق گو کر چبکتا تھا چسپی میں

اکبر کی صدا سنتے ہی زینب یہ پکاری ہا حشر رہے حلق میں آواز تھماری
قرآن موذن کے سناری کے میں واری ستا غم یہ جماعت رہے یا حضرت باری
ہر شام یونہی طاعت معبود ادا ہو

۱۱۳ ہر صبح کو اس دین کے ڈنکے کی صدا ہو

آگے تھے جہاد سے ہوئے شہداء و مجاہد پیچھے تھے صفیں باندھے ہوئے سامنے غازی
ابراہیمیاں، فخرزماں، صفدر و قاری قہر اُن پہ خدا کو نظر بند نہ لایا
دنیا میں یہ رتبے نہ کبھی ہوں گے کسی کے

۱۱۴ معصراج میں تھے ساتھ خشیں، بچل کے

وہ چاند سے چہرے وہ سفیدان کی جہائیں وہ خشک زبانوں پہ اثر دار وہائیں
لبے وہ عرب کے وہ خوش انداز صدائیں مشتاق تھیں حوریں کہیں جلدی اُدھر آئیں
اک چوشر بہت انھیں دکھلاتا تھا کوثر

کیا سب کی مصالقات پہ لہر اُٹھتا کوثر

۱۳۔ استادہ ہوتے پھر نادرِ سحری شاہ ضفٹ بانڈہ لیسنے عجب آئینہ بازی جاہ
حقاکر محبت اختر تاباں تھے، عجب ماہ ہر حال میں تھے قبضہ کونین کے ہمراہ
مقبول تھی وہ بڑھکے دو گنا جو دعب کی
خالق نے، نصیب دولت کو نہیں عطا کی

۱۴۔ فارغ ہونے جب شکر کے سہوے سے وہ بوڑھ تیسویں پڑھیں سہنے ایسے جنگ کے متیار
ناموس کے غمے میں گئے شاہِ خوش اطوار حیرت سے نظر کی طرف خواہرِ غمِ غار
فرمایا کہ خوش ہے کہ سوتی ہے سکیڑ
زینب نے کہا شام سے روتی ہے سکیڑ

۱۵۔ بے آپ کے اس کو کبھی نیندا آئی ہے بھائی بچوں کو دکھائے نہ خدا و اربابِ جہاں
اس چاند سی چھائی کی جو لڑا اُس نے نہ پائی ماں پاس نہ لیٹی، نہ مری گود میں آئی
فرقت ہو تو اب اس کا خدا جانئے کیا ہو
تمت ہے کوئی باپ سے بچتہ جو بلا ہو

۱۶۔ بیٹی کا سنا حال تو روئے غمِ حضرت منہ پایا کہ لکھی تھی اسی عمر میں فرقت
افسوس یہ سن اور بیٹی کی مصیبت اللہ تبارک ہم اب ہوتے ہیں رخصت
مشکل ہے پھر آنا میں بیٹوں کے تلے سے
مے آذکر رو لیں اسے پٹا کے گلے سے

۱۷۔ روتے سٹھین پاس پر شکرِ حسدِ مہ پاک یہی مشہد والا نے تہِ پاک میں پوشاک
دستارِ ید اللہ لبائے شہِ لولاک گردوں پر چھائے غم ہے ملاک کے بھرچاک
اناز لہوں میں دیکھا جو رخِ خامسِ بکا
آنکھوں میں سماں پھر گیا معراج کا شب کا

شہر ہونے کے درپیش ہے مجھ کو وہ سفر آہ
بھائی ہو کہ بیشا ہو گدا ہو کہ شہنشاہ
اک ایک قدم جس میں میں تو صدمہ ہائیکہ
جز نیک عمل جائیں سکا کوئی ہمراہ

وہ راہ ہے دھوکا محرو شام ہے جس کا

پہل ہے وہ منزل کہ نام ہے جس کا

یہ کہہ کے چلے شام، پھی یاں صفی تم
نہ کہوے ہوتے پیشی تھی بانوئے پُر خم
گویا کہ ہوئی بزم عسرا در ہم و بر ہم
بز پاتھا ہی شور کہ ہے ہے سفر عالم

در تک ہی نہ پہنچے تھے کہ غن کر گئی زینب

سر بیٹ کے نقشہ نے کہا نہ گئی زینب

بیکے در دولت سے شہنشاہ فلک جاوے
اتھارہ بنی فاطمہ تھے آپ کے ہمراہ
بر دے سے ہوئی جلوہ نما قدرت اللہ
جھڑٹ تھا ستاروں کا میں پر عقیقہ ماہ

تھا فرش سے تا عرش سماں جلوی گری کا

ڈیوڑھی تھی دیکھتے فلک بیلو فری کا

رضعت ہوئے راہوں سے جوشیئر بھیاں
مورا کے جسک بند مسلح تھے چپ دریں
کا دے پر علم کہ کے بڑھے حضرت عباس
وہ رنگ وہ گلدستہ شینیر کی بو باس

ڈوبا تھا بدن عطر میں اک ایک حسین کا

پر دا جو اٹھ کھل گیا در خسلد بریں کا

گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے پہنچے جو وہ مفرد
ہر چند وہ دونوں کھجواں تھے یہ بہشت
تھرا گیا مقتل میں ستم گاروں کا لشکر
تھا رب حق ایسا کہ صفیں ہو گئیں ہجر

اس فوج کا مالک پسر شاد و نجف تھا

کثرت تو ادا کرتی پر خدا ان کی طرف تھا

۱۲۴ تاگوہ جفا کی شہنشاہ کی جانب سے چھ تیرے
شہ کے رفقا ہو گئے سب دست بہ شمشیر
گھر کے بڑے چندم حضرت شہتیر
فندرایا کہ کیا ظلم ہے اسے فرقہ بے پر
بلند کرو پاس رسولِ عسکری کا

۱۲۵ انہر میں نوا سا ہوں تمہارے ہی نبی کا
جہاں کوئی تیرے کوئی تیرے تیرے
سرد ہوئی ہے کون سی تقصیر تیرے
کس امر پر مجسم ہوا سفیر تیرے
شہر رخ ہوا ایسی کوئی تدبیر تیرے
روئے گی اگر نت نئی عرش ہے گا

۱۲۶ بربادی سادات سے کیا تم کہو گے گا
بیکس جو بوجہ اہل جہاں بیتے ہیں اسکو
لب تضرع ہو آپر داں دیتے ہیں اس کو
طالب جہاں کا جہاں دیتے ہیں اس کو
جہاں سے یوں ترک مرآت نہیں کرتے
تم لوگ تو خالی بھی محبت نہیں کرتے

۱۲۷ کھانے کا نہ خواہاں ہوں نہ پانی کا طلبگار
کیا دہر جو تم سب جو مرے در پہ آنا
یہ اس پر تعقدی جو بلا میں ہو گرفتار
حاجی میں ہوں در قبر نبی کا بھی ہوں زندہ
ما تم ہے بیا آں رسولِ مسدنی میں

۱۲۸ پانی کو ترستا ہوں غریبِ وطنی میں
بچوں کے تڑپنے کو گمراہی میں نے
اس گرمی میں دریا سے کنار کیا میں نے
کچھ اپنے نہ آرام کا چٹا کیا میں نے
دکھ درد میں کیا پاس تب لگیا میں نے
صابر ہوں نظر حجاب دریا نہیں کرتا
دور و نزدیک پراسا ہوں پہ شکوہ نہیں کرتا

یہ سن کے پکارا پسرسید جفا کار بے سود یہ تقصیر یہ ہے یا سید ابرار
ہم حکم سے حاکم کے نہیں پھرنے کے ذہنار بیعت نہیں منظور تو پھر کھینچنے تلوار

جسکا دل سے خواہاں اہل قبلہ ہیں

اس جنگ میں یا ہم نہیں یا آپ نہیں ہیں

حضرت نے کہا خیر خوشی میں تہلدا کچھ جنگ سے فرزندِ میسر نہیں عاری
اں بیکس دے پرتو ہوں اس عرفتہ ناری پرتے گامے غول کا عوض حضرت باری
افسرنے چاہا تو کبھی مشاد نہ ہو گئے

بستی کو مری ٹوٹ کے آباد ہو گئے

اھاسے یہ کہہ کر جو پھرے تیز خوش غر تھرا گئے منگلوئی حضرت پر جفا جو
یوں تو نہ رہا دل پر کسی شخص کا تلو آکھوں سے گر کر کے پٹکنے لگے آفسو

منہ بھائی کا سخت تھا کبھی گاہ پسر کا

بسل کا جو عالم بودہ نقشہ تھا جگر کا

خاموش انیس اب کہ جگر چاک ہے غم سے بہت ہے لہو اشک کی جا، دیدہ غم سے
کر عرض بقدر عجز شہنشاہِ اُم سے مولا جے محسوسم ذکر کہ اپنے کرم سے

کب تک غم دنیا میں گرفتار رہیں

آفا تو مرے آپ میں پھر کس سے کہیں

رباعی

آدم کو عجب خدا نے رتبہ بخشا ادنیٰ کے لئے معتامِ احسنی بخشا
عقل و تہر و تمیز و جان و ایمان اس ایک کفِ خاک کو کیا کیا بخشا

(۲۲)

صبح عاشور سے ظہر تک

۱۔

نکسرخوانِ مستقم ہے نہایت میسر کا ناطقے بستہ ہیں کُن سن کے بافت میری
 رنگ اڑتے ہیں وہ رعین ہے عہدِ تیری شور سبس کا ہے وہ دریا ہے طبیعت میری
 عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاہی میں

۲۔

اس شایخوں کے ہندگوں میں ہیں کیا کیا نزع جسم اٹلے سے نہ ہو گا کوئی اسیلے مذاج
 باپ مذاج کا مذاج ہے دادا مذاج ! خیمِ ذکی قدور شایخوں میں یکتا مذاج
 جو عنایاتِ الہی سے ہر نیک ہوا

۳۔

ماجسما میں شہادت کا بیان کرتا ہوں رنجِ داندہ معیت کا بیان کرتا ہوں !
 تشنہ کاموں کی عبادت کا بیان کرتا ہوں جاں نثاروں کی اطاعت کا بیان کرتا ہوں
 جن کا ہوتا نہیں اک ایک معاصیا

۴۔

صبحِ صادق کا ہوا چرخِ چسب و وقت ظہر زمرہ کرنے لگے یادِ الہی میں طہور !
 مثلِ خودِ شیر برآمد ہوئے نیچے سے منہور یک بیک پھیل گئے چار طرف دشت میں نور
 شش جہت میں رُخِ مولیٰ سے ظہر ہی تھا

صبحِ لا ذکر ہے کیا چاند کا چہرہ فق تھا

نغمہ کی نغمہ کی وہ ہمیشہ وہ بیاہن وہ مگر
 دم بدم جھومتے تھے وہد کے عالم میں شہر
 اور سائے فرش زرد پہ بھجائے تھے گھر
 رون جاتی تھی کہتے ہوئے سبزے پہ نظر!
 دشت میں جھوم کے جب بارمہا آتی تھی!

۵ صاف فہرہ کے پٹنے کا صفا آتی تھی!

آئے سجادہ طاعت و ایم دو جہاں!
 اس طرف طبل بجے یاں ہوں لکڑی خان
 وہ مٹتی کہ زباں بن کا حدیث و قرآن
 وہ نمازی کہ ہوا یاں کے تن پاک کا جاں!
 ناہ ایسے تھے کہ ملت ز تھے ابراروں میں

۶ عابد ایسے تھے کہ بکھڑے کئے عماروں میں

عشر اعظم کو بلاتے تھے دعائیں اُن کی
 و جسد کرتے تھے ملک سن کے صدائیں اُن کی
 وہ علامے وہ تباہی وہ عیاشی اُن کا!
 خودی لیتی تھیں لہد شوق بلاتیں اُن کا!
 ذکر فانی میں لب اُن کے جوڑے جلتے تھے

۷ غنچے فردوس کے شاوی سے کھلے جلتے تھے

کیا برائے خوش اطوار تھے سبحان اللہ
 کیا رفیقانِ وفا دار تھے سبحان اللہ
 ہند و نازی و جستار تھے سبحان اللہ
 ناہ و عابد و ابرار تھے سبحان اللہ
 زن و فرزند سے فرقت ہونی مسکن چھوٹا

۸ مگر افسردہ کے فاسدے ۷۲ دامن چھوٹا

اللہ اللہ عجب فرج عجب نازی تھے!
 عجب اسوار تھے بے مثل عجب نازی تھے
 لافز حد و کسنا دار سرازیری تھے
 گوہریت کم تھے و آمادہ ہانازی تھے
 پیکس ایسی تھی کہ آگتی جان ہوتی ہر

عابد ایسے تھے کہ پھیری نہ زباں ہوتی ہر

۱۰۸
 دہم میں حضرت سلطان کے برابر تھا کوئی دولت فرد قناعت میں اپا ڈر تھا کوئی
 صدق گفتار میں عمار کا ہر تھا کوئی مسخرہ عصر کوئی ملک شتر تھا کوئی
 ہوں گے ایسے ہی مسخرہ کے جوشیدا ہونگے

۱۰۹
 پھر جب راجا نہ ہو گا نہ وہ پسیدا ہونگے
 کر معیت میں ملازم میں تباہی میں رہے سرکے پاؤں کو راوا لہی میں رہے
 فلا سنا فراز وہ سب لشکر شاہی میں رہے جس طرح تیغ و دم دست پہاکی میں رہے
 اس معیت میں نہ پایا کبھی شاہی ان کو
 آبرو ساقی کوثر نے عطیہ کی ان کو!

۱۱۰
 موم فلاد ہر آوازوں میں وہ سوز و گداز اپنے صہب سے صہبوں میں بلب راز و نیاز
 سند تو تھا دونوں پہ تختہ عرش پہ نماز شیریں نقیب دہر و حید و ممتاز
 چاند شرمندہ ہو چہرے تہن ایسے
 نے امام ایسا ہوا پسر و معنی ایسے

۱۱۱
 جہاں فریضہ کو ادا کر چکے وہ خوش کردار کس کے کروں کہ بعد شوق لگائے بقیار
 ہلوہ فرا ہوئے گھوڑے پہ شہ عرش وقار علم قریح کو عباس نے کھولا ایک بار
 دشت میں نکھت و فردوس بریں آئے تھی
 عرش تک اس کے پھر رہے کہ ہو جانے لگی

۱۱۲
 وہ عہدار کہ شیر الہی کا خلف گوہر بحسب و قانیر دیا، مقرر بخلف
 فسو حمزہ سے نمودار تھا جگر کا شرن کس طرح چاند کہوں چاند میں ہے عیب کلف
 کس نے پایا وہ جو تھا جاہ و دشمن ان کے لئے
 علم کے لئے تھے اور علم ان کے لئے

۱۳ اکبرؑ اکبرؑ دے روسا جراتیاب
کچھ جز بچپن تھا ترکہ آدمی امام شہاب
رہشٹی چہرے پر ایسی کہ غل جو ہتھاب
آنکھیں ایسی کہ را ز گس شہاب کو حجاب
میں نے ان گیسوں میں رخ کی منیا کر دکھا

۱۴ شہب بصر اج میں صہبہ فدا کر دکھا

اے خوش حسنؑ رخ یوسف کنان حسنؑ
دعوتِ روح حسینؑ ابن علیؑ جانِ حسنؑ !
بسم میں زور علیؑ طبع میں احسانِ حسنؑ
ہر تن عشقِ حسنؑ میں حسنؑ شانِ حسنؑ
تن پہ کرتی تھی نزاکت سے گرانا پر شاک

۱۵ کیا بھل غنّی تھی بچپن میں شہان پر شاک

۱۶ لا الہ الا انتؑ کے نواسوں کا جلال
چاند سے چہروں پر بل کھائے ہوئے زلفِ کمال
نیچے کانڈھوں پہ رکھے ہوئے اتھڑ بال
گرچہ بچپن تھا رستم کو سمجھتے تھے وہ زان
صف سے گھوڑوں کو بڑھا کر وہ پٹ جاتے تھے

۱۷ مدد پہ لشکرِ کفّار کے ہٹ جاتے تھے

یک بیک طبل بجا فوج کے گرجے بادل
کوہِ سحرانے زمین ہی گئی گویا جنگل
پھول ڈھالوں کے چمکنے لگے تلواروں کے پھل
مرنے والوں کو نظر آنے لگی شکلِ اجل
ہاں کے چادرش بڑھانے لگے دلِ لشکر کا

۱۸ فوجِ اسلام میں نعرہ ہوا یا حسینؑ کا

شہدِ سادات میں تھا یا شہرِ مردانہ دے
کسبہ دیا مدد سے قہلہ ایمان مدد دے
قوتِ ازوسے پیغمبرِ ذکا شان مدد دے
دمِ تائید ہے لے فریسیاں مدد دے
تیسرا فاتحہ ہے طاقت میں کی ہے مولا

طہر قوتِ ثابت قدمی ہے مولا !

۲۱
ست سے بڑھ کے یہ ایک صفت کفار آئی
جہنم کر تیرہ گشتا تاروں پہ بیکار آئی
روز روشن کو چھپانے کو شب تار آئی
تشنہ کاموں کی طرف تیروں کی بڑھپار آئی
ہنس کے منہ بھائی کا شاؤ شہدائے دیکھا

۲۲
اپنے آقا کو بہ حسرت رُفقا نے دیکھا
عزمِ فہاست نے کی جوش ہے جستاروں کو
تیر سب کھاتے ہیں تو لے ہوئے تلواروں کو
یہاں کا نہیں پاس جہنم گاروں کو
مصلحت ہے تو رُضا دیکھئے غواروں کو
رد سیاہیوں کو ہار دی کہ بڑھے آتے ہیں

۲۳
ہم جو خاموش ہیں وہ منہ پہ چڑھے آتے ہیں
مشہ لے فرالے مجھے خود ہے شہادت منظور
دلالت کی ہو کس ہے دشمنیات کا غور
ان سے منظور نہ تھی جنگ ہر اب ہوں مجبور
خیر و شر کو کساتے ہیں، ہے جرم و تصور
ذہاک کرنے کے لئے شکر ناری آتے
کبھی ہلکی مرے سرو پہنے کی بانگ آتے

۲۴
حکم پانا تھا کہ شیروں نے اڑاتے آزی
شہل شہبازی، ایک کے بعد ایک فازی
واہ رے حرب غشا ضرب نہ ہے جان بازی
اُڑ گیا اتھ بڑھا جو پئے دست اندازی
تن دست لڑتے ریتی پہ نظر آتے تھے
ایک جملے میں قدم نوح کے اٹھ جاتے تھے

۲۵
زخموں والا تھا کوئی کوئی مرادوں والا
کوئی بھائی کا پسر کوئی بہن کا چالا
چسانہ سامنے جو کہی کا تھا تو گیسو ہالا
کوئی قامت میں بہت کم کوئی قد میں بالا
نوجوان کون عا غوش رود خوش انداز تھا
کھتے ایسے تھے کہ سبز و اہیں آواز تھا

۲۵
 آنکھ وہ بندوق کے اور چھوٹی سی رہ تلواریں
 موسمِ گرمی تھیں نولادِ کربن کی دھاریں !
 آپ ہوشییر کا زہرہ جسے وہ لٹکاری
 بکریاں کو نذر رکھی ہیں کسے نیزہ ماریں !
 کس بے داشت سے ہزاروں پیر آتے ہیں
 بچے آتے ہیں کہ پھرے ہوئے شیر آتے ہیں

۲۶
 یہ ہی ہنگامہ رہا جس سے تا وقتِ زوال
 لاش پر لاش لڑی ہر گھٹیا میدانِ قتال !
 مورچے سب تو وہاں تھے پر تھے پامال
 سرخ رو غفلت سے اُٹھے اُسدا اللہ کال !
 کھیت ایسے بھی کبھی فوج میں کم پڑتے ہیں
 جوڑا سب یہی سمجھے کہ مٹی لاتے ہیں

۲۷
 دلپہریں وہ چمن اور خضنائیں لٹاں !
 چٹا چٹا ہوا تاراج تو لڑنا لڑنا ! !
 باپ بیٹے سے چٹا بھائی سے بھائی چھوڑا !
 ان زہرا کی کریمک غمتی بازو ٹوٹا !
 پھر دیارِ دزد وہ جانیوار وہ مشید اٹھے
 ظہر کے وقت حسینؑ اپنی مٹی تنہا تھے

۲۸
 صاحبِ فوج پے طاری تھا عجب رنج و ملال
 زرد تھا رنگ تو آنکھیں تھیں اور دندے ال !
 کبھی بھائی ۱۲ الم تھا کبھی بیٹے کا خسیال
 کبھی دھڑلا تھا کہ لاشیں نہ کہیں ہوں پال !
 کبھی بڑھتے تھے و نا کو کبھی لگ جاتے تھے
 سیدھے ہوتے تھے کبھی اور کبھی ٹھک جاتے تھے

۲۹
 تمہارے چائے کے اسے زینب و ام کلثوم !
 تم سے رخصت کو پھر آیا ہے حسینؑ معلوم
 اب مرے قتل کا دہن ہے سب لشکرِ شوم
 اہ جگادو اسے فحش ہر جریگہ معلوم
 نہیں ملتا جو زمانے سے گزر جاتا ہے
 کہ دو عابد سے کمرنگ کو چد جاتا ہے

۳۰

دیکھ کر پردے سے کہنے لگی زینب زار اہل ہزار تری مظلومی و غربت کے نشاندار !

تو چادر سے گردن پاک میں چہرے کا غبار سٹھنے فرمایا، بہن مر گئے سب مونس و یار

تم نے پالا تھا جسے ہم اُسے روائے میں

گل اکبر سے جڑ بند کو کھو آئے ہیں !

۳۱

منہ دکھاؤں گے سب سے بے ندامت زینب گھر میں آنے کی نہیں بھالان کو مہلت زینب

کھینچاؤں گی ہے سکیڑ کی قبت زینب بھالان جاتا ہے دکھاؤں ہمیں صورت زینب

د تو سر کھو د سر پیٹو د فریاد کرو

بھول جاؤ، ہمیں اللہ کو اب یاد کرو !

۳۲

کہو عابد سے، پیغام مرا بدست نام غش تھے تم پھر گئے دروازے تلک آکے ام

قتل میں پھنس کے دگر ایو تم اے گھلام کاٹو صبر و جلد سے سفر کو نہ دست نام

ماؤ منجھدار میں ہے شہر کا ظلم جانو !

خدا جاتا ہے گھر جانے میں اب تم جانو !

۳۳

بس انیس آٹھ دیکھو زینب، انارک کے بن قتل ہو جھنڈے پہ بھی دھوپ میں تھی لاش حسین

قبر میں بھی نہ بولا عسکرِ مزار کو چین گھسے جلا قید ہوئی آل رسول الثقلین

کہتے گھر شاہ کے مرجھنے سے بڑا درد ہے

نٹ جھنڈے یوں کہ نہ سادات پھر آباد ہوئے

مہر شد

رباعی

قصران میں ہے جا بجا شانائے حیدر ہے دار و کی آئی عطائے حیدر !

دو چیزیں ہیں حق تعالیٰ کے لئے دنیا میں ایک یا دو خدایک دلائے حیدر !

رباعی

ہر دم ہے خیالی عذر خواہی دل میں ! مطلق نہیں کچھ خودِ الٰہی دل میں !
نانہ کی طرح خطا میں گزری سب عمر بالوں پر سپیدی ہے سیاہی دل میں

رباعی

خونے مقدار کا مقتدر پایا ! اسلام بھی سسلاں کے برابر پایا !
عمار کی طرح پالنے پر جاوید زر چھوڑا تو رتبہ الودر پایا !

سلام

ابتدا سے ہم ضعیف و ناتواں پیدا ہوئے
عزم خالق کا خسران ہے میان کانٹوں
ہاتھ خالی آنے والوں پر شہیدوں کے نسیم
لو بہت جوشید و آرا و سکندر اب کہاں
جسٹ دیکھو سب کی سن لاپرواہی کچھ کہی
جان دی خونے تو حضرت نے دیا بارخ ارم
برد و نالہ و ملامتِ امیر کا کیا کہیے بیاباں
دیکھ کر ہاتھوں کو حضرت کہتے تھے دافریاں
اؤ گیس جب رنگ رخسے استخوان پیدا ہوئے
ایک کن کہنے سے کون و مکان پیدا ہوئے
بھول بھی اس فعل میں ایسے گراں پیدا ہوئے
خاک تک چھان نہ قبروں کے نشان پیدا ہوئے
اس زباں والے پر گویا ہے زباں پیدا ہوئے
یہاں ایسے تہذیب و میناں پیدا ہوئے
یہ زباں دنیا سے اٹھے۔ یہ زباں پیدا ہوئے
موت لے آن کہیں ان کو کہاں پیدا ہوئے

اعتیادِ جسم کیا انجام کو سوچا نیست

خاک ہونے کو یہ مشقِ استخوان پیدا ہوئے

(۲۳۳)

حضرت حر کی شان میں

۱۔

دور شا سے جو آزاد کیا خرخر خدا جانے کھٹوا دیئے فردوس کے در عقدہ کشانے
 زانو پر رکھ سسر کو الم دوسرا نے اہل کیسا ارٹنے کو بزرگوں کی دُعا نے
 سب جس کے طبکار تھے جنت میں وہ دُر تھا

۲۔

چرچا تھا کہ ہاں حسین آتا ہے دیکھو دنیا سے ہمد زینت وزین آتا ہے دیکھو
 والائے شہر بدر دُشمن آتا ہے دیکھو شہداء رسول الثقلین آتا ہے دیکھو
 دم بٹکا ہے گودی میں شہنشاہِ زمیں کی
 سونگھو اسے خوشبو ہے یہ نہرا کے مین کی

۳۔

اللہ کے لشکر کا ہر آدمی ہے یہ غازی بعد اس کے میں سب گشتہ اول ہے یہ غازی
 خاکہ قدمِ امجد فرسل ہے یہ غازی رُتے میں عالم سے بھی افضل ہے یہ غازی
 اس پر فکرِ لطفِ شہنشاہِ نجف ہے
 آٹھیں ہم اگر فرسش کریں میں شرف ہے

۴۔

اللہ کی درگاہ ۲ مقبول ہے یہ بھی ! مقبول نہ کیوں کر ہو کہ مقبول ہے یہ بھی
 مجسم و کرم شاہِ کاموں ہے یہ بھی گل دستہ اسلام کا ایک پھول ہے یہ بھی
 نیوں سے ہدی وہ نہیں کرتا جو بھلا ہے
 مڑ بھلا کے یہ پھولا ہے خواں ہو کے پھولا ہے

کسی اصل حق میں نعل کی اور کیا شکر آیا اللہ کی قدرت، یہ کہاں صفت کدھر آیا
روشنام کا بھڑا ہوا، دقتِ سحر آیا تلواریں کے دریا سے سلامت اُتر آیا

نیزوں کو عصائیوں کو پنا کر دیا اسد نے

آتش کو مین، غار کو گل کر دیا اس نے

کس لشکر بہ غور سے بگڑ کر نکل آیا ! دُور کہ ستم گاروں سے لڑ کر نکل آیا
سنا ہوا، تلوار پکڑ کر نکل آیا ! نیسزہ تھا کہ ہر قلب میں گڑ کر نکل آیا

کبچے کی طرف دیر میں گزیر سے پہنچا

شرنے اسے روکا تھا، مٹھیر سے پہنچا

حوروں کے وہ چہرے، وہ خیائے دُور دُور کوئی مقبسم، کوئی جیسراں، کوئی خداں !
باتوں کی راحت، السب شیرید سے دو چرناں سن پائیں تو چاٹا کریں ہر نثر کو سخن دہاں

سودا ہو پری دیکھ لے کر حور کی آنکھیں

سورج کی چمک، چاند کا منہ، نور کا آنکھیں

ہاتوں پہ وہ کوثر کے پھٹتے ہوئے ست فرا پانی وہ شُبک اور وہ پھلتے ہوئے ساغر
شیشے وہ بلوریں، وہ پھٹتے ہوئے ساغر وہ دھک کی خوشبو، وہ ہکتے ہوئے ساغر

ہڈ مرده اگر فہمے خاطر ہو تو کھل جائے

برسوں دے پیاس گراگ جام بھی مل جائے

وہ نرگسی آنکھیں، وہ اُن آنکھوں کے اشارے اُنھو سامنے طوفان سے جل اب گھر میں ہمارے
دیکھ اس طرف اسے حضورِ شبیر کے پیارے سناں ہیں بیتا ترے آرام کے سارے

سیراب ہو گری سے اگر تشہ دہن ہے

وہ کوثر دتسیم ہے، نہ ہر بہن ہے

حمد کیا کریں شوقیتہ سخن واہ ری قیمت بھائی کہیں حضرت کی بہن واہ ری قیمت
سرگرد میں میں شاؤرین واہ ری قیمت مشتاق ہویت کا چمن واہ ری قیمت

مرتا وہ اگر عالم کے خیر گیر سر جانے

پہلو میں علی، حضرت شبیر سر جانے

۱۱

فل تھا کہ ہے اچوں کی رفاقت کا ثمر ہے جنت گلزار کی بہت کا ثمر ہے
ایمان فقط غفل دایت کا ثمر ہے ! سرسبز کی تر باغ ریا جنت کا ثمر ہے

عوا جیسے چاہیا وہ گناہوں سے بڑکا ہو

کھیتی ہے ہر ادل کی ہے کیوں کر دہری ہو

۱۲

اب چاہئے، خود مٹا، عالم میں ہے شہد کیا شان خدا ہے کہ یہ مغفور، وہ مقہور
وہ ہوتا ہے، جو ہوتا ہے اللہ کو مشہور ! انسان رہے حق کی طرف اچھے، اب مقہور

دولت کو نہ محنت کو، نہ آرام کو دیکھ

آنکھیں دہی رکھتا ہے، جو انجام کو دیکھ

۱۳

اللہ کے محبوب کے دربار میں پہنچا ! سرد سے کہ یہ اللہ کی سرکار میں پہنچا !
بے رنج و غمش ہمیشہ بے غار میں پہنچا وہ نار میں، یہ خطہ کے دربار میں پہنچا !

مالک کو لیا اللہ نے اسے شاہ عرب نے

رحمت نے اسے فقیر لیا، اسی کو غضب نے

۱۴

روایا اسے زہرا کا پسرا واہ ری قیمت زانوئے حسین اور وہ سرا واہ ری قیمت
طوبی کے تھے غلہ میں گھر، واہ ری قیمت دنیا سے راحت کا سفر، واہ ری قیمت

کیا جلد گیا سوتے ابرم دار فنا سے

سو کھا جو پسینہ بھی تو جنت کی جمل سے

۱۵۱
حقا کہ یہ رتبہ مشہور ذی جاہ نے بخشا ! ایمان کا شرف، غافلہ کے ماہ نے بخشا
طالب ستارہ جس کا وہی اللہ ہے بخشا

بخشا اُسے خالق نے، جسے شاد نے بخشا !

جنت ادھر آئی، جدھر آیا تہم اُن کا

کر دیا ہے: اِنساں کو فرشتہ کرم اُن کا

۱۵۲

اے محتر دلاور! تری تقدیر کے مدد تے رُتجے کے خدا، عزت و توقیر کے مدد تے

جہاں کے تعقد قیاس شہور دل گیر کے مدد تے اُس محبت ذی قدر کا تاثیر کے مدد تے

۱۷۲ کا یوں ۲۷ ملاقات میں بن جائے

برسوں کا جو عجز اور وہ ایک بات میں بن جائے

۱۵۳

اللہ رے جہاں مشہور دین کی لڑائی ! فرصت نہ سنبھلنے کی خطا کا رد کرنے پائی

ایک برق گرئی آیتنا چمک کر جدھر آئی بر بار کیا، پہنک دیا، آگ لگائی !

پانی میں وہ آتش تکی کہ گہرا تھے تھے امداد

چلتے ہوئے دوزخ میں چلے جاتے تھے امداد

۱۵۴

خوابش یہ ہر اک حُر کی تھی خداداد اُسے یہ صاحبِ اقبال و تہذیب و ادب اُسے

لہراتا تھا کثر بھی اگر یہ ذرا دھر اُسے فراتے تھے حیدر، یہ بہادر اُدھر اُسے

مشتاق طاقات کے ہر چہرے بڑے تھے

عبدیہ خدا اُترتی کو بھیجے کھڑے تھے !

۱۵۵

فرات تھی زہر، مرے غم خوار کو لاؤ جلدی مرے پیارے کے مددگار کو لاؤ

تقسیم سے تحریم سے جستار کو لاؤ لاؤ مرے آگے حسد دیا دار کو لاؤ

پایا نہ کفن داں تو یہاں شاد کروں گی

میں عِلّہ جنت اُسے امداد کروں گی !

حوروں کا وہ میووں کے طبق سامنے آتا
دور پر وہ اشارے کر ہماری طرف آتا
کوڑھے وہ مشکور ہے گر پیاس بجھانا
ایسے قہر جواہر سے کہیں دور نہ جانا
جو کچھ وہ کریں، فس ہے قدرت شہدا کی

۱۱
ہم سب ہیں گیزیں پیر شیر خدا کی
وہ ارج وہ رخت، وہ جلال و شہم اُس کا
بڑھتا تھا سونے گلشنِ بخت قدم اُس کا
منہ دیکھتے تھے جن و بشر دم، دم اُس کا
تھا جیسے تلک ناریوں میں نور ہے آب تر
خوفِ بے سببم کار میں تھا، خور ہے آب تر

۱۲
بے مرتبہ ہے شکر گزار کی نہیں ہوتا
یہ آوج بختِ محبتِ ہادی نہیں ہوتا
بے فین بے پشیم کہیں جاری نہیں ہوتا
کم قسدر کا پتہ کہیں بھاری نہیں ہوتا
راحت بھی اٹھان ہے جب آزار ہے ہی
فراخ کر اکشہ دیر شہوار ہے ہی

۱۳
لپٹا کے اسے پھاتا ہے روئے شیر ابرار
فرمایا کہ ناچار ہوا ہمارے غمزار !
آداب بکا کائے چلا کسٹر و ناوار
جاستے ہی پکارا کہ اے قومِ بستم کار
دعویٰ ہر شہادت کا جسے نکلے وہ صفا
میں آیا ہوں لٹے ستم والا کی طرف سے

۱۴
گھبرا کے پکارا غمِ ستم گر !
کیا محسوس حسین ابنِ علیؑ نے کیا تجھ پر
کہہ آتا تجھے قہرِ خلیفہ کا نہیں ڈر
سردار کے دشمن کی طرف ہو گیا ہمار
ایسے امر سے باز آ کر ہلاکت کے قریب ہے
کہہ پاس تلک کا بھی تجھ ہے کہ نہیں ہے

۲۸۔ سنسن کرے سخن فیض میں آیا حسرتِ غازی
 بولا پسیرِ سعد سے یوں پھیر کے تازی
 مجھ سے تری پہنے کی نہیں شہدہ بازی
 سو جان سے ہوں بندہ سلطانِ مجازی
 بس روک زباں کو ستم آراء خطا ہے

۲۹۔ مسافر اسے کہتا ہے برا بھلا زنا ہے
 لافسہ کے لئے کہتا ایمان کو گراؤں
 زہر سے لڑوں فوج میں گمراہ کی آؤں
 باطل کا طلب گار ہوں اور حق کو مٹاؤں
 حاکم کو بٹاؤں میں غمگین کو رولاؤں
 بے دینی کی نمک خواری کا تو پس کرں ہیں

۳۰۔ اور روئے کا زہر آکے نہ دوساں کو ہلا میں
 کمواروں سے جسند روح ہوں یا تن پائیں تیر
 منہ سے یہی نکلے گا کہ یا حضرتِ شبیر
 ادواک مری ضبط کرے حاکم بے پیر
 کیا غم ہے کہ جنت میں مجھے ملتی ہے جاگیر
 کچھ آج زراعت کا نہ ادواک کا غم ہے

۳۱۔ ہاں ناطقہ کی کھیتی کے ٹٹنے کا الم ہے
 جب ناطقہ کی بیٹیوں پہنوں کے کھلیں سر
 کچھ غم نہیں ناموس مرے قید ہوئے گر
 زوہد مری قربان سر بانوئے بے ہر
 کیا حضرتِ زینب سے سولہ مری خواہر
 کفیبہ مرا سب ناطقہ کے گھر پہ تصدیق

۳۲۔ فرزندِ مرا اکبر و اصغر پہ تصدیق
 بے کہ کے دھنا لشکرِ دہا ہما وہ مشیر
 بد سر ہوئے سردارِ زبردست ہوئے زیر
 ہر سو قیابے سر کے جواس بن ہوئے حیر
 چھانٹتے تھے کھنڈ بکلی ہے کہ شمشیر
 ابس مٹاتے کے نور سے مل جانے کا اند ہے

آپ دم شمشیر میں آتش کا اثر ہے

۳۱۔ چھپتے تھے سواروں کے عقبہ چھپوں والے
تھے جان بچانے کو کھانداروں کو لالے
رایت تو سلائی تھے نگوں سارے تھے ہٹائے
ابتر تھیں جھیندا درم و درم تھے رسائے
اسس شیر کر دے یہ دھات تھی کہی کی
غل تھا کہ دو بان ہے حسین ابن مسلم کی !

۳۲۔ مزہ میر کے مسر سبط بنی کو یہ پکارا !
اسس رزم کے قراں ہو جہان تہسارا
کہہ اور کہنا چاہتا تھا وہ کہ قنار !
جو نیزہ کسی نے دلا ہے کینہ پہ مارا
زخمی ہو وادوں تو نہ ٹھہرا گیت زیں پر
یا شیر خد اکہ کے گرا دے زمین پر

۳۳۔ عشق ہو گیا ہے کہ کے جو خیز بجز افکار !
سراٹ لڑائی کا یہ پکارا وہ بستم کار
ہلا دڑے تھے کہ ہوا شدہ ایک بار
بھاگو کہ حسین آتے ہی گھٹنے ہوئے تھوار
آنکھ کی نہیں ضرب دلا ابن دلی کی !
دیکھو کہیں بھی نہ گرسے تیغ علی کی !

۳۴۔ اسس اُمی کی اسٹا کر شردین ڈیرھی پڑانے
پڑے کے ادھر اہل حرم بیٹھے آئے !
حشر کے لئے میدانوں نے اشک بہانے
حضرت کی غلامی میں بڑے مرتبے پائے
عقبی بھی سہو جاتی ہے جب کام ہر ایسا
یوں عشق میں مرتبے تو بنام ہو ایسا

۳۵۔ ہر وقت نہیں طول کا خاموشی اب
بھٹتے ہیں سخن فہم وہ عاشق ہیں ترے سب
اردم ہے عنایت تو محمد کرم زب
اب ہل دو حاصل ہو جو کہ ہے ترا مطلب
یہ حسن فصاحت ہے شری مستحب ہے
پیری میں جوں ہے تر فیر کا میں فتن ہے

سلام

فقیر کی میں دل بادشاہ چاہئے
سلامی تجھے اور کیا چاہئے
مجھے دردِ عصیاں سے ہوئے نجات
ہوئے قتلِ اکبر تو شہ نے کہا
میر شہ سے زینب کو آئی صدا
مناسب یہی ہے کہ ہر رنج میں
سکینہ نے زد کر کہا شہ سے

نقطہ

دلہن نے کہا روکے صندل چھڑاؤ
بڑھائے مرے ناک سے نتھ کوئی،
دم قتل شہ نے کہا شہ سے
اگر کاشتا ہے گلے کو میر سے
میر شہ سے زینب نے رو کر کہا
صدا آئی مرے کہ یکس ہونا
کہا غرنے حضرت کی رو کی قصی راہ
گلے سے لگا کر یہ شہ نے کہا

بس اب خاکِ افشاں کی جہا چاہئے
مجھے سرخ پوشاک کیا چاہئے
ترس مجھ پہ او بے جہا چاہئے
تو کب بوند یانی دیا چاہئے
چھپانے کو منہ کے پردا چاہئے
بہر حال شکرِ خدا چاہئے
مجھے اس خطا کی سزا چاہئے
ملا غلہ اب اور کیا چاہئے

دُعا کر یہ خالق سے ہر دم انتیں

مجھے اس کاشتہ سے صلا چاہئے

۱۲۳۸

حضرت حبیب ابن مظاہر

۱

تسربانِ ترقائے حبیب ابن مظاہر یکساں صفیت ہر میں باطن و ظاہر
عصیاں سے بری، طیب و پاکیزہ و ظاہر حاکم باز، جہاں دیدہ و فنِ جنگ سزاوار

سر ملتا تھا پیری سے قدراست میں خم تھا

اس پر بھی کچھ تگے ہی جوانوں سے قدم تھا

۲

رعشہ تھا کرتا یوں میں رتھے دستِ گجو کار ہر ایک میں حکم تھی سپہر ایک میں حواری
جب شہر کی طرف تیر لگاتے تھے تم گار یہ جہ کے اے روکتے تھے سینے پہ ہزار

بھائی مرے پاس آؤ: یہ فرماتے تھے حضرت

جب تیر انھیں لگتا تھا، ٹپ جلتے تھے حضرت

۳

اندازِ جوانوں کا بھی پیرانہ سدری بھی ہمدانِ حباں باز بھی، طمع سحری بھی
ابرار بھی، دین دار بھی، عصیاں کبری بھی زاهد بھی، مجاہد بھی، سخاوت بھی، جبری بھی

طفل سے یہ فریج شہر ہامی میں رہے تھے

بڑے تھے بری آقا کی غلامی میں رہے تھے

۴

کیا شانِ حبیب ابن مظاہر کا کھول مال وہ پیاس کا صدر میں ضعیف، وہ سن و سال
کیا رتبہ اعلیٰ تھا، ازہرے حشمت و اقبال فرما تھا بھائی جسے خود خاطر کا لال

جو حق تھا مسلمان و اللہ زکوٰۃ سے

ان کو دیا الفت تھی حسین ابن علی سے

۴۰ وہ ابن مٹا کر حبیبوں میں جو تھے لہو و دنیا میں کسے ملتے ہیں اس طرح کے ہمدرد
اعدا کے لئے چیخ ہلائی دم نادر و پیری میں احوال العزم و بڑھاپے میں جو انفراد
سب مہم نے ملکر دامن حضرت نہیں چھوڑا

۴۱ مرے پہ بھی اب تک درد و روت نہیں چھوڑا
ہاں جو راتیں شب بیدار رہ گئے دوچار حسرت سے انہیں دیکھتے تھے سید ابرار
کی بڑھ کے حبیب ابن مٹا ہرنے یہ گفتار یہ پیر غلام اب ہے اجازت کا طلبگار
بندے کو بھی مرے کی رضا دیجئے آقا

۴۲ نسر دوس کے رستے پر لگا دیجئے آقا
حضرت نے سارے دہل اس دوست کا جسم ایک آہ بھری سزاوار آنکھیں ہوئیں پر غم !!
فرمایا کہ اے یار قدیم اے مرے ہمدم اس وقت مجھ اپنی جدائی کا ندسے غم
ہے کون رفیقوں میں بجز یاس ہمارے

۴۳ اک چاہنے والا تو رہے پاس ہمارے
ہے عالم طفل سے تجھے جس سے محبت وہ آج ہے دنیا میں گردنا مصیبت
ہے یاس سے قرین قبر شہنشاہ ولایت جا میٹھ نجف میں کٹے گی تجھے راحت
مشہور وہ دربار شہ عہدہ کشا ہے

۴۴ دنیا میں غریبوں کیلئے امن کی جا ہے
رو یا یہ سخن سنسن کے حبیب جگر انکار گر کہ قدم شہید پہ یہ کی عرض یہ تکرار
نسر بان ترے اے طبع حیدر گزار اس وقت کہاں جائے یہ بچپن کا لکھنوار
نسر دوس میں جا مانجھے منظور ہے آقا

جنت تو ہے نزدیک نجف دور ہے آقا

بچپن سے تو سائے کی طرح ساتھ رہا ہوں آیا جو بڑا وقت تو حضرت کو جدا ہوں
 سردوں کا کہیں عاشقِ نقشب کف پا ہوں اس نام پہ قربان ہوں اس گھر پہ فدا ہوں
 جیسا ہے سدا جو یہ شرف پاتا ہے مولا

علا اسی طرح کا مرنا کسے بات آتا ہے مولا
 جب شبہ نے سنی ابنِ مغاہر کی یہ تقریر بچپن کا خیال آیا تو رونے لگے شبیر
 فسرایا کہ مجبور ہوں جو خواہشِ تقدیر دکھلاتا ہے احباب کی فرقتِ فلکِ پیر
 چھٹتا ہے تو پھر یا یہ رواق نہیں ملتا!

علا سب ملتے ہیں پر عاشقِ صادق نہیں ملتا
 فاطمہؓ دشمنِ دوست کی لمحہ کو نہیں منکور کچھ ہی نہ بڑا روک پکے اپنے یہ مقدور
 منظورِ نظریہ تھا کہ آنکھوں کو ہوں دُور تقدیر کی تسدیر سے سستیز ہے مجبور
 گھر بھیجے رہے جاتے ہیں پھر تیں گے ہم بھی
 منزل پہ سرِ شام پہنچ جائیں گے ہم بھی

علا فسرانے کے یہ چھائی سے لگایا کئی باری
 رخصت جو کیا آنکھوں سے آنسو ہونے باری
 گھبرا کے دیوِ خیمہ سے ریشہ یہ پکاری
 لوگو کو میدان میں چلی کس کی سواری
 اب کون بچائے گا شوخِ دہش کو!
 سب جھوڑے چلے جاتے ہیں زہرا کے پسر کو

علا منتی ہوں اُدھر فروغِ آفتابِ ہر دم یاں کم ہوئے جاتے ہیں رفیقِ شیرِ عالم
 سب روتے ہیں یہ کس کے جُدا ہونے کا برم جلدی کہو اب حق سے نکلنے ہے مرادِ ہم
 حضرت نے کہا کیا کہوں کیا ہوتا ہے بیٹنا
 بچپن کا مرے دوست جُدا ہوتا ہے بیٹنا

۱۵۱

یہ سنتے ہی کبرام ہوا اب حصرم میں پہونچا وہ جری شیرسا میدان ستم میں
کامل تھا زمیں عشق شہنشاہ ام میں بیتاب تھا مولا کی عبدائی کے الم میں

سینہ تھا حبس کی کا تیرد تیرک جانب

۱۵۲

بھر بھر کے نظر کرتا تھا شہزاد جانب

لتنے میں رجز پڑھ کے پکارا دہ خوش نگاہ اسے قوم جیبت این مظاہر ہے مر نام
بشارت کہ اب مہمان کے کھینچ ہے یہ مضم دار اس کا ہے دشمن کیلئے موت کا پیغام

یہ تیغ نہیں وہ دم حسرت کے گی

۱۵۳

میں تم سے دکن گار مری ضرب کے گی

شہزادے بیکس پہ یہ لشکر کی چہرہ خائف اسے ظالم کرتے ہو یہ کس گھسری صفائی
کرتے ہو غضب اس کے فواسے سر ران پیدا ہوئی ہے جس کے لئے ساری خدائی

نہر زنبو بجڑ ہے جفا کرتے ہو یاد

۱۵۴

گھسرتا ہے زیر اکایہ کیا کرتے ہو یاد

برعت نہ کرو ہاتھ نہ سستید ہاتھ لہجہ ہے زمیں عرش خدا کو نہ پلاؤ
کعبہ ہے یہ بنیاد نہ اس گھسری شاؤ شیخ حصرم لم یزنی کو نہ بھباؤ

کون اس کے سواد دشمن ٹھکانہ کا کہیں ہے

۱۵۵

شہزادہ مانتا کرئی دنیا میں نہیں ہے

کہتے آج جلال کیا سبب زیر سبک تاز اگر مہربان ادا پہ گیا صورت شہباز
رنگ رخ افراچ ستم کر گیا پرداز گھوڑا تھا مگر شیر کا تھا جست میں انداز

اک دم میں گیا بار سواروں کے پردوں سے

مڑکر ادھر آیا تو گرے خود سسوں سے

چنگی عجب ساز سے اس شیر کی تلوار
گویا سپر اعدا پہ گرمی برقی شرباد
دھالوں سے بدلی اپنے چھپاتے تمویہ کا
اس دست زبردست کاڑکا تھا کوئی دار
کچھ اسی نہ تھا خورد و زردہ سے حق دسر کو
پینے سے گزر جاتی تھی دڑ کے سپر کو

جلاتے تھے اعدا کوئی مٹی نہیں تعبیر
دم بند ہیں ماریں کسے تلوار کے تیر
جس وقت علم ہو کے چمکتی ہے یہ شیر
پھر جاتی ہے آنکھوں کے تلوت کی تصویر
کیا ہوتا ہے دھالوں کی جو بدلی کی ٹھکن ہے
بھلی بھی کہیں ابر کے بعد کے سے رُکی ہے

بیکار تھے جلا دوں کے نیز سے دم بیکار
تلوار سے ملتی تھی نہ مہلت کہ چلدار
حلقہ کئے اس شیر کے در پہ تھے کنار
چلے سے مگر جس نے سلا یا لب سونار
شہباز سا سر نہ سہی تیر قدم تھا
کھلا ہوا نہ تھا شیر کماں سے کہ قلم تھا

پیری میں جو دکھلائی جوانوں کی شجاعت
نظر آنے لگی عضو بدن بگٹ گئی طاقت
دم چڑھ گیا گرمی سے ہوئی پیاس کی خفت
دل سے کہا اب عالم فانی سے ہے رخصت
نے لشکر اعدا کو نہ شیر کو دیکھا
کس پاس سے مڑ کر رخ شیر کو دیکھا

پھر اتنا کہ بس بڑنے لگی تیروں کی بچار
دیکھا جو ادھر پشت پہ نیزے کا لگا دار
حب اے اریں کہ غمی نسرق پہ تلوار
اور ظلم کی برہمی بھی کیجے کے ہوئی پار
کہتے تھے حق و جاں شیرِ دلیر کے عدتے
ہر زخم پہ لعرہ تھا کہ شیرِ دلیر کے عدتے

۲۵
چھاتی بھی جیسی تیروں سے اور فرق دو پارا رگ رگ جو کئی کھپس نہ رہا بھٹکا پارا
شیرازہ اجڑائے بدن کھل گیا سارا گرتے ہوئے ٹھوڑے سے یہ آقا کو پکارا
یاں آپ کا آنا میری بخشش کی سند ہے
اسے شیرالہن کے پس وقت مدد ہے

۲۶
آگاہ صغیں چیر کے آئے شہد دی شاں دیکھا کردہ مظلوم کوئی دم کا ہے یہاں
لاٹے سے لپٹ کر یہ پکڑے بعد انصاف اسے دوست مرے، تیری بہت کے میں تراں
دکھلا دو مجھے زخم کہاں کھائے ہیں بھائی
چھاتی سے لپٹ جاؤ کہ ہم آئے ہیں بھائی

۲۷
اس عام پیری میں نہ منہ جنگ سے موڑا کس طرح نہ ددوں ترا احسان نہیں تھوڑا
میرے لئے تو نے زن و فرزند کو چھوڑا فرقت نے تری آہ کر کو مری توڑا
تنہا کوئی لاکھوں سے لڑائی نہیں کرتا
وہ تو نے کیا مجھ سے کہ بھائی نہیں کرتا

۲۸
آقا کی صدا اس کے اسے ہوش بولایا گردن کو اتنے زانوائے شہید کے پایا
آنکھوں سے کعبہ پائے مبارک کو ٹھایا اکبر کی طرٹ جوڑ کے ہاتھوں کو ستایا
کچھ اپنے ملک خوار ہ احسان نہیں کرتے
حضرت ہ اٹھا کے مجھے قراں نہیں کرتے

۲۹
بلند مرے واسطے آنسو نہ بہاؤ شہزادہ عالم: مرے کام اس غمخیز آؤ
محبوب خدا آئے ہی خدام کو اٹھاؤ حیدر یہ کھڑے ہیں مجھے قدموں پہ گراؤ
برے حسن سبز تبا آتی ہے مجھ کو
فساد کی زہرا کے صدا آتی ہے مجھ کو

یہ کہتے ہی بس گفتش دنیا سے مدعا ہے نکلی رہی ہنوتوں پہ زبان پیاس کے مارے
 بازو کر بلا کر شبہ مظلوم پکارے تھوڑا ہیں اسے یار و مادر ہمارے
 ہم رہ گئے تم ہم سے دعا کرتے بھائی
 صدے ابھی ہوتے تھے اسی مر گئے بھائی

ہے ہے مرے عاشق مرے شیدا ہے یاد ہے ہے مرے سلمان مرے نقاد و اباذر
 ہے ہے مرے دتم مرے فتن مرے صفور ہے ہے مرے عمار مرے مالک و اختر
 تازیت ترے بھر میں فریاد کروں گا
 خبر کے تلے بھی میں تجھے یاد کروں گا

کھپو لاش زخمیہ پہ لائے خیر ماتم سہ پیٹ کے فرمایا کہ اسے زینت پرلم
 میدان میں جیت اپنی مظاہر ہوئے بدم ماتم کر دے کس کا بچھا کر صعب ماتم
 یاں روئے کو اس کے زنی و فرزند بھی ہیں
 مظلوم مسافر کے اگر ہیں تو ہمیں ہیں

خاموش ایسے آگے نہ کہہ لاش کا جانا پہنچائے گا کوثر پہ یہ رونا، یہ رُلانا
 افسوس کہ فرصت نہیں دیتا ہے ماند ہے ذاتِ عداوت در دقیم و توانا
 رکھ اس پہ نظر تنگ نہ ہو کثرتِ غم سے
 مطلب ترے برائے گا وہ اپنے کرم سے

تم شد

رباعی

سینے میں یہ دل مثل سحر گاہی ہے جو ہے اس کارواں میں وہ راہی ہے
 پیچے کبھی قافلے سے رہتا نہ انیس اے عسیر درواز تیری کوتاہی ہے

رباعی

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرادیکھوں
یا سعدن دکوہ درشت و دریا دیکھوں
ہر شوری قدرت کے ہیں لاکھوں جو سے
جہاں ہوں کہ وہ آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

رباعی

طغی دیکھی شباب دیکھا ہم نے
ہستی کو جاب آب دیکھا ہم نے
جب آنکھ ہوئی بند تو عفتہ یہ کھلا
جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے

سلام

غنم شہ کا گرداغ دل پر رہے
سدا ہی لحد بھی منور رہے
اک انسانہ بیکسی رہ گیا
نہ فتاک رہا اور نہ سرور رہے
صبائے کے جا میرے پھروں کی بو
وما یغ عدد بھی معتبر رہے
فقیروں کی کیا موت کیا زندگی
جنگ جس جنگ میں گئی مر رہے
برن گھسل گی مشن تیغ امیل
نہ کس بل رہا اور نہ جوہر رہے
پسہ گو تھے زینب کے چھوٹے
لڑائی میں دونوں برابر رہے
قیامت ہے گفت و سنیراب ہوں
موت کشد مختار کو تر رہے
وہ ہے آدمی جس سے ہو کار و خیر
بشر وہ جو دنیا میں بے مر رہے
پہیں گے شراب طہورہ کے جام
اگر حق ساقی کو تر رہے
جنازہ اٹھانا ہے احباب کو
مناسب ہے مگر جسم لاف رہے
چڑھائیں عدد اس کو نیرے پہ آہ
نہ کھائی برس دن بھی یاں کی ہوا
کیسی لاشیں اٹھائی کہیں رو دیے
نہ ہمیں ملائیو ہاتھ ہرگز انیتس
عشق کے زانو پہ جو سر رہے
اسی شغل میں شاہ دن بھر رہے
فقیستری میں دل تو نگر رہے

(۳۵)

حضرت عون و محمد

۱۔

زینبؓ نے سنی جب یہ خبر شاد اُم سے
مسلم کے بھر خوب لڑے فوج ستم سے
دل لگا گیا، رنگ اڑ گیا، انرا اہل الم سے
آسودہ رخ انور پہ بچہ دیدہ نم سے
کام آتا تھا جو اس کے قبل ہوتی تھی زینبؓ

۲۔

کچھ مزے نہ کہتی تھی مگر تھایا اسے دھیان
مشہد پر سے بیٹے ہوں اسی طرح سو قربان
آنے تو یہ حسرت تھی کہ ہدیاء کا سامان
اب کوئی تنہا نہیں، مگر ہے تو یہ ارمان
چڑھا ہو کہ حق ماں کا ادا کر گئے دونوں

۳۔

دل سے یہ بیاں کرتی تھی زینبؓ بکرا افکار
اتے میں پسر آگے گرے قدموں پہ اک بار
کی دستِ ادب جوڑ کے یہ عونؓ نے گفتار
بے بجائی میں اور مجھ میں بڑی دیر سرنگور
میں کہتا ہوں مرے کو مجھے جانے دو پہلے

۴۔

یہ کہہ کے جو خاموش ہو عونؓ خوش الطوار
صد سے بے نہ چھوڑنے کو رہی حالتِ گفتار
بس آنکھوں کوئی اہل کے وہ دہلے دلوں کباب
کی عرض ثنا آپ نے اسے مادہ غم خوار
کیا جانے کس بات پہ یہ ہم سے خفا میں

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باپ کی جا میں

ہم نے تو کبھی ان کو اکیلا نہیں چھوڑا خدمت سے غلامی سے کبھی مت نہیں موڑا
سربازوں پر سوار دھرا ہاتھوں کو جوڑا فرما کے جہاں کا سخن دل مرا توڑا
ہم تو کسی شکل کو بھی مشکل نہیں سمجھتے
شاید ہیں یہ جنگ کے تاباں نہیں سمجھتے

بیٹوں کے سخن سن کے یہ کہے لگی زینب اں دیر کا باعث تھا کبھی اہلہ پہ کھلا آب
قربان لگنی بھی میں تم دونوں کا مطلب ماموں پہ سستم ہریہ گوارا ہے نہیں کب
جس کام کے تم ہو اس کام کا دن ہے
کس طرح سے سلطنت ذکر و نام کا دن ہے

آپس کی جاتی جو گرا را نہیں پیسار د بھڑا میں چکا دیتی ہوں لوسا تھہر مدھار د
ماموں کے جو دشمن ہیں انھیں غیر کے مادر سرداروں کے سر جو ٹی کر تیغوں سے اتار د
باندھی ہے کرد و زن سستم گاروں نے شہرہ
اک ٹمڑ پہ حاکم کرے اور ایک عسکر پر

جالتے تھے ہم یہ جو کہیں احسبہ مختار اور لشکر اسلام پر چہ پٹہ آتے تھے کفار
کرتے تھے دغا ایک طرف معفر طیار لڑتے تھے علیؑ ایک طرف کھینچ کے تلوار
مشکل نہیں کچھ فریج دغا باز سے لڑنا
صد تھے کتنی تم میں اس انداز سے لڑنا

اک شیر مائیروں کے نیساں میں دہ آئے اک بر جھیروں والوں کے پرے خوں میں بھر آئے
جس شامی پہ تلوار پڑے دو نظر آئے لڑا ہوا اک جائے اُدھر اک اُدھر آئے
میدان میں جری نام پہ دیتے ہیں سراپنا
ایک ایک الگ لڑکے دکھادو ہنراپنا

چہرہ کی بلانیں تو مجھے لینے دو داری
پھر کاہے کو شکیں نظر آئیں گی تھاری
اس وقت تو بیٹوں پہ بھی رقت کھائی طاری
سرکہ دیا مادر کے قدم پر کئی باری
ماں سادھتی پر علم کے بھی پہلو نکل آتے

۱۷

کچھ سوچ کے اتنے میں اگلی ہنسی یہ ہنسی
بیٹوں کو چلی بے کے حضورِ شہبازی جاہ
روئے ہوئے سب اہل حرم بھی ہوئے ہرلو
عباس سے اس وقت یہ فرمانے لگے شاہ
جھک جھک کے جو بھائی ہوئی آتی ہرزنب
کیا بیٹوں کو رخصت کیلئے لاتی ہے رننب

۱۸

نہیں نے یہ کی عرض کر لے سید ابراہ
کل شام سے ان دونوں نے ٹکوتے نہیں تھیا
فران کا کہ تعریف کرے آپ ساسر دار
باپ ان کا تک خواہ یہ بھی ہیں شک خوار
بیٹوں میں انھیں آپ نے محسوب کیا ہے

۱۹

لوڈی نے تو دونوں کو طامی میں دیا ہے
کچھ ان کے سوا اور بھلائی نہیں رکھتی
دنیا میں کسی طرح کی خست نہیں رکھتی
محتاج ہوں نادار بھلا دولت نہیں رکھتی
جو کچھ ہے مرے پاس وہ قرآن ہے بھائی

۲۰

دوبیٹے ہیں اور ایک مری جان ہے بھائی
کچھ غدر کیا چاہتے تھے سید ابراہ
قصر بان گئی اب تو نہایت ہوئی تکرار
سر پڑوں پہ نہوڑا کے یہ بولا وہ دل انگار
خردم نہ رکھئے کہ سنی کا ہے یہ سسر کار
بہنوں کی مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں بھائی

نادار کا یہ نہیں رو کرتے ہیں بھائی

یہ سن کے بہت روئے شہاورد شاہک فرایا بھی خیر میں ہوں مہر کو مسافر
اچھا کریں کوٹ کر ہم بھی ہیں مسافر زینب ترے بچوں کا خدما حافظہ ناصر
منظور یہ تھا ہوں نہ جدا ساتھ سے میرے

۱۳ دُعا اور چراہ پلے ہاتھ سے میرے

زینب نے اشارہ کیا آداب بجا لاؤ لوگر و پھر دماہوں کے سراؤں پہ نہوڑاؤ
حضرت نے کہا اہتوں کو بھیل کے ادھر آؤ میں پیار تو کروں مری چھاتی سے لپٹ جاؤ
ٹھہراپ کا دیران کے جاتے ہو پیارو

۱۴ زینت مرے شکر کئے جاتے ہو پیارو

وہ پاؤں پہ گونے کے لئے ددڑ کے آتے شہباز نے سرودوں کے چھاتی سے لگاتے
منہ پیر کے اٹک آنکھوں سے زینب نے بہاتے خیمے سے چلے مشاء کی ہنسی کے جاتے
کیا دل تھا درد دل تھی نہ چھاتی تھی زینب

۱۵ سچاتی ہوئی ساتھ چلی جاتی تھی زینب

گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے پہنچے جو پیارو فوج رستم آراہوں سب غرقِ خیر
ایک شور بھاکوں سے دوایکے ہیں یہ دُور لڑکے ہیں یہ اللہ سے اقبال و تہوہ
کیا جانتے کیا نام میں ان کے لب و جہ کے

۱۶ تیرے یہ پیدا ہے کہ بچے ہیں آسند کے

برجی لے انہو سواروں کا جب آیا شہزادوں نے راتوں میں سندوں کو دہایا
ایک شور بھانگیا ریموں کو اب آیا وہ نیچے بکسلی سے جو چکے غضب آیا
آخر وہ حبس کی کھنٹ دلی ضمیم دیں تھے

سر تھے صعب اول کے کہیں جسم کہیں تھے

اگ شیر مایا جاتا تھا جو شمشیر زنیوں پر
اگ گھوڑے کو دوڑاتا تھا ناوک فگنوں پر
جوتی تھی خدا رب علی صفت شکنوں پر
نے واں نظر آتے تھے نہیاں سریدلوں پر
ان تیغوں سے صوب فوج نے منہ پھیر لیا تھا
دو لاکھ کو دو ہجھلیوں نے گھیر لیا تھا

چُن چُن کے خود دار سب تم گماروں کو مارا
لشکر کے علم کاٹ کے سالاروں کو مارا
پیدل جو گریزاں ہوئے اسواروں کو مارا
تیروں کو قلم کر کے کاں داروں کو مارا
عقدہ جو چڑا نا جن بندہ سیر سے کھولا
نیرے کے ہر اک بند کو شمشیر سے کھولا

غل میں جو نہ بھائی کی صدا بھائی کو آئی
دو دنوں کے کلبے پہ چلی تیغ حبدا
چھوٹے نے بڑے بھائی کو آواز سنائی
کیا حال ہے جیتے ہو کہ مارے گئے بھائی
بڑہ نمبر کے ہٹاتے ہیں بہت اہل اسم کو
تصویر تمہاری نظر آئی نہیں ہم کو

قسم بان برادر مجھے بستاند کہاں ہو
کس قول میں کس فوج میں کس صف میں بند ہو
لب سوکھ گئے ہوں گے بہت تشنہاں ہو
میدان میں ہوا نہر یہ ہویاں ہو کہ داں ہو
غش آیا ہے یا جسم پہ تلواریں پڑی ہیں
آوار دواں درخیم پہ کھڑی ہیں

بس اتنے میں ہمت تم زیادوں نے پائی
نیرے کا انی پشتِ مستعد پہ لگائی
جس وقت برسا بیٹے باہر نکل آئی
چلایا کہ لو ہم تو چلے خست سے بھائی
انہ کس آفت میں مجھے جھوڑ دیا ہے
نیرے نے کلبے کو مرے توڑ دیا ہے

۲۵ زانو کو دھڑے نعلیٰ سی چتی پہ ستم گر کرتا ہے ارادہ کر کرتے تن سے جواسر
وہ کہتا ہے ہاتھ اپنا دم تیج پہ دھر کر میں بھائی سے مل لوں تو پھر حق پہ خیر
ہم ساتھ چلے مرنے کو ساتھ آنے دین سے

۲۶ بے ان کے ملے جان نہ بکلیاں بدن سے جس وقت سنی عورت نے بھائی کی یہ تعویذ
غیر تو پہلا دل پہ کلیجے پہ لگا تیسرے گھوڑے سرتلے کو بڑا پھینک دی خیر
آغوش میں بی دوڑ کے وہ چاندی تھری
اک جا جو بچھڑ کر پرتے ان جاتے برادر
دو دنوں نے گلے مل کے کہا اسے برادر

۲۷ ناگاہ بڑھا شمر لعین روح کی صف سے وعدہ کیا خلعت کا ہر اک تیغ بکف سے
دو دنوں پہ چلے تیر ستم چادر طرے سے آنے لگی نسریاد کی آواز بکف سے
غل تھا کہ نواسوں کو ملی کے اجل آئی
سر کھولے ہوئے قبر سے زہر اھل آئی

۲۸ پڑنے لگی معصوموں پہ تلوار پہ تلوار کٹ کٹ کے وہ چھوٹے سے علمے ہمے تلوار
جب مچھاتیوں کو ہوتی تھی نیرے کی ان پاد تن تن کے وہ کہتے تھے کہ یا حسینؑ کرا را!
ملنے تھے گلے پیار سے منہ بچھ رہے تھے
پلٹے ہوئے شیردوں کی طرح مجھ رہے تھے

۲۹ تلوار لگانے جو لگا ایک ستم گر چھوٹے نے رکھا ہاتھ بڑے بھائی کے سر پہ
دوسہات کہ ہاتھ اُس کے گسے خاک پہ کٹ کر دو منگڑے ہوا تاہ جس عورت کا بھس سر
اُس کو تو مسک حیدر کرا کا رتبہ
ہاتھ آیا اُسے جعفرؑ بیار کا رتبہ

۳۱
 شہ لاشوں کو چھاتی سے لگائے پھرتے آئے دونوں کو جہاں اپنی اڑھائے ہوئے آئے
 آنسو ریخ انور پہ بہاتے ہوئے آئے زینب کے قریں سر کو جھکائے ہوئے آئے
 فرمایا بہن اب انھیں آغوش میں دو تم

۳۲
 دد شیر مرے مر گئے پڑا مجھ دو تم
 پھر گود میں لاشوں کو لیا ہاتھ بڑھا کر لپٹا کے گلے پیار سے زانو پہ دکھا سر
 سیدائیں کے رونے سے برہا ہوا مشر تھا شور کر رہی تھی سببیر کی خواہد
 سب روئے تھے کچھ نہ کر زانی تھی زینب

۳۳
 غش آنا تھا جب لاشوں پر جھک جائی تھی زینب
 ہمیشہ سے یہ کہہ کے حمد دے شہ ابرار بس آگیا فرزندوں کی ہمت پہ اسے پیار
 تھرتا ہوئی خاک سے اٹھی وہ دل انگار پاس آن کے لاشوں کی تلائیں میں کئی بار
 کانچے جو قدم گر کے سنبھلے گی زینب
 من خون بھرے چہرے سے ملے گی زینب

۳۴
 خاموش ایسے اب کڑھتا ہے دل زار کان ہے رولانے کو ترے درد کی گفتار
 اس جس کا گر آج نہیں کوئی حیدار قیاض ہے لیکن شہِ مظلوم کی سرکار
 افسردہ نہ ہو خفقہ اُمید کیلے گا
 کھل جائیں گی آنکھیں وہ جلا کر رکھے گا

میر تقی

رباعی

انجمنِ بخیر ابستہ در مجرہ می ہے گھسہ گر نہ پڑے کہیں بنا مجرہ می ہے
 کشتی سے ہم ایتیں کنار سے ہو جاتیں نقشا دریا بہتا ہوا مجرہ می ہے

رباعی

دل سے دنیا کے دھلے جاتے ہیں اک آن میں طوبیٰ کے تے جاتے ہیں
ہے راہِ بہشت کتنی ہموار انیس بند آنکھیں کئے ٹوٹ پڑے جاتے ہیں

رباعی

قاسم کو دھونے ٹوں میں جب لال کیا مشیر نے یہ کہہ کے عجب حاس کیا
تا بروت پہ جس کے باپ کے ارے تیر گھوڑوں کے سوں سے پامال کیا

سلام

واجب الرحم تھے زنداں کے سزاوار تھے مجری اپنی حسوم قابلِ مازار تھے
شکر ہے شکر نکلتا تھا جو کے بدلے وہیں زخمِ بدنِ دیدہ خونبار تھے
کہا صغرائے کفر و قت نے پدر کی اما آگے اسے صاحبِ ہم ایسے تو بیمار تھے
کہا رہرائے خلک میں نے ستایا تھا کہے میرے بچے تو اس آفت کے سزاوار تھے
شاہ فرماتے تھے ایسے ہیں ہمارے انصار نانا صاحب کے بھی اس طرح کے انصار تھے
بدھیاں زخموں کی پہنے ہوئے تھے اپنی حق کیا ہوا پھولوں کے گردن میں اگر بار تھے
مستم کے دانتوں پہ چھری لک کے کہا ظالم نے ہم نے اس طرح کے دیکھے درہزار تھے

اگر میچ دو جہاں کا ہوا انصال انیس

اچھے یوں ہوئیں گے جیسے کبھی بیمار نہ تھے

(۳۷)

حضرت قاسم علیہ السلام

۱۔

قاسم پہ طسرفہ بارغ جوانی کی تھی بہار
انکھیں دوجی پہ کیجئے زنگں کو بھی نثار
منبل سی رقص، سرو ساقہ نہیول ساغزار
نازک لب اس قدر، رگب گل جکے آگے عار

بے وجہ منہ نہ شریخ تھا اس جاں فردش کا

لحبت جگر تھا وہ حسرت سبزید ششکا

۲۔

سب جہانتے ہیں شوکتِ لبتِ دلِ حسن
جنگ آزا، نہنگ و فاء شیرِ صفتِ حسن
عقلمند سسر پہ خلعتِ مشاۃ زریب تن
ناشاد و نامراد و اسیرِ غنیمِ حسن

حسنِ حسنؑ کی چہرے پہ کیا خوب شان تھی

قالب تھا درم گہ میں، دہیں پاس جان تھی

۳۔

ملوار تول تول کے دستِ حنائی میں
حاصل مقامات کو یہ بیضا صدائی میں
کہتے تھے خوں پہاڑیں غمِ ہم اس لڑائی میں
اختر کو مژدہ دکھاتا تھا کنگنا کلائی میں

سارے خسرو بخ دیتے تھے تاجہ نگاہ کو

دکھلاتی تھیں ہتھیلیاں آئینہ ماہ کو

۴۔

یہ کہہ کے آنے سر کو جھکائے ڈوبن کے پاس
فرمایا ہم کو اسے یہ شادی نہ آئی راس
آنکھوں میں اشک اور دیکھیں میں دل ادا اس
سب مر گئے ہر یہ شبست و حق شناس

نہستی تمام لٹ گئی، ویرانہ ہو گیا

شادی کہاں، یہ مگر قومِ مہمان ہو گیا

سوچ تمہیں گھلانے کٹائیں تو کیا کریں فسریادِ خاطر کی صدائیں سننا کریں
 رخصت کرو تو فوجِ سبقت سے دغا کریں گھوڑو جو بھل لب تو گہر ہم سننا کریں
 صاحب ! ہمیں سپردِ عروسی اہل کرد
 مشککٹا کی پوتی ہو مشکل کو حل کرد

جب یہ سنئے کلام تو ہی سننا گیا دل پر جھری چیل کی جگر خمر خرا گیا
 منہ پر دُہن کے صاف نہ تھا سا چھا گیا جو شیش بکا میں کچھ نہ رہاں ہے کہا گیا
 دُہ لب کو اتنی بات سننا کہ اک آہ کی
 صورت بناتے جاؤ ہمارے نیند کی

میں کون ہوں بھلا جو کہوں گی کہ تم نہ جلاؤ راضی ہیں میں تہادی تو جاؤ گھلاؤ کٹاؤ
 گھر تو اجھاڑ ہو چکا جنگل کو اب بسلاؤ نیچہ جھانکے گا، ہمدے نہ ٹاپے کاظم نہ کھاؤ
 مسکن کریں گے زن میں تینا پاش پاش پر
 ہم بھی نصیر ہوئیں گے صاحب کی لاش پر

فسرہ ما کے الوداع اٹھا دلیر حسن برہم ہوئی وہ بزم، وہ صحبت وہ انجمن
 غل ہو گیا کہ شئی ہے کلمات کی دُہن اس وقت سب سے روہا کی ماں کا تھائین
 جاتی ہے اب برت مرے فونہاں کی
 رخصت ہے ملی بیو، زن بیوہ کے لال کی

پہنپا جو رزم گاہ میں وہ غیرت مست فیضہ پڑنے کے گھوڑے کو پھیرا ادھر ادھر
 بوسے حدیہ کوئی فرشتہ ہے یا بشر خورشیدِ غاوری کی بھی خیر ہے یا نظر
 افسردہ چمک رُخ پڑے آبِ تاب کی
 سہرا بنی چوٹی ہے کون انقلاب کی

ناگاہ فرجِ سام سے تیر بستم چلے پیر و سنان و غیر و نیزہ جم چلے
 قابض بھی یاں سے کچھ کے تین ددم چلے اعدا پہ چیر کر فرسیں طوش قدم چلے
 پیدل تو اس قطار کے تھے کیں قطاریں
 دُؤاد و سارک گئے ایک ایک واریں

طش میں جھکا فرس پہ جو وہ غیرتِ قر مارا کسی نے فسری پہ اک گرزِ گادِ سر
 بر بھی لگی جو سیکھنے پہ جھوٹے ہر اجگر ٹھٹھتے تھے آپ سے کر کر پر لگا تیز
 طاری کی تیغ کھا کے پکارے امام کو
 نسراد یا حسین! بپاؤ عظام کو

رو کر ہیں سے کہنے لگے مشاؤِ بگرد اس پہ نصیب راز کو لے آؤ لاش پر
 بیٹھ گئے گی یوں، ہمیں اس کی نہ تھی خبر اب شرم کیا ہے دیکھ لے دوہا کو انگنظر
 زخمی بھی ہے شہید بھی ہے پہلے پہل بھی ہے
 دوہا بھی نام کو ہے چھکا پاس بھی ہے

جس دم ڈہن نے لاش کے تھڑوں پر کچھ مٹی بہیں ڈول ہوئی، اک جگر سے آہ
 قدموں پہ سر جھکا کے پکاری وہ رشکِ باہ میسر افسردہ غم جو اسے میرے بادشاہ
 بول نہ تھی حساب سے، نقیبِ سردار ہوں
 اب حکم جو تو لاش پہ اٹھ کر نثار ہوں

صاحب! بتا تو دو تمہیں دھن میں کیا کہوں؟ بیکیں کہوں کہ فدیہ راہِ خدا کہوں؟
 پیاسا کہوں؟ شہید کہوں؟ یا بنا کہوں؟ دُوبست کہوں؟ کر کا شہمِ گلگوں تبا کہوں؟
 پھوٹا ڈہن کو لاش پہ رونے کے واسطے
 دُوبلائے تھے قیسریں سونے کے واسطے

(۳۷)

حضرت قاسم کی جنگ و شہادت

۱۔

جب خیرہ حسین سے نکلا حسن کلال دیکھا کہ درد پہ روتے ہیں سرور بعد طلال
بس گر پڑا قدم پہ یہ بکروہ خوش خصال دیکھے رضائے حرب بھی ہمسیر ذوالجلال

چلائی مائیں کہ سب سے پیہر نہ روکیو

شہر نے دی صدا کہ برا در نہ روکیو

۲۔

پیشا کے اس کو چھاتی سے بولے شہرِ ام پیارے تہوارِ اداغ بھی دل پر ہیں گمے ہم
یہ پیش دیں ہے منزلِ ہستی میں کوئی دم تم آگے چند گام تو ہم پیچھے دو قدم

کچھ غم نہیں جو راہ ہے خجستہ کی دھار پر

ہر دم غمدا کا فضل ہے اس خاکسار پر

۳۔

یہ کہہ کے دلِ قلق سے بھر آیا جو ایک بار روتے مثالِ ابر شہرِ آسمانِ دفتار
ترا آلودوں سے ہو گئی ریشہ خضاب و در تسلیم کر کے قاسم علیؑ رُو ہوا سوار

دو لہا کے نورِ رخ کی لیس چمک گئی

جولاں کیا فرس کو تو بجلی چمک گئی

۴۔

پہنچا جو رزم گاہ میں وہ غیرتِ شہر نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیلا دھر اُدھر
بولے غم وہ کوئی فرشتہ ہے یا بشر غورِ شہیدِ خادری کی بھی خیرہ چیاں نظر

اللہ ری چمک نغ پر آبِ و تاب کی

سہرا بنا ہوا ہے کرنِ آفتاب کی

ناگہ رجز پر پڑنے لگے قارشم جسری عالم میں کون ہے جو کہے ہم سے ہنسری
ہم حیدری میں ہم میں ہے زور غفٹری ہم سے ہے اونچ پایہ اور نگ صفدری
شہرہ ہے حرب و حرب شہر خاص و عام کا
ہلکا ہے شش جہت میں ہمارے ہی نام کا

بد سے مرا امیر عرب مشنہ نجف ہر خام دین معین رسولان ماسلف
داوی جناب فاطمہ زہرا ہی ذی شرف عتو حسین صاحب نوراک کا خلف
میں پارہ دل حسین خوش فصال ہوں
ہیرے سے جو شہید ہوا اس کا لال ہوں

اس کا پس ہوں اے سپہ مصرور دم و شام محراب فاطمہ کا ہے جو سر و مسیز نام
والہ اُس کا لیت جگر ہوں میں تشنہ کام تابوت جس کا تیروں سے چھلنی ہوا تمام
جان اُس کی ہوں میں جس کو نہ جاگیر بعد مل

پس میں سلف کے نہ جس کو بخدا ملی پیہنچا جو دم گاہ میں وہ غیر ست قر
بولے حد و نیہ کوئی فرشتہ ہے یا بتر خورشید غامدی کی بھی خیرہ ہے یا نظر

اللہ ری چمک ڈباغ پر آب و تاب کی

سہرا ہوا ہے کرن آفتاب کی ڈھالیں انھیں کہ دن شب و بھر ہو گیا
چسروں کا رنگ خون سے کانور ہو گیا آئی منہی اہل کو بھی اس طرح فر گئے
گھوڑوں پر تن چڑھے رہے اور سڑا گئے

ظ
تھا اچھا سعد شوم کو اُس دم بہت ہراس
غریب سلاخ ازرقی شامی کھڑا تھا پاس
اُس سے کہا کہ طوع نہایت ہے بے حواس
تو جا کے لا تو قتل ہو شاید یہ حق شناس
رکتا ہے برجیوں سے نہ دام کند سے
جلدی سستاں پاس کو اٹھائے مند سے

بچنے لگے بچڑ کے وہ اصرار مشرور و نات
تو آپ بے حواس ہے تقصیر ہو معاف
یہ امر اے امیر مٹھا مت کے ہے خلافت
ہاں تب لاؤں علی اگر آتیں پئے معاف
فرق آنے کو نہ میسری کبھی ان بان میں
لو کے سے لڑ کے نام ہٹا دہل جہان میں

ڈرتے ہیں سب بجری ہری جنگ و جہل سے
زستم کا زور نگے مرے کم ہے زال سے
رکتی نہیں یہ تیغ شہنشاہ کی وصال سے
ناداں جہل کیا لڑوں میں جو اس خرد مال سے
بیٹوں کو میرے بھیج کہ چاروں ولیس میں
جنگ آزما میں، سور میں، صفدر میں، شیر میں

لکھا ہے چار تھے پسیر ازرقی پلیسید
دشمن تو آل پاک کے فیضان کے مرے
ہلا چلا ان کو دیکھ کے وہ پسیر ویزید
ہاں جا کے اس یتیم کو جلدی کرو شہید
ڈو لاؤ قبر میں حسرتی دل ملول کو
بیوہ بنا دو دختہر سبیل رسول کو

تکلیف بات سنتے ہی ان میں سے ایک یل،
پہچے چلی مشریر کے ہنستی ہوئی اجیل
فستردہ کیا یہ غیظ سے موزی نے کھل کے تل،
ہاں اے حسن کے لال! مجھ دارائے شہیل
کام آنے کہہ تو نام مشیر ذوالفقارے
پیشینی پہ ہو کوئی تو مدد کو پہکارے

۱۵۸
 کہ ہم یہ نعرہ زن ہونے چکا کہ ہمارے
 کوئی ہے جس میں سپر حفظ کردگار
 امداد وقت جنگ ہے مشیروں کو نگوار
 او فیسروہ سراجل تری گردن پہ ہے سوار
 دشمن کو اپنی ضرب مہ پنجہ قضا کا ہے
 ا کوئی دار کردار ارادہ و عطا کا ہے

۱۵۹
 یہ سنتے ہی کہاں کو اٹھا کر بڑھا شہر
 چلے میں تین بھال کا جوڑا شہتی نے تیر
 تھا بس کر تیز دست حسن کا رہ منسیر
 بجسلی سی آئی کو نہ کے شمشیر بہ نظیر
 یوں قطع انگلیاں ہوئیں اُس تیر وخت کی
 جیسے کوئی مستم کہے شاخیں درخت کی

۱۶۰
 ایک اتحاد میں جو کٹ کے گئے دست ہاتھ
 بولے کر میں رکھ کے یہ شمشیر بجا
 اب دیکھ میرے تیر کا توڑ اور خط شعاع
 پکڑا کہاں کے قبضے کو یہ کہہ کے استوار
 چڑ جو کھینچنے لگے سرکش کو ہاتھ کے
 رستم کی روح چھپ گئی توڑے میں خاک کے

۱۶۱
 چلی سے چھوٹ کر جو چلا تیر بے اماں
 تیر بان تیرے اتحاد کے چھٹائی یہ کہاں
 بھتی ہے کب خدنگ اہل سے کسی کی جاں
 تھو دو تیر توڑ کے سینے کے اُسٹھراں
 اک دم میں وہی شکست خطا کو ٹوٹا بنے
 نکل تھا نفس کی تیلیاں توڑیں عتاب نے

۱۶۲
 مرکب سے گر کے مڑ گیا جب وہ عدوئے دیں
 نکلا اُدھر سے تب پر سہ شانی لعین
 نیزے کو توڑتا ہوا مسرور درخشم گیس
 ابرو پر بل نکلا وہیں قبسہ اور جیس چسپا
 ہمسراہ اس کے تیغ بگت تو سوار تھے
 اور اس طسرت مدد کو شہر ذوالفقار تھے

نیز سے کا دار کرنے لگا جب وہ خود پسند بجمل سا کو نہ نے لگا دولہا کا بھی منہ نہ
نیزہ آڑا کے نیزہ سے کی یہ صدا بلند کیوں کو نہ دیکھے نیزہ مشکلنا کے بند

یہ سس کے اُس نے دھال کو چہرے پر گویا

پتلی کو بے جیت کی سسٹل میں ہے ویسا

چلے کار کو رہو کے ہوا جب وہ غیرہ سر پنگے میں ہاتھ ڈال کے پٹکا زمین پر
آواز دی زمین نے کہ لی التاء والشفق جا تو بھی ہے برادر یعنی تراجمد صبر

جز موت کچھ شفیق کو نہ اس دم نظر پڑا

آنکھیں نکلیں تو قفس جہنم نظر پڑا

جیسا برا در سوم اس کا بکرز وفسر آنے ہوئے وہ غریب گراں سرک المذہر
یاں بہر جفقا دست پر المشرقی سپر تیغ دو دم کو شیر نے تو لایا بچا کے سہر

یوں دو کیسا عمو دسیر نابکار کو

جس طسرح تیغ تیز آڑا دے خیال کو

مرتے ہی اُس کے فوج سے چٹھا پسرخا قابم پکار سے اوپل خود دسیر کو ہر زخا
سختے ہی یہ وہ جیل دو دم کھینچ کر زخا جھنجھلا کے بچنے کا بھی لغت جگر زخا

ادادہ کیا کہ تیرا جمل کا نشہ متا

اک ہاتھ میں نہ سر تھا نہ ہاتھ نہ شانہ تھا

ہے جان ہوئے نبرد میں بیٹے جو اس کے پلاد ازرقی کا دل ہوا صفت لالہ و افنداد
جوش غضب سے شوخ ہوئیں چشم نابکار مشعل تنور منہ سے نکلنے لگا بخشار

جیب قبا کو مشعل کھنی پہاڑا تھا

نکلا پرے سے دیو سا چنگاڑا تھا

۲۰
 فوجیں بادِ مراد کا چلیں سوئے آسمان بل کھا کے اُس طرفت یہ پکا را وہ بد زباں
 رستم بھی ہو تو کھینچ نہیں سکتی مری کہاں جوشش کو توڑتا ہے مرا تیرے اہمال
 ہے اُس کی فتح ساتھ ہوں میں جس دُشمن کے
 سسر مر کیا ہے دیو کو جنگی میں ہیں کے

۲۱
 قاجار نے دی خدا کو تیس اب گزرا ہوا کو بند اللہ کو عنبر و جیش ہے ناپسند
 حق نے فرد جہنمی سے کیا ہم کو سربسند نیزے کا بند بازہ کو لی چیر کر سند
 دیکھیں بسند کون ہے اور پست کون ہے
 کھٹل جاتے تھا ابھی کہ زبردست کون ہے

۲۲
 کیا ہو سکے گا اتھ سے بھلا وقت دار و گیر دستانے دونوں ہاتھوں کو پکڑے میں اوٹیر
 حلقہ کہیں کہناں کا نہ کر لے تجھے اسیر دشمن ہیں سب ترے جنہیں سمجھا ہوا ہے تیر
 اد تیر و زور بھلا یہ سپر کیوں لگائے ہے
 آہوشش میں کہ تجھ کو سیما ہی دہائے ہے

۲۳
 قاضی کیا جو مصعب ناہق کے لال نے تر کر دیا اُسے عنبر قی انصاف نے
 برجھا اٹھایا ہاتھ میں اُس بد خصال نے چیرا فرس کو قائم یوسف جمال نے
 تھکنے لگے صفوں سے جواں سب لڑے ہوئے
 عباسی نامدار شریب اکھڑے ہوئے

۲۴
 قائم نے مرض کی کہ بہت دھوپ ہے حضور سب سے چپا کے پاس یہ تکلیف کیا ضرور
 لڑا یا اُمد نے میں تری بہت کے اسے فیور دشمن کو پاس آنے نہ دو ہم کھڑے ہیں زور
 ہشتیار جانِ عنبر کو دم کا زندہ ہے
 جاتا ہے اب کہتاں یہ تہسار اٹھتا ہے

گیتوں میں غنیمت قول تول کے بڑھتے ہو بار بار
 بیٹا سپر تو ہاتھ میں لے لو چپ نشان
 صد کے ترے حواس کے اے میرے شہسوار
 ہاں دونوں پاؤں رکھو رکابوں میں استوار
 آنے دو اُس کو تیغ بھی دم بھر تھی رہے
 گھوڑا نہ بد مسزاج ہو پڑی جی رہے

بیٹا تمہیں خدا نے دیا ہے غلی کا زور
 گو پیل سے پر جم تو سمجھتے ہیں اس کو مور
 بہرام کی طرح سے چسلا اب یہاں گور
 دیکھو گے دیکھنے کا نقطہ ہے یہ زور و شور
 چٹلے میں جتنے ساہوکارے نہیں کہیں
 گر جے ہیں جو بہت وہ برکتے نہیں کہیں

سُن کر خدا کے شیر پکارا وہ بزدلا
 کیا ان کے ساتھ آپ بھی ہیں عازم دفا
 تیوری چڑھا کے حضرت جُنس نے کہا
 بس ہے تجھ پر طفل مری احتیاج کا
 کچھ تجھ سے کم نیرۂ خیبر شکن نہیں
 دو ایک سے لڑیں یہ ہمارا چن نہیں

نیزہ بلا کے جانب کاظم بڑھا وہ یل
 دھانے مسکرا کے صدادی سنبھل
 گھوڑا نہ گر پڑے ترے لنگر سے سر کے بل
 تو جے فرس پر اد تری گردن پہ ہے اجمل
 فیضم ہیں بیٹہ اسود دوا لجاں کے
 کچھ سسناں کے وار دراد بچ بھال کے

یہ کہہ کے پنے چھوٹے سے نیزہ کو دی تھکان
 چمکی آئی تو برق پکاری کی الاماں
 اک بند بازہ کہ جو فرس سے کہا کہیں
 ڈانڈ آئی ڈانڈ پر تو سناں سے لڑی سناں
 بل کیا کرے کہ زور ہی موزی کا گھٹ گیا
 غل تھا کہ اڑھ سے وہ افسی پٹ گیا

۳۱ قاسمؑ نے زور سے جو آنی پر زخمی آئی، بھانگا شبتی کے جسم سے زور چھٹتی،
جو ڈھنگ جان پر ظالم کی آتی تھی اس مٹا کی نوک کر ہیرے کی تھی کئی

اڑ کر گری زمیں پر مٹاں مٹکان سے

گر تپا ہے جیسے تیز شہابِ آسمان سے

۳۲ جھنبلا کے چہرہ نیزہ کو لایا وہ فرق پر قاسمؑ نے ڈانڈ ڈانڈ پر مارا بچا کے سر
دو انگلیوں میں نیزہ دشمن کو تمام کر جھٹکا دیا کہ جھٹک گئی گھوڑے کی بھی کمر

نیزہ بھی تپ کے ٹوٹ گیا تاجدار کا

دو انگلیوں سے کام لیا وہ الفقار کا

۳۳ منہ لادہ بے شعور یہ جھٹکا اٹھا کھنکھن قبضہ میں لی کہاں کی فی البدھ غضب
پچھنے میں تیر جڑ چکا جب وہ بے ادب تیوری چڑھا حال قاسمؑ نوشاہ نے بھی تب

تیر نگاہ سے وہ خط کار ڈر گیا

کاپے یہ دونوں ہاتھ کر چٹا اڑ گیا

۳۴ بولا یہ مشکرا کے جھٹکے گشتہ حسن رُشا پھر یزاد بستم رعب اور پل تن
چلائے برہ کے حضرت عباسؑ صفت لکھ کیا خوب تھہ کو یاد میں تیرا فگنی کے من

دیکھا ہمارے سفیر کی چون کی شان کو

دعوتی ہے کچھ ابھی توجہ دے حالے کان کو

۳۵ دوسمت سے چلے جو ملامت کے اس پر تیر چلایا تیغ تیز غلیم کر کے وہ مشیر
ہاں اے حسنؑ کے لعل برخشاں بدو چیر نکل چمک کے پاں سے بھی تیغ فضا نظیر

چمکا کے تیغ تیز جو قاسمؑ منہ بھل گئے

سبھا جو کچھ فرسوس کے بھی تیر بدل گئے

مانند شیر لہند میں آیا وہ پسیل تن
آنکھیں اُبل پڑیں صفت آہوئے شکن
ساری زمیں پر ناپ کر رزاق تمام تن
چلتے سب کو گھوڑے پر بھی اڑ چکا ہے
بہنیں زمین کی اس کی نگاہ سے ہر گنیں
دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہو کے مل گئیں

چھل بل دکھائی فوج کو دڈرا تھا اڑا
صورت بنائی جست کی، سنا جسا اڑا
دیکھی زمین کبھی، کبھی سوئے سنا اڑا
مشہل سمند باد شہر اُٹا
جن تھا، پری تھا، سحر تھا، آہو شکار تھا
گویا ہوا کے گھوڑے پر گھوڑا سوار تھا

دونوں طرف سے چلنے لگے وار یک بیک
دو جلیباں دکھانے لگیں ایک جاچک
لگنے لگے فلک کے درپہوں سے سب تک
ہلک زلزلہ تھا اوجِ ثریا سے تا سمک
چہرے پر آفتاب کے مقتل کی گرد تھی
یہ غوث تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی نہ تھی

ہر بار جانبین سے ہوتے تھے وارِ رد
تھا حرب و ضرب میں وہ شقی بھی بلائے بد
جب بڑھ کے وار کرتا تھا وہ باقی حسد
کہتا تھا بازوئے شیر دیں باطل یا سودا
یوں روکنے تھے مصالح پہ تیغِ جہول کو
جس طرح روک لے کوئی شہر و جہول کو

لایا جو حرفِ سنتِ مذاہن پر وہ بہ خصال
جیسا مثالِ شیرِ درند و حسن کا لال
گھوڑے سے بس علویا گھوڑا لہند جلال
اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اس کی سپر سے ڈھال
ادھر لگی کہ پوشش اڑے خود پسند کے
گھوڑے سہراؤں رکھ دیتے سرِ پسند کے

عقبائیں نامدار نے پہلو سے دی صدا ہاں اب نہ جانے دیکھو احسنت مرچا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی سہ جتا سنتے ہی یہ فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا بھی اس طرف کو اودھر ہو کے پھر پڑا
مارا کر پہ ہاتھ کر دو ہو کے گر پڑا

غازی نے دی صدا کہ وہ مارا ذلیل کو بچتے نے آج پست کیا مست پیل کو
کیا منہدم کی رو عھیاں کے میل کو نو کو فیو! مگر ادا حریف نفیس کو
دو ہو گئی مگر نہیں تشرنگ ہوا
دیکھو تو آکے لاش کے ٹکڑے پر یک ہوا

قاسم سے پھر کیا کہ مبارک تمہیں ظفر تسلیم کی ادب سے چپا کو جھکا کے سر
اور عرض کی یہ دوسے ہاتھوں کو جوڑ کر اقبال آپ کا کہہ ہم ہو گئی پیسر
پشتی پر آپ حسب جوں تو پھر کیا ہراس
کام آئے کیوں نہ راس جو اسٹار پاس ہو

عقبائیں نامدار تو ہنستے چلے اُدھر یعنی خوشی کی جا کے شادیوں کو دوں خبر
اس نمکدے میں دہر کے شادی کہاں کر یاں اس بنے پہ ٹوٹ پڑے لاکھ اہل شر
لاکھوں سے لڑکے پیاس میں مجبور ہو گئے
حسرت بے مزار ہو چلے چور ہو گئے

تیغیں چڑھائی تھیں جو لعینوں نے مان پڑ پڑتی تھیں وہ قریب سے اس ناتوان پر
تیروں پہ تیر تھے تو کسٹاں کمان پر بدستام فوج کا تھا ایک جہان پر
یوں برہمیاں تھیں چار طرف سے جا بکے
بیسے کرن بھگتی ہے گرد آفت بکے

عش میں جھکا فرس پر جو طیرت تندر مارا کسی نے فرق پہ اک گرز کا دستر
برچی لگی جو سب سے پہ نحر سے ہوا جگر گرتے تھے اس پہ سے کر کر پہ لگا تبسہ
طارت کی جین کھا کے پکارے امام کو
نسر یاد یا حسین: بچت او غلام کو

مشتے ہی استغفار ادا کی صدا دوڑے حسین جانبِ مقتل برہنہ پا
گھبرا کے بولے حضرت جہاں میں بادنا تلوار کس پہ چل گئی ہے ہے یہ کیا ہوا
چلائی ماں ارے مری بستی اُجڑ گئی
اے بھائی دوڑو جن کے لڑائی جڑ گئی

چھٹے جو شاہِ فوج پر چمکا کے ذوالفقار بجھلی گری تیز کے لشکر پہ ایک بار
اس عیظ میں یمن سے آئے سوتے یسار بھاگے بھرا کے گھوڑوں کی باگوں کو سوار
بھاگڑ میں غوں سے زن کند میں لال ہو گئی
دولہا کو لاش گھوڑوں سے ہال ہو گئی

کیوں رونے والو مشتے ہو آوازِ شور و شین اس بزمِ پاک میں ہیں یہاں نورِ مر حسین
منبر کے پاس فاطمہ روتی ہیں کر کے بن ماتم کر دو کر مر گیا حضرت کا نورِ حسین
مستہ کو بھی اسلحہ ہے شہر بے وطن کو بھی
پڑسا امام کو محمدا و نعم اور حسن کو بھی

لکھے نیست خوب بر سرِ عت یہ چند بند لے جائے شوق سے جیسے مضمون ہو جو پسند
اک ہا ہے شیر و شکر و خند و نہات و خند اُس کے کرم سے ہو گا یہ دریا کبھی نہ بند
نہری رواں ہیں فیضِ شہِ مشرقین کی
پیامو پو سبیل ہے تقدیر حسین کی

ختم شد

رباعی

خوں بھائی کاشتہ کے دو بردہ بتا تھا
تھا پنج میں سقائے حزم کا ایش
پیاسے کا ہو کسار جو بہتا تھا
دریا تو اُدھر اُدھر ہو بہتا تھا

سلام

سلائی دیر شہ پہ مگر جائیں گے
ہر اک آن یاں زندگی سوت ہے
چڑھے گی جو ندی مرے اشک کی
کب شہ نے اکبڑ سے ٹھہر دو جو تم
تہسارا مسہارا ہے ہم کو فقط
پہن کر کب شہ نے رخت کہیں
مہینوں سے کہتے تھے زینب کے اصل
دکھاؤ زمینیں سمجھ کر صغیر
کبسا جا کے اہل سے جٹاں لے
ملے گا نہ مراب بھی پانی انہیں
گلوں سے جو اترے گا اک گھونٹ بھی
سکینشہ کی نغی سی اک شک سے
حرم سے شپ قتل کہتے تھے شاہ
مہبت کی راتیں بسر ہو گئیں
حدود رنج دیتے تو کہتے تھے شاہ
خدا تو ہے شاہ کہ بے جرم ہوں
ملے گی قیامت کو اس خوں کی دار

تو سب کام مجھے سنو جائیں گے
جیتیں گے جو واں جا کے جائیں گے
تو نظروں سے دریا اتر جائیں گے
تو ہم بھی کوئی دم ٹھہر جائیں گے
جو چھوڑو گے تہا تو مرجائیں گے
یہ کپڑے بھی تو سے اتر جائیں گے
تھو جو کچھ ہم سے ہو گا وہ کر جائیں گے
ہم ایسے نہیں ہیں جو ڈر جائیں گے
سڑک جاؤ ہم نہر پر جائیں گے
پھڑک کر کئی طفل مرجائیں گے
تو اٹھڑے ہوئے دم ٹھہر جائیں گے
جو ہو نہر خالی تو بھر جائیں گے
دم صبح ہم کو چ کر جائیں گے
نڈو دو یہ دن بھی گزر جائیں گے
ہم اب پھر کیاں سے نہ گھرائیں گے
پچھیں گے کبھی اور کدھر جائیں گے
فدک یہ نہیں جو مگر جائیں گے

(۲۸)

حضرت عباس علیہ السلام

۱۔

جب لاشہ تاسم کو ہمارے دیکھا قبضے کی طرف غلط سے جڑا رہنے دیکھا
منہ بھائی کا رو کر شہِ ابراہیم دیکھا کی عرض بڑا داغ تک خوار نے دیکھا
تینوں سے جب سرور رواں کٹ گیا آقا

۲۔

واللہ کر دل زینت کو لب ہٹ گیا آقا
عباس گرے پاؤں پہ گردن کو جھکا کر رونے لگے سب بھائی کو چھاتی سو گنا کر
بالو نے کہا عش سے سیکہ کو جگا کر صدمے گئی دیکھ آویجا جان کو جا کر

۳۔

اس طرح جو شاہ شہید اردو تھیں بی بی
سرور سے ہمارے جدا ہوتے ہیں بی بی
یہ سنتے ہیں گھبرا کے جلی جلد و سب آس اُدے ہوئے جاتے تھوڑے ہی یہ تھی پیاس

۴۔

زینب نے کہا آتے ہے لوماشن عباس عباس نے گدی میں لیا آکے بقدر یاس
بہتے تھے جو آسمان شیر خدا کے سوکھ ہوئے لب نے لگی منہ سوچا کے

عباس نے رو کر کہا کیا چاہیے عباسی شراب کے سیکہ نے یہ کی عرض کہانی
عباس نے نسو مایا بعد اشک مٹانی اللہ بھائے گا تیری تشنہ زبانی
لو گدی سے تمہا تر تو ہم حب میں سیکہ

ہے آؤ کوئی شک تو بھر لائیں سیکہ

یہ سنتے ہی اُس پیاسی میں ایک جان ہی آئی فتنہ گئی اور دودھ کے مشکیزے کو لائی
یوں کہنے لگی رو کے وہ شہتیر کی جان میں رن میں پٹی آؤں گی گرد ویر لگائی
جلد آؤں گا دریا سے، یہ فرما کے بدھار د

جاتے ہو تو آنے کی قسم کھا کے سدھار د
عباسؑ نے فرمایا کہ دریا نہیں کچھ دُور مشکیزہ بھرا اور پھر سے خستہ دم و سرور
اور آگے مری جان جو اتنے کمظور مانع ہوں آنے میں اگر موت تو مجبور
تقدیر سے کیا زور ہے سقائے حرم کا

دعہ کریں کیونکر کہ بھروسہ نہیں دم کا
پیشی کے سکیٹنے نے جو دی مشک بھند غم آہستہ کہا شہ نے بہن سے کہ موئے اہم
سنبھلا جو نہ دل، میٹھ گئے قبلہ عالم عباسؑ چلے گھر سے پیہا ہو گی ماحم
یوں خیمے کے پردے کو وہ مفذ نکل آیا
گویا کہ تسعر بُرج سے باہر نکل آیا

گھوڑے پر چڑھے حضرت عباسؑ تک جا روح اللہ حبیبی شیر کے ہمارا
جاسوس نے دی جا کے خبر فوج کو ناگاہ آتا ہے بڑا شیر دلدار سوئے جنگاہ
اس سچ کا جواں غریب کو تا جرح نہیں ہر

حیدر میں اور اس میں سر و فرق نہیں ہر
داؤدی زرہ ہے اُسی اندازے بریں ہتھیار اسی شان کو باندھے ہیں کر میں
غفتہ دہی، چتون دہی ہے رعبِ ظر میں برپا حق قیامت ستر و سجاہ کے گھر میں
جس دم یہ جڑھا گھوڑے پر عشق کر گئے شیر
ہم کو تو یقین ہو گیا تھا مر گئے شیر

جاسوس یہ کہتا تھا کہ صفدر نظر آیا جستار و دفا دار دلا در نظر آیا
بھرا ہوا نقشِ مسینِ غضنر نظر آیا سب فوج کو نورِ ربِ حیدر نظر آیا
گمراہوں پہ ہوا غل کہ یہ قدرتِ ہر جا کی

دی خاک کے ذروں نے صدا ملّی کی
غازی کا وہ شرکت و شکوہِ علم نور کہنی تھی یہ گیتی کہ انا اسطور انا اسطور
پریم تھا کہ بکھرے ہوئے تھے موزِ سرور ہمہ غب ہر پنجے سے یہ کیا ہر کامقدور
دکھلاتا تھا سرسبزِ اٹاک پھریرا

تھا دامنِ مُہم کی طسرحِ پاک پھریرا
غُل تھا کہ جہاں میں علم، ایسا نہیں دیکھا زورِ ریزے غیبِ کرم ایسا نہیں دیکھا
اقبال و جلال و حشم ایسا نہیں دیکھا سرداروں میں ثابت قدم ایسا نہیں دیکھا
طوبیٰ ہو تو ایسا میرے کامل ہو تو ایسا

ایسے علم نور کا عاقل ہر تو ایسا
ناگاہ بڑے حضرتِ عباسؓ تلکِ ماہ ذروں میں جلہ ہر ستاروں میں چلا ماہ
اشعارِ رجز تھے کہ بلی سیفِ یٰ اللہ پہننے لگے ڈر ڈر کے صغیرِ جنگِ سرد ماہ
دم بند تھے دہشت سے فصیحانِ جہاں کے

کہتی تھی فصاحتِ کثاراں کی زبان کے
لڑنا ہوا پہچاںِ برِ ساحلِ جودہ صفدر یاد آگئی بس تشنگیِ آبیِ پیسہ بھر !!
رہو اس نے دیکھا رُخِ عباسؓ کو مُر کر سمجھے کہ ہے گھوڑا بھی بہت پیاسِ بے غلظت
آنکھوں سے دواں ہو گئے وہاں اٹک بکیر

بہتر ہے کہ اب جلد بھر و مشکِ سبکیر

عباسؑ نے شیرے کرچھائی سے لگا کر میرا ب کیا نہرے محپدا شک بہا کر
لٹا لیا تھے کو قریں دوش کے لاکر اہل کی صفیں بندہ گئیں محپدا نہرے آکر
نُب تشنہ جو وہ حق کا ستنا سا نکل آیا

رہا رہا بھی اس نہرے پیا سا نکل آیا سائل پہ ہوئی قبل علم دار کی تدبیر
ترکش کے دہیں کھل گئے چلوں کے سٹے زیر تھے گھاٹ کو تواروں سے روکے ہمنے بلعیر
عباسؑ بڑھے آتے تھے تو لے ہوئے شیر
یہ حال تھا ضیغ دم جنگ آتا ہے جیسے
یوں آتے تھے سائل پہ ہنگ آتا ہے جیسے

دولاکہ کے طعنے نے علم دار کو گھیرا! وہ چاند تھا تزیج میں اور گردانہ میرا
جو بگٹے تھے ان لوگوں نے بھی باگوں کھیرا یہ کہتے تھے اللہ مددگار ہے میرا
تھوڑے تیروں کو قلم کرتے تھے عباسؑ

پٹھ پٹھ کے دعا شک پہ دم کرتے تھے عباسؑ
لکھا ہے کہ ایک تھا بنی وردہ ستم آتا تیغ اس کی گئی دوش مبارک پہ قضا را
بے دست ہوا حیدر گزار کا پیارا احمد کا شاں خون میں تر ہو گیا سارا
دیکھو تو دما حیرت سقائے حرم کو

تا دیر کئے بات سے چوڑا دم علم کو
جس دقت گرا ماکب پر جھک کر ظم شاد کس یا اس سے عباسؑ علم دار نے کی آہ
اس دوش پہ گئی تیغ جلی پشت سے ناگاہ دونوں نہ رہے دست بگر بندید اللہ

تیروں کی جو برچار ہوئی چھن گئے عباسؑ
بازو جو کٹے سرود داں بن گئے عباسؑ

حضرت کو پکارا مرے آقا مرے آقا
دوڑو مجھے مارا مرے آقا مرے آقا
تن زخمی ہے سارا مرے آقا مرے آقا
بندہ ہوں تمہارا مرے آقا مرے آقا
سینے کی، بہشت کی، فدا کی خبر
خادم کی، نمک خوارک بھائی کی خبر

چلا کے مشہ دیئے کہا اے برادر
تم بھائی سے بھوتے ہو جدا اے برادر
بھائی نہ ہوا تم پہ جدا اے برادر
کھنکھن جرائی میں تھکا اے برادر
افسوس کو وقفہ کیا چند نفس کا
ساتھ آج چھٹا جاتا ہے بیش بریں کا

یہ کہہ کے سوئے نہر جو دوسرے مشہ والا
تیرا کے گرسے تھے مگر اکبر نے سبھالا
گر پڑتے تھے ملتا تھا جہاں خون کا تھا
معلوم نہ ہونا تھا اندھیرا، نہ اُجھالا
بھائی کے تصور میں جو گھبراتے تھے شبیر
ہر لاش سے چلا کے لپٹ جلتے تھے شبیر

بیل سے تڑپتے بھوتے جب نہرے آئے
عباس کوئی آن کے جہاں نظر آئے
سر پہنچے شبیر جو بالائے سر آئے
اشک آنکھوں میں عباسِ دلاور کے کھیر آئے
زخمی کو جو لٹنے کی طاقت تھی زمین سے
ٹپٹنے لگے آنکھیں قدم سرور دیں سے

حضرت نے کہا سر تو قدم پر سے اٹھاؤ
عباس ہم آغوش میں لیویں، ادھر آؤ
گو ہاتھ نہیں سرری جھاتی سے لگاؤ
یاری جزاں دے تو کچھ احوال سناؤ
تقریر تری شہرہ آفاق ہے بھائی
بھائی تری آواز کا شوق ہے بھائی

یہ سُسن کے علمدار کے آسودہ گئے غازی
 شہ نے کہا روتے ہو غریبیں پہ ہمداری
 سوکھی تھی رہاں تن کی گرین کھینچتی تھیں ماری
 برا نہ گیا تو تو کراہے کئی باری
 برو سے قدم شاہ پہ دینے لگے عباسؑ

۱۷۷

عقل میں جو سنی اُس نے صلے شہزادہ
 ہونٹوں کو بھی حبش ہوئی آنکھوں کو بھی کھولا
 آہستہ کہا شہ سے میں صدمے مرے مولا
 تقسیم سے معذور ہوں میں اٹھ نہیں سکا
 یہ داغ زانے سے چلا ساتھ ہمارے

۱۷۸

پانی نہ ملا تن سے کئے ہاتھ ہمارے
 شاہ مرے کلمے کے رہیں آپ برادر
 معبود نہیں کوئی بحسبہ خالق اکبر
 برحق ہے رسولِ عربی، حق کا پیغمبر
 بے فصل ہے احمد کا دمِ حیدرِ مصدق
 بعد اُن کے حسن ملک و مختار جہاں ہیں

۱۷۹

اور بعدِ حسن آپ امامِ دو جہاں ہیں
 یاں تھا ابھی یہ ذکر کہ برپا ہوا عشر
 رونے میں گئے دیکھنے شہ خیمے کو مڑ کر
 دیکھا کہ حرمِ گھر سے نکل آئے ہیں باہر
 چلاتی ہے نعت علی اکبر علی اکبر
 اب دفتر سلطانِ مدینہ نہیں تھمتی

۱۸۰

عباسؑ سے کہہ دو کہ سکینہ نہیں تھمتی
 نعت کی یہ آواز جو عباسؑ تک آئی
 سحرانے لگا نزع میں وہ شہ کا فدا
 شہ سے کہا یاں آئی کد اب آپ کی جائی
 دامن سے مرے منہ کو چھپا دیجئے بھائی
 یہ کہتے ہی دنیا سے سر کر گئے عباسؑ

۱۸۱

منہ پھیر لیا شرم سے اور مر گئے عباسؑ

سرپیٹ کے ہاتھوں سے یہ شیرکارے عباس علی جھوڑ کے جنت کو سدھائے
 سرسبائی کے تدموں سے اٹھا دھرے پیارے بس ہو چکی تعظیم میں قربان تمہارے
 بھائی میں تری تشہ دہان کے تصدق

عباس میں اس مرتبہ دانی کے تصدق
 کچھ بولو تو اسے عاشق سلطانِ مدینہ چلاتے ہے ڈیر میں پر نہیں بالی سکینہ
 بستادِ بختی کی تسلی کا تسرینہ اس صدمے سے دستارِ اس بچی کا جینا
 یہ مشک جو داں خون میں تر جائے گی بھائی

بس ہائے بچا کہہ کے وہ مر جائے گی بھائی
 کیا دم کے نکلنے کا بھی ہے صدمہ ہاتھ کا کانچے کہیں کر دٹ نہ کہیں اور کہیں کی آہ
 جب آنکھ کھل یاس سے دیکھا طرفِ شاہ بوئے دمِ آخر کو نشاِ ریشہ ذمی جاہ
 روتے رہے شاہِ شہد امر گیا بھائی

آغوش میں بھائی کے سفر کر گیا بھائی
 سرپیٹ کے چلانے لگے سیدِ ابرار ہے ہے مرے پیارے مرے بھائی مرے غمِ غبار
 اب جوش پہ رقت ہے امیتس جگر انکار مولا سے یہ کر عرض کر اسے گل کے مددگار
 حسرتِ ندی آنکھوں کو در شاہ کو دیکھوں

عباسِ فلک جاہ کی درگاہ کو دیکھوں
 جہش

رباعی

ظاہر وہی الفت کے آخر میں اب تک قسربانِ شہ جن و بشر میں اب تک
 ہوتے ہیں غمِ آگے جو اٹھتی ہے غریب عباسی عسلِ سینہ سپر میں اب تک

رباعی

وہ موجِ حوادث کا تپسیڑا نہ رہا کشتی وہ ہوئی غرق وہ بیڑا نہ رہا
سارے جھگڑے تھے زندگانی تنگ نیست جب ہم نہ رہے تو کچھ بجھیڑا نہ رہا

رباعی

دیدارِ دمِ نزع دکھاتے ہیں عسلی ایذا سے مجنوں کو پکارتے ہیں عسلی
منظور ہے شیعوں پہ نہ ہو سستی موت پہلے ملک الموت کے آتے ہیں عسلی

سلام

گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے
مقام یوں ہوا اس کا رگاہِ دنیا میں کہ جیسے دن کو مسافر سرائیں آگے چلے
خیال آگیا دنیہ کی بے ثباتی کا چلے جہان سے اغشرا تو مسکرا کے چلے
طلب سے عسا ہے اللہ کے فقیروں کو کبھی جو ہو گیا پھیرا مسدا سنا کے چلے
کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائمال کبھی چلے جو راہ تو چوینٹی کو بھی بچسا کے چلے
قراہم اسپ شہ دیں سے دینگے ہم تشبیہ کہاں ہے کبکب درسی چال تو بن کے چلے
بلا جنیس انہیں افتادگی سے آوج بلا انہیں نے کھائی سے ٹھوکر جو سر اٹھا کے چلے
حسین کہتے تھے واحسرتا علی اکبر ہزار بار غ جوانی ہمیں دکھا کے چلے
ملک پکارے کہ انا از زمین کا تختہ حسین فرج پہ جب آئیں چڑھا کے چلے
مل نہ پھوویں کی چادر تو اہل بیت انا م مزار شاہ پہ لبب جسک چڑھا کے چلے
چھ دہل کو جو جاؤ تو کہتے تھے رد کر ملی کے چاؤ کو ہم خاک میں ملا کے چلے
رہی غروب سے نفرت سیاہ کاروں کو مسلم کی طرح چلے جب تو سر جھکا کے چلے
تمام عمر جو کی سب سنبھلے زنی ہم سے کفن میں ہم بھی عزیزوں کو نہ بھا کے چلے
انیتں دم کا بھروسہ نہیں ٹھوس جاؤ چراغ لے کے کہاں سلائے ہو اسکے چلے

(۲۹)

حضرت علی اکبرؑ کی رخصت

ع

یارب کوئی جہاں میں اسیرِ مہمن نہ ہو جنھں میں عمرِ نسا کے کوئی بے وطن نہ ہو
ماں باپ سے جدا کوئی گلِ پیرِ مہمن نہ ہو پھولا پھولا آجناڑ کیسی کاچن نہ ہو

بھائی بچھڑ چکا ہے سب سے مشرقین سے

اُسے نوجوانِ پسر کی ہے رخصتِ حسین سے

ع

اولادِ دالے دل میں کریں اک ذرا خیال ہوتی ہے کیسی اُلفتِ فرزندِ خوش بھال
بیٹا وہ نوجوان جسے اٹھارواں ہے سال کیا ہو گا نورِ چشمِ رسولِ خدا کا خال

ماں باپ کے لئے تو اجل کا پیام ہے

دشمن میں رونے لگتے ہیں یہ وہ مقام ہے

ع

بھائی وہ مَر چکا ہے کہ تھا جس کدم سے مگر رسید ہی ابھی نہیں ہوئی ٹوٹی ہوئی کمر
اب طالبِ رخصتے دغا ہے جواں پسر تو کون میں بُرہمیں کی ہے شبِ سر کا جگر

پیری میں اس جواں کو بھی کھنسی تو کیا کریں

کیوں منصفو! کہو جو نہ روئیں تو کیا کریں

ع

قابو ہے اب جگر پہ نہ ہے دل پہ اختیار یہ مرحلہ وہ ہے کہ میں صابر بھی بے قرار
ماں باپ سے پسر کو چھڑاتے نہ کرو گار زخیمِ سناں و صیغِ گوارا یہ ناگوار

راحت ہے گر تھوئے پد پر چھری چلے

جو ہو سو ہو مگر نہ جگر پر چھری چلے

برداشتا ہے ہاتھ جوڑ کے جب شرکاً نور میں خیسے کو بکھنے لگتے ہیں منہ پھیر کر حسین
فرمانے میں کہ سنتے ہو سیدانیوں کے مین قبائل کے الم میں یہ برپا ہے شور و شین
بھائی جہاں سے جانبِ حُسد بریں گئے
پڑ سے کو بھی چچی کے تم اب تک نہیں گئے

بیکس پھر بھی کو گھر میں تمہارا ہے انتظار دھڑکے سے ماں کے دل کو نہیں ایک دم قرار
چھوٹی سن پجارتی ہے تم کو بار بار دیکھ آؤ اپنے چاہنے والوں کو میں نثار
ہم کوئی دم میں آپ دم تیغ پہنچے ہیں
یہ چند دم تمہارے بھر سے پہنچتے ہیں

انصاف کو دیکھو عاثرِ مضطر کی لوحِ سبھساؤ بیسیوں کو کر پیشیں نہ اپنا ستر
راتوں دن کے تم پر ستر ہو بیٹیوں کے تم پر دگر گھر تھاتے ہیں باپ کے ذی مرتبہ سپر
کس کو یہ داغِ پیرِ فلک نے دیا نہیں
ستر پر کسی کے باپ ہمیشہ چاہیں

تم سے بھی کم تھے عمر میں جب ہم ہوئے یتیم ماں بھی نہ تھی یہ اور تھی اک آفتِ حنیف
ہم دونوں بھائیوں کے جگرِ غم سے تھے دونیم پڑ ہر نکلا میں حافظ و حاجی رہ کر یم
راتوں دن کو یہ الم ہے کہ منہ موڑے جاتے ہیں
ہم تو جہاں میں تم سا پسر چھوٹے جاتے ہیں

کنبے کی جانِ باپ کا اقبال گھر کا نور یوسف جمال صاحبِ توقیر ذی شعور
جزا اور جزا دلاؤں سخی، غیور آنکھوں کی روشنی جگر و قلب کا سرور
خرد و کلاں کو اجسہ زیارتِ حصول ہیں
تم ہو تو اہل بیت میں گویا رسول ہیں

نعمت ہے زیستِ خلق میں ایسے سجد کی پیدا ہے نورِ رخ سے فیاضِ حید کی
 تھی سب کو آرزوِ رخ روشن کدک تصور ہو رسولِ خدا کے عید کی
 کیونکر جسدِ انعام سے بیت کریں تھیں
 انکھیں یہ چاہتی ہیں کر دیکھا کریں تھیں

راحت کے دن ہیں آمدِ فعلِ شہا ہے پہلا ابھی کتابِ جوانی کا باب ہے
 اٹھارویں برس کا بھلا کیا حساب ہے بے حساسیت ابھی ورقِ افتاب ہے
 نعتیے میں خال کے خواہ مخواہ نشان نہیں
 بابا بشارت ہو ابھی پورے جہاں نہیں

اکبرؑ تہ ربی قدر نہیں ہے کسی کو آہ اس حسن کا بشر نہیں کوئی خدا گواہ
 ہوتے جو لوگ احمدؑ مرسل کے خیر خواہ تم کو سمجھتے تھے مائی پیغمبرِ الہ
 آنکھوں پر رکھتے غم سے نعیں پاک کو
 اکسیر جانتے انھیں قدموں کی خاک کو

چیننے کی اب خوشی ہے دنیا کی ہے ہوس ہے دل کو شوقِ آپِ دیم میخ ہر نفس
 پتھر میں گئے تم سے گہرے تو صدمہ یہی ہے بس جیتے تو کرتے بیتاہ تہدار اسی برس
 دہلے بنا کے شانِ شہاں بھی دیکھتے
 بظنی تو دیکھی حسینِ جوانی بھی دیکھتے

پتھر ہو پھلوں کو زینتِ باغِ جہاں ہو تم آخر ہے عرصہ پیر میں ہم نورِ جواں ہو تم
 شاد رہے گی روحِ کداحتمال ہو تم مرنے کے بعد باپ کا نام و نشان ہو تم
 مگر ہم نہیں تو خدا کے زہرا میں تم رہو
 اب زندگی یہی ہے کہ دنیا میں تم رہو

انجسہ کارنگ اُدھیا سُنتے ہی یہ کلام کی عرض ہاتھ جوڑ کے شہسے کر یا اسلام
فرزندِ رجب میں سنجہ ڈنیک نام اکبشر تو ہے حضور کا ادنیٰ سا اک غلام
اس امر سے فزوں کوئی شہر مندگی نہیں
آفتا کے بعد موت ہے یہ زندگی نہیں

ہندسے ہزار ہم سے منشا پر حضور دنیا ہوا اور آپ ہوں اسے کبریا کے نور
رکشن جو ہے جہان اسی دم کا ہے ظہور ذرہ ہر اک ہے نور قدم سے چراغِ طور
فلکست ز دوائے خلق شہر دیں کی ذات ہے
دنیا میں آفتاب نہ ہو جب تولد ہے

رونقِ زمیں کی ہے کہ ایامِ مذاں میں پک سایہ ہے جس کا عرش پر دعا سہاں اپنی
بحرِ جہاں میں باعثِ امن و امان پک شیرازہ صیغہ کون دمکاں میں آپ
فردوں کی بہتری ہے جو دفر کشا نہ ہو
کیوں کرتھے جہاز اگر ناخدا نہ ہو

افضل ہے کون سب پر سائق ہے دنیا میں ہے تو یہ برکت ہے جناب ہے
سر سبز ہے زماستِ عالم سما ہے فزوں کی زندگی ہے فقط آفتاب ہے
چٹھٹ کر پدے پاپ کے پیارے کہاں ہیں
جب آسماں نہ ہو تو ستارے کہاں ہیں

کرم سے حضور کے ہے غلاموں کی بہت جود نوا ہیں اس جہاں میں دیر رحمت و دود
اے چٹھہ عطا د کرم بحسبِ فیض وجود دریا اگر نہ ہو تو جہاں کی کیا نمود
سب خلق شاو دیں سے طلب کارِ عون ہے
جب نوحِ طوقی خوں ہو تو کشتی کا کن ہے

پھر زیست کیا کہے وہ جو بعد آپ کے بیٹے کھائے غم اور خونِ جگر عسہ بھر پئے
خمسروں نے آج پاسے بڑا رک پر سر پئے بچپن سے ہم نے باندھی ہے تلوار کس لئے
اب بچپن کا خاتمہ ہے کوئی آن میں

۲۲۱ پھر بھی یہ عسہ کہ کبھی ہو گا جہان میں

ڈیوڑھی میں آئے روتے ہیں بادشاہ دیں تھامے تھا ایتھ باپ کا شہر زخمِ مر جیں
شوقِ لقائے شہر میں بڑھی زینتِ حزیں بھائی کے گرد پھر کے پستہ کی بکائیں لیں
سوزشِ ندوہ رہی جگر دل کے داغ میں

۲۲۲ گویا بے سارا گئی پڑ مردہ باغ میں

بیٹا الشرف میں آئے جو شبیرِ خوشحال راندوں کو روٹے دیکھ کے قدر میں اکمال
بڑا کر پھر بھی سے بولے یہ اکثر بعدِ ملال چلے ذرا الگ تو کہوں کچھ پر کا حال

۲۲۳ سب گھر شاہِ حضرتِ مشیر کیجئے
لشے کا طور ہے کوئی تدمیر کیجئے

کانپا یہ سن کے بانوئے ناشاد کا جگر کی بستِ فاطمہ کی طوتِ یاس سے نظر
پنکاکے اشک آنکھوں سے بونی وہ نوہر ہے یہ کیا کریں کہ مصیبت میں سہوہ

۲۲۴ بے جا ہلاک کوئی بھی کرتا ہے آپ کو
کس طرح چھوڑے زرخیز اعدا میں باپ کو

یہ ذکر تھا ابدھر کہ پکارے اسام دیں لو الوداع اسے غمِ خستِ عیمِ مرسلین
آپہنچے مشعلِ درخیشمہ کے اہل کیں لے آؤ جامہ بھن لے زینتِ حزیں

رجعت کو آئیں جو مے نازدں کے پالے ہیں
اکبشر کو رو دیکھو یہ تہلے حوالے ہیں

۱۹۸ اکبر چو بھی کو دیکھ کے بولے کہ غصب لو آفت آئی گھر پہ چلے شاہ تشنہ لب
 دوٹے سروں کو کھولے ہوئے اہیت لب بانو گری تڑپ کے قدم پر تھسہ لب
 بیٹے نے تھلے ہاتھ مشہ کر جلائی کے

۱۹۹ زینب نے سر جھکا دیا سینے پر بھائی کے
 شانے پہ منہ کو رکھ کے پکارے شہرِ زمیں اتناں کی تم سے بوجھے آئی ہے اسے نہیں
 بولی ہاتھ جوڑ کے بانوئے خستہ تن آقا ابھی تو زندہ ہے اکبر ساضف شکن
 دکھ درد میں پھر کے پستہ کام آتے ہیں

۲۰۰ آپ ان کے ہوتے کس لئے میدان جاتے ہیں
 شہ نے کہا بہن مجھے اس کا نہیں خیال ہے تم کو صابروں کی طرح ضمیر میں کمال
 اپنے چین کو دیکھ کے جھٹے میں سب نہال خود چاہتا ہوں میں کہ یہ گل ہونہ پائال
 شادی کے دن میں آس غریب گلن کی ہے
 قند غم مجھے یہ ہے کہ ریاضت بہن کی ہے

۲۰۱ بولی وہ حسد لب چمن پر ور بولی طستہ وہی ہے سب پہ میتر چمے جو ٹپل
 اسے نکلے باغ فیض و گل گمشدن رسوں ذاب گل ریاضی تمنا بدل قبول
 شادی سند انیس چمن روزگار میں
 روئے خزاں میں وہ جو ہنسا ہوتا رہا میں

۲۰۲ کیجئے کیزک نہ ریاضت کا کچھ خیال صدقے گل ریاض غمی پر ہزار لالہ
 بھائی پہ آہنی تو بیسیجے کا کیا امثال ان کو بھی صدقے بھنے کی ہے آندہ مکمل
 ہاں دل تو چاہتا ہے کہ دم بھر جدا نہ ہوں
 کام آئیں غیر حب تو یہ کیوں کر خدانہ ہوں

۳۰ صفحے سے بی بیوں کے جو نکلا وہ آفتاب ہمراہ تھے پسر کے امام نفلک جناب
چرہ دھنے مگ فرس پہ تو دل کو رہی نہ تاب گھبر کے شر نے ہاتھ بڑھایا سوتے مکاب

تر پا جودل تو ہاتھوں کو حضرت کے تھا کے

۳۱ سر رکھ دیا پسر نے قند پر امام کے

تھڑا کے عرض کی خلف مرگنی میں آپ کعبہ میں آپ یا مشہ دیں رہنا میں آپ
مشہ نے کہا مسافر ملک بقا میں آپ ہم صورت جناب رسول خدا میں آپ

الفت نہیں یہ پاس رسالت کتب ہے

۳۲ ایسے سید لال کی خدمت ثواب ہے

صدقے میں اس لحاظ کے اے تربدوں مرے عاشق مرے، خفیق مرے بہرہاں مرے
مرد و مرے، حمیں مرے شیرزیاں مرے پیری میں باپ کیا کرے اے نوجواں مرے

علاقت تھی جس سے دل کو وہ دولت پھر گئی

۳۳ میں تو رہ جانتا ہوں کہ دنیا افسردہ گئی

اتے میں ہم بھی خیر سدھار و سفر کرو اچھا بساؤ دشت کو ویران گھر کرو
تینوں میں آفتاب ساسینہ سپر کرو پھر دیکھو لے یہ باپ خد مذہب و صبر کرو

اک جا رہے یہ غنیمت غافل کھلے نہیں

۳۴ مدت گزر گئی کہ گلے سے ملے نہیں

بس اے انیس بس کہ دعا کا ہے یہ مقام ہو مغفرت غریق کیا رہا ذوالکرام
مذاح آلہ پاک نئی تھادہ خوش کلام یارب اسی بزرگ کا یہ فیض ہے تمام

بندہ وہ کون سا ہے کہ جو بے قصور ہے

۳۵ عجز بخش دے تو کیا تیری رحمت سے ہے

غیر مست

رباعی

ہر لعل گہنی جاتی ہے طاقت میری
بڑھتی ہے گہری گہری نقاہت میری
اسانیں آپ رفتہ پھر جو میں انیس
اب مرگ پر مولوت ہے صحت میری

رباعی

ماں کہتی تھی راحت نہ تمہیں آہ ملی
تصویر تری خاک میں اسے ماہ ملی
ماں صدے قبریں دنوں نہ جھٹکتی تھیں
اصغر تمہیں عمر ایسی کوتاہ ملی

سلام

آپ خنجر سے مگلا جب شاہ کا تر ہو گیا
پانی پانی اے سلامی غم سے کوثر ہو گیا
نہر پر جب تکل عباسیوں دلاور ہو گیا
رو کے شہ چلائے میں اب بے برادر ہو گیا
حلق پر بے آپ خنجر پھیر کر کہتا تھا شمشیر
کیوں حسین ابن علی اب تو مگلا تر ہو گیا
کہتی تھی بانو مری قسمت کی گردش دیکھنا
گھٹیوں چلنے نہ پایا قتل اصغر ہو گیا
دیکھ کر غصے کی جانب رو دیا عباس نے
مشک میں پوست جب تیر سحر ہو گیا
ہو کے غش جب عطرب شیر گھوٹے سے گئے
پوچھتی تھی دہا گھروں سے سکینہ شام میں
شمر نے سر شاہ کا جب نذر حاکم کو دیا
فاطمہ لاشے پر شمر کے پردہ کر کہتی تھیں
تیرا اصغر کو لگا کر بولاشہ سے خرما
شمر نے فریاد ضائع حق پر راضی ہے حسین
دیکھ کر گود اپنی خال سب سے بانو کہتی تھی
جو ہوا بیتاب اندویشہ دیں اسے انیس

پانی پانی اے سلامی غم سے کوثر ہو گیا
رو کے شہ چلائے میں اب بے برادر ہو گیا
کیوں حسین ابن علی اب تو مگلا تر ہو گیا
گھٹیوں چلنے نہ پایا قتل اصغر ہو گیا
مشک میں پوست جب تیر سحر ہو گیا
مستعد تب قتل پر شمر بستہ ہو گیا
کر بلا میں دفن نہ زینہ بیس ہو گیا
دیکھ کر اس کو بہت شادیں ہنک ہو گیا
ہائے پیا سافزع دیا پر تو دبس ہو گیا
دور اب تو دل سے سرور دل اب ہو گیا
زخم کا اکبر کے مرہم داغ اصغر ہو گیا
صاحبو اس دشت میں گم میرا دل ہو گیا
اوج اصحابہ شیع اس کوایت ہو گیا

(۳۰)

معصوم علی اصغر

۱۔

جب زن میں حسین صغیر بے شیر کو لائے تخت جگر بانوئے دلگیر کو لائے
جلا دوں میں اُس صاحبِ توقیر کو لائے باتھوں پہ زحرے چاند سی تصویر کو لائے
قل پر گیا دیکھو شہر والا کے پسر کو

۲۔

خورشید نے باتھوں پہ اتھا یا ہے قمر کو
معصوم کے رخ پر ہے عجب حسن عجب نور آئینہ افلاک تجلی سے ہے معصوم
اسچند ہے اس رخ کے لئے خالِ ریخورد موسیٰ کے کعبِ دست پر ہے شمعِ برطور
کیا صاحبِ اعجاز امامِ دو جہاں ہے

۳۔

لوہِ پیرِ مفساہِ سرِ دست عیاں ہے
حُسنِ رخِ اصغر سے تجلِ نیرِ اکبر خورشید تو ذرہ ہے ستارہ مہِ اند
گرمی سے جو قطرے ہیں پینے کے جیں پر میں صانعِ قدرت نے جڑے چاند پہ اختر
بالوں کے تلے لوحِ جبین نورِ فشاں ہے

۴۔

ہے نصفِ قمرِ ابر میں اور نصفِ عیاں ہے
آبرو کو دیا ہے یہ قدرت نے عجب ختم بس دومہِ نوحان نظر آتے ہیں باہم
ہے نرمی آنکھوں کا نقابت سے یہ عالم دشوار ہے پلکوں کا جھپکنا جنھیں ہر دم
ہے خوابِ محمد اس چشمِ گہرا کو بھاری
جس طرح سے شبِ ہولی ہے پیار کو بھاری

ایسندہ میں یہ کہتاں جلوہ نمائی روشن ہوا دل میں کو وہ صورت نظر آئی
دردن سے جو اک بوڑھے پانی کی پانی زردی سی ہے ان پھولوں سے خضار پہ چھائی

سٹہ روکتے ہیں دھوپ کو وہاں عباس سے

مٹھنڈا ہوا جاگے بدن گرم ہوا سے

روشن وہ کلاشیج حبس کی ہے تصویر سو اس پہ لگے تیرہ قیمت کی ہے تھمرے
دور و ز سے پال نہ مقدر میں ہے درمیشیر اور کٹھ جو بیٹھا ہے تو ہے موت گلو ٹیسر

اب دودھ بھی اور طوق بھی مت کاڑھے گا

فریاد ہے نیز ہے یہ سرکٹ کے چڑھے گا

کیا روشن و بر و ماعاد و بازو کا کہیں طور سب نور کے سانچے میں ڈھبے جس جو کر دھور
نکھاسا دہ سینہ ہے کہ آئینہ سترہ بطور کس طرح اٹھا ایسے پہ دست ستم بھور

ان ہاتھوں پہ جو بختی ہیں وہ مند ہیں

گو مٹھیاں باز میں ہیں مگر عتہ لگتا ہیں

گو بین میں بہت کم ہیں پر رتبہ ہے زیادہ ہے موسم طلی میں جوانوں کا ارادہ
کیوں ہو نہ او لو العزم و عظم کا خزانہ زبیر اسی نور دی اسعد الشرا و ادا

ہے مٹھ تو چھوٹی پر بڑا کام کیتا ہے

بے جنگ کتے خستہ میں یک ہم کیا ہے

تازک ہے لب لعل جو بڑگ ٹل کر سے وہ پانی کو محتاج ہے دودھ کو تر سے
گھوڑے میں دم توڑتے ہیں چار پہرے لے آئے ہیں گھبرا کے شہر میں اُسے گھر سے

بچے کو اماں قسمل کے بانی نہیں دیتے

منہ کھولے ہے معصوم وہ پانی نہیں دیتے

وہ تھے سے کرتے کے تلے چٹا نو ساسینہ جس میں نہ کدورت نہ خمد اور نہ کیستہ
خوشبو میں پہ از عطر کلاب اس کا پسینہ بسینہ نہیں اک اتر نجف کا ہے نجستہ

اب خون میں دوا لب کے یا قوت ہے گا

جس جھوٹے میں وہ سچے میں تباہت ہے گا

اھ! کو دکھائے جس مناس کا شہ خوش طو میدان میں تجسنی ہے مرد مہر کی ہر سو
جاری میں ہر اک صاحب او مان کے آنسو کھوٹے میں دہن مشعل صدقہ صغیر مرد

پراسا ہے پسرا شکوں سے منہ دھوئے ہیں غنیر

بچے کی طرف تکتے ہیں اور دوتے میں غنیر

کچھ گھٹینوں چلتے سے ابھی تک نہیں آگاہ ہیں داہ اجی میں سگر باپ کے ہستہ
ہے عمر تو کوتاہ پہ بہت نہیں کوتاہ اس میں غلبہ عزم ہے انظر منہ

میشدان میں مرنے کیلئے آئے ہیں گھر سے

پہلے بھی فردوس میں پہنیں گے پھر سے

فراتے ہیں اسے غنچہ دہن کے صے پیاسے سلاو بچے کیا کہوں میں اہل جفا سے
گو یا نہیں اس وقت زباں لڑا قیاس کچھ میں نے جو مانگو ہے تو مانگا ہے خدا سے

آدنا سے سخی مانگے یہ دستور ہیں ہے

اب جہنم کروا جہنم ہیں نو دہن ہیں ہے

لیکن تری ماہر پہ تری پیاس ہے دشوار دردانے پہ سر کھوٹے کھڑی ہے دہل انگار
میرا نے بھی کیا ہے طلب آب کا افسار کرتا ہوں لعینوں سے تری پیاس کا افسار

پر وہ نہیں دینے کے صے دلی کو یقیں ہے

اس جہنم کا پانی تری قسمت میں نہیں ہے

یہ کعبہ کے پکارا اسد اللہ کا جانی کچھ کہتا ہوں یا رسولی اصغر کی زبانی
اب اٹھ نہیں سکتا تپ تشہ زبانی کہتے ہیں کہ ایک ٹوند پلا دو ہمیں پانی
دن آج تبارا ہے تو کل جو تبارا

۱۶ فردوس کی جہروں پر عمل ہوگا تبارا

اب بچے کے تو بخشش کا کوئی عود نہیں ہے کوثر پہ پیچنے کی سبیل اور نہیں ہے
ہم پیاس سے مرنے والے نہیں غمیں غمیں ہے سو جو یہ مقام رستم و جہر نہیں ہے
مسلم ہو طہریق اسد اللہ پہ آؤ!

۱۷ بھکے ہوتے پھرتے ہو کو حرا راہ پہ آؤ!

بس دل میں نہیں نور محبت کا ہماری قرآن سے بجا ثابت کرو وہ ناری ہے وہ ندی
بے کار ہے مگر عمر عبادت میں گزری کچھ نفع نہ پہنچے گی اُسے طاعت باری
عشق اسد اللہ کا داغ اس میں نہیں ہے

۱۸ بے نور ہے وہ مگر کہ چہ راغ اس میں نہیں ہے

جو دوست ہمارے ہیں وہ ہوں گو کہ گستاخ بخشائیں گے ہم ادرا نہیں بخشنے کا غفار
پلے پہل ہوں گے اور احمد مختار ہو جائے گی میسران عمل آپ سبکد
ہے دوستی آل انہیں روز ازل سے

۱۹ پیارا ہے یہی ایک عمل لاکھ عمل سے

جو لوگ ہیں ثابت قدم الفیت حیدر بلائے صراوان کے نبی ہوں گے رہبر
فرمائیں گی یہ فاطمہ ان لوگوں سے اگر نہ تمام لوہا انھوں سے میرا گوشہ چپاؤ
دم بھرتے رہو تم سورت شام غسل کا

جب پاؤں کو لغزش ہو تو لو تلام عمل کا

تم لوگوں میں احمدؑ نے امانت میں چھوڑا سو تمہارے کو سرِ رشیدِ اُلفت ہی کو توڑا
 فتراں سے بھی تم پہر گئے نزد ہم سے بھی مٹا یہ بھی ہے بہت پانی اگر دو ہمیں تم کو
 ادلاؤ نبیؐ متاہل بیسداد نہیں ہے
 کیا آیہؑ لَآ اَنْتُمْ مُلْكُومٌ یاد نہیں ہے

۲۱۔ ان پھول سے زخماں روں کے گھلانے کو دیکھو گہوارے سے میدان میں چلے آنے کو دیکھو
 ان سونکے ہوئے ٹونٹوں کے ٹکر چھانے کو دیکھو غش خانے کو اور سانس اُٹ جانے کو دیکھو
 ناحق ہے عداوت تمہیں نازوں کے چلے سے
 پھر دو گے تو پانی بھی نہ اترے گا گے سے

۲۲۔ من کر یہ سسٹن وہ مستمِلِ عبادِ پاک سے خیر آنے نہ دینا ہمیں کوثر کے کنارے
 اطفال جنیں یا کہ مریں پیاس کے بندے تم لوگوں کا جتسہ نہیں پانی میں ہمارے
 ہم سمجھ کر چلے سے طلب کرتے ہو پانی
 بچے کے وسیلے سے طلب کرتے ہو پانی

۲۳۔ مرنے لگے سبیلِ نبیؐ آشکِ ہنسا کر ہم پیاس بھانیں گے تو کو فری پہ جا کر
 ہٹ جاتا ہوں میں خاک پہ اصغرؑ کو لکر دیا سے قہمی پانی پلا دو اسے لاکر
 اپنے لئے ساکی کبھی پانی کا نہ ہوں گا
 بچہ میرا بچ جاتے میں بیا سادی رچوں گا

۲۴۔ بڑھ کر جن کا ہن نے کہا اے شہیدِ والا اکبڑ کو تو دیکھا اسے میں نے نہیں دیکھا
 دکھلاؤ تو اصغرؑ کا مجھے چاند سا چہرا شفتِ لبوں کہ ہم صورتِ جسد ہے یہ بچنا
 خاویل ہوئی اکبڑ سے میری زیارت
 باقی ہے مگر جسدِ صغیرؑ کی زیارت

۲۸۹

شبگیر نے اس چاند کو ہاتھوں پر اٹھایا چلتے سے کہاں دہانے واں تیر ملایا
غم جو کے اسے مثل کہاں شہ نے بھاری مانسدا اجل ناکب تیر ہستم آیا

شبگیر چھپتے رہے نازوں کے پلے کو

بارود پر لگا توڑ کے نختے سے مجھے کو

۲۹۰

قزارہ چٹھا حق سے پچنے کے بہو کا ! سب خون میں تر ہو گیا پچے کا شو کا
دم آکے رُکا حلق میں اس تشنہ گلو کا خوں نہ بے اُگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا

نقشبسی وہ ٹوپی بھی گری جائی تھی سرے

جب آئی تھی ہم کی تو پشتا تھا پردے سے

۲۹۱

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا دنیا سے سفر کر گیا وہ ہسلیوں والا
چٹا کے جب وہ دے روئے شہر والا نزدیک تھا ہو جائے کیجستہ تہہ دبالا

فل تھا کہ آب اُمت کا حبیان ملے ہے

فسر یاد کو زہرا طرف عرش چلے ہے

۲۹۲

شہ لاشس کو ہاتھوں پر اٹھا کر بچا ہے اے بار خدا خلق سے اصغر بھی میدھا ہے
مَد شکر کر تو نے مرے شب کا منہ لے کچھ اور پئے نذر نہ تھا پاس ہمارے

یہ ہے پسر صاحبِ مسراج کا بدینا

مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہر ادا

۲۹۳

گردوں سے خدا آئی کہ اے فخرِ خلائق رتبہ ہے ترا صبر میں ایوب سے فائق
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق ہے شوق ہمارا تجھے ہم میں ترے لائق

باقی نقطہ ایک مرحلہ غنیمت کہیں ہے

آبِ وصل کا مشق کے ہنگام ملے ہے

سُن کر یہ صد اگردین تسلیم جھکائی تلوار سے کھودی لحد اور لاشیں لٹائی
جب خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی تعویذ پہ مندر کھ دیا رقت بہت آئی
فسد مایا کر ڈور ڈور کے نذر و تا مل اعتر

ہم اتنے ہیں آرام سے سونا علی اعتر
فسد مایا کر اے خاکِ مانت سے خبردار بانوئے دل انگار کی دولت سے خبردار
لوت جگر شاہِ ولایت سے خبردار اس بندہ بیکس کی بھافت سے خبردار
یہ گوہرِ نایاب ہے پائیکزہ صفت ہے

سو نہا ہے تجھے میں نے نگیں مہرِ بخت ہے
فسد مل کے یہ گھوڑے پر چڑھے سبطِ پیروز رد کر کبابِ خیمے میں جانا نہیں بہتر
یا جا کے ستاروںِ خبرِ علتِ احضر پڑھتے رجزائے صفتِ آعدا کے برابر
سرخ آنکھیں نہیں لور ہاتھ کو قبضہ پھر دے

پکڑے تن پُر نور کے سب خوں میں بھر دے
خاموش انیس اب کہ بہت رونے کا ہے جوش ہوگی نہ محبتوں کو تری یاد فرا موشش
الشرعے بخش ہے جنہیں چشمِ خطِ پوش کب دیکھتے ہیں نقص کو وہ عاقل ہی پوشش
تقریب کریں خاص تو ہے کام کی تعریف
کب مانتے ہیں اہلِ سخن عام کی تعریف
عنہ شد

رباعی

زیست اپنی غنیمت میں بسر کر لے تو آنکھوں کو بھی آنسوؤں سے تر کر لے تو
رکھ ہاتھ کو اپنے شغیلِ ماتم میں سدا پھر قصہ جاناں بہتس تر کر لے تو

سلام

ربیع دیا سے کھنچا اچھا چم رکھتے نہیں
 کر بلا پہنچے ریارت کی ہمیں پرواہ کیا
 در پہ شاہوں کے نہیں مانتے بغیر اللہ کے
 صحت و عافیت ختم ہو کر بعد بجز دنیا ز
 دیکھنا کل محسوس کھلتے پھریں گئے سر
 کہتے تھے ادا کہ پتہ بھی ملے کے شیریں
 دھو دیئے آنکھوں نے دفتر تمام اہمال نش
 جو سخی ہیں مال دیا سخی میں خالی لگے ہاتھ
 جو مقرر ہے وہ ملتا ہے تری سرکار سو
 زور دانش سے لیا کہ ہم نے میدان سخن
 یہ دوات دعا ہے ملک فصاحت کا نشان
 نقد جاں تک دیکھے ہم جانتے ہیں یاں کو وقت کونج
 ایک شکر بل توکل ایک نقد جاں ہے پاس
 کہتے تھے بجا دیکھ سکتی رہتیں حسبِ بیڑیاں
 کہتی تھیں راندی کے ٹولہ لگے اگر ظالمو!!
 فقر و فاقے میں ہمیشہ ہو گئی سب کی بسر
 یہ مکان محبوب حق کا ہو نہ آنا اس طرف
 چادریں جب چھینیں مائدوں کی تو مائدے کہا

جسز غم آبل عیا ہم اور غم رکھتے نہیں
 اب ارام بھی ہاتھ آئے تو قدم رکھتے نہیں
 سر جہاں رکھتے ہیں سسے ہمت رکھتے نہیں
 مرنے رکھیں مگر تو میرے قدم رکھتے نہیں
 آج غمت سے زمیں پر جو قدم رکھتے نہیں
 جب بڑھاتے ہیں تو پھر بھیجے قدم رکھتے نہیں
 ہم تری پردا کھ لے ابر کرم رکھتے نہیں
 اہل دولت جو ہیں وہ دست کرم رکھتے نہیں
 ہم ہیں صابر کچھ خیال میں دم رکھتے نہیں
 اور نیز ہاتھ میں غیر از قلم رکھتے نہیں
 کون کہتا ہے کہ ہم طبل و علم رکھتے نہیں
 عاریت جو ہے ہر اس کو پاس ہم رکھتے نہیں
 ہیں غنی دل کے کوئی دام و دم رکھتے نہیں
 کیا کروں اس بوجھ کی طاقت تم رکھتے نہیں
 سیم و زر شہر کے اہل حرم رکھتے نہیں
 ان دواؤں کے سوا کچھ اور ہم رکھتے نہیں
 بے اعانت یاں ملائک بھی قدم رکھتے نہیں
 کچھ حیا اور شرم یہ اہل ستم رکھتے نہیں

مرشد اک دن میں کیا سب کہ کھڑے نہیں

ہاتھ سے کیوں آج قلم رکھتے نہیں

(۱۳۷)

شہیدان کربلا

۱۔

جب غازیان فریح خدا نام کر گئے لاکھوں سے تشنہ کام لے کام کر گئے
اُفت کی مغفرت کا سدا بھام کر گئے فیض اپنا حل ابر کر کم، نام کر گئے
پڑھتے ہیں سب درود جو ذکر لکے ہوئے ہیں

۲۔

ایسے بشر وہ تھے کہ لک ان کو دوتے ہیں
دیں درو سر فروش و شجاع و خوش اعتقاد باتوں میں تیغیں اور دلوں میں صدا کی یاد
زعموں کو خیل قد پہ وہ کبھی گل مراد مردانگی یہ، پیاس میں نہ قویں میں یہ جہاد
تیغوں سے بستہ کن ماں کا کٹا دھتا

۳۔

پر معرکے سے پاؤں کسی کا ہٹا نہ تھا
برسوں رہے گا چرخ میں گرا آسمان پیر لیکن نظیر نہ آئے گا ان کا کہیں نظیر
گور سے وہ ان کے پاؤں وہ روئے بہر پیر خورشید جن کے سامنے ایک ذرہ ظہیر
پڑ حوں قبائیں، جسم پہ، سینے تنہ ہوئے

۴۔

پہنچے ریاض غلہ میں دُلوں سے ہوتے
رستم اٹھا نہ سکا تھا سران کے سامنے شیریں کے کانپتے تھے جگر ان کے سامنے
بیکل تھی روشنی قرآن کے سامنے اڑتا تھا رجب روئے حمران کے سامنے
بخشا تھا نور حق نے ہر اک خوش صفات کو
ہوتا تھا دین، جو گھر سے نکلے قہورات کو

پیشانیوں پہ جبکہ زلفِ اختر ہو
دیکھیں جو ان کا نور تو قدسی پڑھیں دود
رُخ سے حیاں بلالِ دجاں مردی دعو
شہیدائے آلِ شہینشاہِ واجبِ الوجود
بچنے کی شاہِ دیں کو مادے کے مر گئے
ایمان کے آئینے کو پلاوے کے مر گئے

سرِ رخسارے چاند سی پیشانیوں پہ نور
حاضرِ گلشن نے کو سب شاہ کے حضور
لبِ برگِ گل کو سوسکے ہوسہریاں کاظ
یکساں ہر ایک مگر نہ تکبر نہ کچھ غرور
پیرِ امام کے تھے نہ کیوں خوش طاق ہوں
آکا حسین سا ہو تو ایسے رفیق ہوں

ہر دمِ نسر و سی کا یوں پر کلام تھا
شکرِ خدا سے ان کی ربانوں کو کام تھا
ایک ایک دل سے عاشقِ شاہِ امام تھا
آنکھوں میں نہ تھے حسدِ امام تھا
ہر حال میں وہ لوگ رضا جوئے شاہ تھے
رُخ اُن کے خُش بقدا سوئے شاہ تھے

ذی باہِ دلی جلالتِ دذی فہمِ دذی شعور
شائقِ ریاضیِ غلہ کے مشتاقِ وصلِ حور
ہر شخصِ نشہ سے مستِ حسیبِ علیؑ میں چور
ذکرِ دعائے نور سے پیشانیوں پہ نور
ذو نہ ہر دہا میں اور ان میں فرق تھا
ایک ایک جوانِ حُسن کے دریا میں فرق تھا

نالاکہ فوجِ شام میں بچنے لگا دُہلی
تھیں کنبس چکنے لگے برہمچوں کے پھل
کڑکیں کمانیں آنے لگے مادکبِ اجل
ستیروں کے تیروں پہ پڑے اس طرح اجل
تنِ حق کے ہونٹِ پاب کے تھڑکے رہ گئے
تیروں کے رخِ شاہ کو دکھ کے رہ گئے

۱۱۰
 ہوسے یہ رنگ دیکھ کے شیرِ خوش نہاد ہاں اسے مجاہد دارہ حق میں کر دجہاد
 جوں غنچہ کھل گئے وہ جواں اس کے شاد اراد سحرِ حق یوں پہ آگئی پایا گلِ مراد

بڑھ بڑھ کے پیدوں نے سواروں کی جنگ کی

ایک ایک تشنہ لب نے ہزاروں کی جنگ کی

۱۱۱
 تاثیر کر گئی تھی انھیں صحبتِ اسام تھا نزع میں بھی خشک یوں پر خدا کا نام
 بریزتے تھے محبتِ حیدر سے دل کے جام ذی قند، ذی شعور، دلاور، غبستہ گام

لشکرِ جواں پہ نوشِ بڑے شامِ دردم کے

تلواریں کھائیں جسموں پہ کیا جھوم جھوم کے

۱۱۲
 لاکھوں میں انتخاب، ہزاروں میں لاجواب تھا خشک و تر پہ جی کا کرم صورتِ مساب
 وہ نور، وہ جلال، وہ صورتِ وہ آبِ رباب زہر کے گھر کے چاند زمانے کے آفتاب

بس ایک بیک جہاں میں اندھیرا مچا گیا

دن بھی ڈھلاؤ تھا کہ زوال ان پہ آگیا

۱۱۳
 گل ہو گئے عقل کی تربت کے جب چراغ جعفر کے لادوں نے دیئے شہد کے دل کو داغ
 ماتم سے سبازوں کے ہوا تھا نہ انفراس پامال ہو گیا حسین بچے کا بارخ:

لاٹے اٹھائے، جنگ کرے یا بکا کرے

جس پر گریں یہ کوہِ معیت وہ کیا کرے

۱۱۴
 صدمہ یہ تھا کہ لٹے گی دولتِ پدر نکلے نسب و کور اسد اللہ کے پر
 مارے گئے جہاد میں جس دم وہ شیرِ زہر رخصت ہوئے حسین سے عبا بش نامور

دور یا ہے ہو کے، بڑا کشتِ دغوں ہوا

ڈھنکی تھی وہ پہر کہ علمِ سرِ تلگوں ہوا

پیر کی میں قہر ہے، خبر مرگِ نوجوں رچی پہ نگر نگر کے گرے شاہِ انس و جان
نکلیں سسروں کو پٹنی غیوں سے یہاں تھا غائے علیؑ میں تلاطم کے الاماں

یوں نگر آٹ پلٹ تھا اسامِ مہاز کا

جس طرح ٹوٹ جاتا ہے نگرِ جہاز کا

غل تھا کافوں میں بھر گیا سقائے اہل بیت دنیا سے کرج کر گیا سقائے اہل بیت
ہم لٹ گئے، نگر گیا سقائے اہل بیت فریاد ہے کہ مر گیا سقائے اہل بیت

ہے ہے کہاں سے اپنے ہشتی کو لائیں گے

سوکھی زبان اب کے بچے دکھائیں گے

ظاہر ہی مگر چہ تھے رفقا شاہ کے قلیل بینِ خدا مگر وہ حقیقت میں تھے جلیل
جرات میں بے نظیر شجاعت میں بے عری سرگرم جان دینے پہ سب صورتِ غلیل

فاترں میں صبر و شکر سے دل انکے سیر تھے

جاں مار تھے، جری تھے، مجاہد تھے، شیر تھے

جس غول پر چھٹ کے گئے صورتِ ابد بھاگے وہ، دُک جھوڑ کے دشتِ ستم کی حد
لاکھوں میں ان کا وار کوئی کر سکا دُور نعرہ ہر ایک ضرب میں تھا یا علیؑ مدد

دُور کرتے تھے وہ، بیچ قومِ جہول میں

گھونڈوں کو عرض میں تو سواروں کو طل میں

کس کس دلاوری سے وہ قاصبانِ نبِ لڑے اس مشان سے کہیں۔ عجم نے عرب لڑے
دُرا کے سمت رُخ نہ کیا، تشنہ لب لڑے پیاسے تھے نیں روز کے لیکن جب لڑے

بلے دست ہو گئے تو یہ جو ہر دکھا گئے

لوہے کو مثیل شیرِ درندہ جبا گئے

۲۱۱۔ اٹھ، تھے شیرِ بیاض، ہوا وہ صفتِ حسن! مرنے کی یہ خوشی تھی، کہ خداں تھے زخمِ تن
 کھ کھا کے تیر کہتے تھے وہ غیرتِ جہن قسربانِ خندہ بدورنی سسورِ زمین
 غازی، ستمِ گروں سے دغا کر کے مر گئے
 حتیٰ تک جو تھا، وہ ادا کر کے مر گئے

۲۱۲۔ جب داخلِ جہاں ہوئے وہ خاصانِ حق برہم ہوئے نبی کے مرقع کے بھی ورق
 فسزندِ فاطمہ کو نہایت ہوا قلق صد سے سے ہو گیا رُخِ انور کا رنگِ نق
 چمکی جو اُن کی تیغ تو بجلی چمک گئی
 شیروں کی آنکھِ خون کے اسے چمک گئی

۲۱۳۔ لڑکے ہوئے جو مگر آرائے کارزار واں کے جواں نہ رک سکے بچوں کے وار
 پیدل نہ اُن کی حرب سے بچتا کوئی سولہ کر دیتے تھے وہ ایک کو رو اور دو کو چار
 چوٹے سے بچوں سے ستمِ گرجنگ تھے
 گر سر پہ، گر کر پہ، کبھی زیرِ تنگ تھے

۲۱۴۔ لشکر میں اہلِ ظلم کے قلِ حق کا الزام دو بجلیاں چمکتی ہیں بھاگے کوئی کہاں
 ان سے کہیں پناہ نہیں زیرِ آسمان یہ کس کے شیر ہیں کہ ہیں جس کو خونِ جاں
 حضرت پکارتے تھے کہ دو درجہ پیاسے ہیں
 جس کا پسر ہوں میں یہ اس کے نواسے ہیں

۲۱۵۔ پا مال کر کے فوج کر جب وہ ہوئے تمام روسخ کیا چراغِ حق نے تب اپنا نام
 صلا جہاد کرنے کو پھر بازوئے امام ایسا لڑا کہ ڈوب گئی خوں میں فوجِ شام
 روئے امام اس کی جرات کے واسطے
 دریا پہ قتل ہو گیا پانی کے واسطے

۲۵ رخصت ہوا پردے علی اکبر دلیہ فکر کو سسر کشوں کو کیا زم میں اس خیر
آخر ہجوم کر کے یا ظالموں نے گھر برہمنی جگر پہ چل گئی، مارا گیا وہ بغیر
مدد سے جاں سپہ نیا بغیر ہو گیا

۲۶ ناظر سب کا فاقہ باغیر ہو گیا

ہاں شاہ درں کے عزیز داد بکا کرو! ہاں اسے خدا کے دوست کے یاد بکا کرو
ماں میں ہاتھ سینے پہ مارو بکا کرو اکبر جہاں سے اٹھ گئے یاد بکا کرو
بھو سسر کیو بزم مشہ مشرقین کو

۲۷ دے لڑ جان بیٹے کا پردہ حسین کو

اردو دالو درد کرو شہ کے دل کا یاد نے آج کی خیر ہے نہ کل کا اعتماد
کیا تڑپتے ہو میں گئے شہیر خوش ہمار بیٹا جہاں سے اٹھ گیا ناشاد و نامراد
خوش روختے خوش راج تھے اخیر بیان تھے

۲۸ بیٹو جوان اکبر ہوسر و جوان تھے

ہے ہے حسین! آپ کا دہر بکھر گیا فسر یاد ہے مشہیر پیمز بکھڑ گیا
راحیف، رادہ پنج دلاور بکھڑ گیا وردا و حسرتا علی اکبر بکھڑ گیا
منظومیت پہ تشنہ و بان پہ روئیں گے

۲۹ جب تک جیئیں گے اس کا جوانی پر مدیں گے

تنہا کھڑے تھے دل کو سنبھالے ہوئے حسین ہمتا چرخ کہتے تھے جب اٹھے زور میں
نیچے کے در پہ بیاں روئی ہیں کر کے بین چلائی تھی یہ فاطمہ زہرا یہ شور و فین
مددے سہوں کچے پر کسی کس کے دانہ کے
افسوس پھول جگر گئے سب میرے بارگ کے

۲۱۔ راوی نے یہ کھا ہے کہ اسدم بخالی زار لائے حسین ہاتھوں پہ اک طفل شیرخوار
دن کو ہوا قرآن مسد دہسدا آشکار مر جھا گیا تھا پیاس سے لیکن وہ ٹھنڈا
تھا فریاد غش سے تھا سامکا ڈھلا ہوا

۲۲۔ باندھے ہوئے تھاسیاں نہ تھا کھلا ہوا
بولے دکھا کے بچے سگوشا بہ نلک سر پہ مرتا ہے پیاس سے یہ مرا کو دکب صغیر
بانی ملا ہے کل سے نہ ممکن ہوا ہے شیر بلڈ اس غریب پہ کر رحم اسے امیر
ہماں ہے کوئی آن کا بوٹھل پہ جان ہے
اس کا قصور کیا ہے کہ یہ بے زبان ہے

۲۳۔ نسو ما کے یہ حسین چلے سوئے خیر گاہ ٹھوڑے بڑھا بڑھا کے ہوئے فوجِ مدیدہ
تنہا کہاں کتوں میں گھرا فالتہ کا ماہ جھپٹے ادھر ادھر پہ نہ پائی کہیں پناہ
چھپا یا ستم کا ابر مشہ نامدار پر
تیروں کا مسد برسنے لگا شیر خوار پر

۲۴۔ کتنا سچا یا مشہ نے اجل سے نہ بچ سکا کڑکی ادھر کسان ادھر جھونک لگا
آسبر آئے آنکھوں میں سکا جڑیں ڈھلا آنکھوں سے مشہ لے آنکھیں نہیں نہ سو سڑا
جو حسرتیں تھیں دل میں تغلے نکال دیں
نخسے سی باہیں باپ کی گردن میں ڈال دیں

۲۵۔ بس اسے انیس ضعف سے زراں ہے بند بند عالم کو یاد گار رہی گے یہ چند ہند
نخلے قلم سے ضعف میں کیا کیا ہند بند عالم پسند ہیں سلطان پسند ہند
یہ فصل اند یہ جزم جسد یا دگار ہے
پیری کے دلوے ہیں خزاں کی بیاباں ہے ختم شد

رباعی

اندیشہ باطل سحر و شام کیا حق کا نہ ہائے کچھ سرانجہ نام کیا،
نا کام چلے جہاں سے انوس نامتیں کس کام کو یاں آئے تھے کیا کام کیا،

سلام

مگر حسین سے صابر کو اضطراب نہ تھا
نمود بود بشر کیا محیطِ عالم میں
فشار سے جو پچا میں ہوا ز میں کو جب
اگر بہشت میں ہوتے نہ کوثر و تسنیم
نہ جانے برق کی چمک تھی یا شرک یک
حسین اور غلبِ آب سے معاد انشا
جسے نبی نے بلایا ہوا وہ نخلِ نبیل
علی کے پائے مبارک نے جو ضیا پائی
ہر اک کے ساتھ ہے روشن و لولہ طلوعِ خورشید
فقط حسین کے۔ پتوں پہ بند تھا پانی
یہ یہ تخت پہ تھا اور تلے حسین کا سر
برہنہ اونٹ پر سیدانیاں تھیں بلوے میں
وہ لوگ جمع تھے قتلِ حسین پر کہ جنہیں
اُدھر تھی ذیتِ خدا و راہِ رسولِ کریم
ہم اس زمیں پہ ہوتے دفن اسے خوش قسمت
انیس عمر بسہ کردو خاکِ اری میں

مگر حسین سے صابر کو اضطراب نہ تھا
ہوا کا جب کوئی جھونکا چلا جاب نہ تھا
صدایہ قبر نے دی حکم بو تراپ نہ تھا
قور و فے والوں کی آنکھوں کا کچھ جواب نہ تھا
ذرا جو آنکھ جھپک کر کٹی شیا ب نہ تھا
مقام کرتے تھے حجتِ سوالِ آب نہ تھا
ثمر اسے بھی دیئے جو کہ بارِ باب نہ تھا
وہ نورِ حضرتِ موسیٰ کو دستیاب نہ تھا
سحر کو چاند نہ تھا شب کو آفتاب نہ تھا
بہت قریب تھی وہ ہنر قضا ب نہ تھا
الٹ گیا تھا زمانہ یہ انقلاب نہ تھا
وہ دیکھتے تھے تماشہ جنہیں حجاب نہ تھا
خدا سے خوف محمد سے کچھ حجاب نہ تھا
موا سے پردہ چشم اور کچھ حجاب نہ تھا
سولے رحمتِ باری جہاں حجاب نہ تھا
کبھی نہ یہ کہ عسلا م ابو تراپ نہ تھا

(۱۲۲)

امام حسین کی آخری رخصت

ط

جب آخری رخصت کو حسین آئے حرم سے سب بی بیوں پیش شہر والا کے قدم سے
حسرت نے کہا قطع جنت کرو ہم سے جینے کے نہیں ہم علی اکبر کے آلم سے
باپ سے نہ جب تک وہ گل اذام ملے گا

ط

تب تک نہ ہمیں ایک دم آرام ملے گا
سب مریچکے اب کس کے لئے سر نہ کٹائیں ایسے نہیں بھر دے کہ جو اکبر چلے آئیں
کس طرح سے اُس یوسف گم گشتہ کو پائیں ہے فرق بھلائی میں کہ مرد مود نے جائیں
جے اُن کے نہ کھانے کا نہ پینے کا مزہ ہے

ط

فرزند سلامت ہو تو جینے کا مزہ ہے
ایک جانِ حزیں تباہ کجا رنج اٹھائے راحت اب اسی میں ہے کہ بخلدی آجل آئے
دخم جگر و دل کیسے مشبیر دکھائے اللہ تبتا ہی یہ کسی گھر پہ نہ لائے
تاراج نہ اس طرح سے ہو باغِ گہی کا:

ط

اب مجھ کو دکھائے نہ خدا داغ کسی کا
اگے مرے مارے گئے دو بھانجے پیارے فاسم بے دنیا سے پڑا رمان بیدھائے
جناں کا ظم پوچھے کوئی دل سے ہارے اکبر کے تو مرنے سے ہوئے گور کستارے

آپ پاس نہ بھائی، نہ بھتیجا، نہ پسر ہے
ستہ داغ اندر اک دل یہ ہمارا ہی بنگر ہے

۱۱۔ ایک عمر میں تو آرزوؤں سے جنھیں پایا
 یاں تین پہر میں انھیں ہاتھوں سے گنوا یا
 پہتا تا جوں کیوں ساتھ وطن سے انھیں لایا
 تقدیر نے کس کس کا بچے داغ دکھایا
 یہ جانتا تھا خاک میں انھار ملیں گے
 ناخبر اب ایسے زودنا دار ملیں گے

۱۲۔ میں کہتا تھا، گٹ جانے گا جتن سے برائے
 سب دو تیں گے اور فصل و کھن دیویں گے
 بابا کا اٹھائیں گے جنازہ علی اکبر
 سو مر گئے وہ زندہ ہے منہ زبید پیسہ
 رُوح علی اکبر سے جس شرم پڑی ہے
 میدان میں بے گور و کھن لاش پڑی ہے

۱۳۔ جس طرح سے روہیت چکے اُن کے اُلم میں
 ہم کو بھی اُسی طرح سے رونا کوئی دم میں
 اب جلتے ہیں گھر جانے کو ہم فوج بستہ ہیں
 پھر آنے کا یاں حوصلہ باقی نہیں ہسم میں
 جب جاتے تھے سب گھر کے لئے تھے ہم کو
 وہ مر گئے، جو پھر کے لئے آتے تھے ہسم کو

۱۴۔ اب کون ہے جو روٹ کے روٹ کے گامری نہاد
 جو پاؤں پہ گم کے تھے کوئی اُن میں نہیں آہ
 صدے ہیں جو مجھ پر کوئی ان سے نہیں نگاہ
 دائرہ نہیں جینے کا ابی اسدا اثر
 وہ بکھریے پچھری جس کے چسل پروا
 اکبر نہیں دنیا میں، حسین ابی علی پروا

۱۵۔ انٹر کو سوچا نہیں اسے زینب و کلثوم
 لُکھاؤ گئے، تمہارے پھر دتا ہے یہ مظلوم
 اب جاتے ہی خسرو سے کئے گامرا حلقوم
 ہے مبرا کا اناں کا طریقہ تمہیں معلوم
 مجبور میں، ناچار میں، مرضی خدا سے
 بھائی نہیں جی اُٹھنے کا ستر باد و بکاسے

جس وقت مجھے ذبح کرے منہ تو زاری رونائے، آئے نہ آواز تہساری
ہے صبروں کا شیوہ ہے بہت گرہ زاری جو کرتے ہیں صبر، ان کی خدا کرتا ہے یاری
ہوں لاکھ ستم، رکھو نظر اپنی، خدا پر

۱۱۷ اس ظلمِ انصاف ہے آبِ روزِ جزا پر

کہہ کر یہ سٹھن شاہ کے آنسو ہونے جلدی چھائی سے پٹ بھائی کی زینب یہ پکاری
اے ستیدِ مظلوم، بہنِ بدگفتی داری میں جانے نہیں دینے کی حضرت کی ساری
تب جاتیو! جب جی سے گزر جانے کی زینب

۱۱۸ حضرت نے کربا نہ می تو مرجائے گی زینب

ڈکھیا رہی ہوں بیتانہ بیری آس کو توڑ دا صفائے گئی پر دیس میں بھیسا کو نہ چھوڑا
بزرگشہ زمانہ ہوا منہ تم تو نہ موڑ دا! مجھ سے تو نہ منہ را ڈکھ ماتھوں کو نہ جوڑا
بنت بھی کروں گی میں قدم پر بھی گرد مٹی

۱۱۹ سرنگے مگر قید میں در در نہ پھروں گی

ان باتوں سے زینب کی ادبی شاہ بھرا یا رو رو کے گلے خواہر بیکس کو لگایا
اور پونچھ کے آنسو یہ جنت سے سسایا تم نے بھی تو بے صبر بہن دسٹے میں پایا
ہم خلق پہ پس تیغِ ستم دشتِ بلا میں

۱۲۰ تم رنجِ اسیری کا سہرا و خدا میں

ماں صابرہ ہے صبر تو ہے کام تہسارا دیکھتاری جو بے چینی ہے آرام تہسارا
مارا گیا ہر ایک گلِ اندام تہسارا بھائی کو کرو غبشر تو ہے نام تہسارا
جو کہتے ہیں ہم اس کو گوارا کرو زینب!

۱۲۱ شیتہ کو اُمت سے نہ پیارا کرو زینب!

۱۵۱
اس راہ میں گھر لائے گا کہ وہ عیاں نہ لانا چھن جائے بد اس سے تو سرنگے ہی جانا
پردہ جو نہ ہو بانوں سے چہرے کو چھپانا بازو جو بند ہیں بہرِ دُعا ہاتھ اٹھانا
مقبول بہن جھڑپے درگا و خدا میں
بندھایا ہے جیسے در نے گھر راہ خدا میں

۱۵۲
زینب نے کہا جب یہ سنی بھائی کی تقدیر مریضی جو رہی ہے تو رضا مند ہے ہمیشہ
ہر آپ کی گردن پر چلے جس گھڑی شمشیر بھینا نہ کہیں کی رہی ہے مری تقدیر
ذو رُہمروں کی قید میں بھی جاؤں گی بھائی
تسب ہو گا مگر تم کو کبساں پاؤں گی بھائی

۱۵۳
یہ کہتی تھی زینب کہ خدا رونے کی آئی زینب نے کہ ہانوک آواز ہے بھائی
کہہ سوچ کے گردن شمشیر بکس نے جھکائی منہ مایا کر جاں کا وہ ہے اندر و جسدائی
اکت داغ اٹھایا ہے جواں بیٹے کے غم کا
اور دوستدار کرتا ہے پہاڑ اس پرستم کا

۱۵۴
پاس اُس کے گئے رونے ہوئے مستی و بار فرمایا کہ کیا حال ہے اے مولیٰ و غمخوار
پیشانی بھی جھک رہی ہے آنکھیں بھی ہیں خنجر ان بانوں سے اکبسر نہیں جی اٹھنے کے نہاد
ہیت نام جو دینا ہو سود و نسبت سفر ہے
ہم بھکا دہیں جاتے ہیں یہاں تیرا سر ہے

۱۵۵
ہانوں نے کہا رور و کے اے سستی والا ثابت ہوا الفت میری کم ہو گئی آفت
کیا دہر جو اس وقت میں لڑائی کو نہ چھوشت کا گل ہے نہیں کہہ آپ کا شکوہ
بہنوں سے تو رخصت ہوئے آئے بھی نہ ہنگ
تھی دستہ بہاری ملی اکبسر کے کہ ہنگ

۱۱۱
اولاد تھی جب تک تو محبت تھی ہنساری بے آس کیسی کو نہ کرے حضرت ہنساری
جس وقت سے فرزند کے بڑھیں گی کاری پرچھا بھی نہ حضرت نے کہ کیوں کرتی چھلکی
تنبہ نہیں بانو سے جُدا ہو گئے اکبشر
حضرت کو بھی ہاتھوں سے مٹ کر گئے اکبشر

۱۱۲
شاہد ہے سکینہ کہ کہا میں نے کئی بار کیا وجہ جو آئے میں گھر میں شہر اکبرار
شہر بان گئی بانو سے کیوں ہو گئے بزار کچھ ہے مری نقیشتہ تو کیجئے اسے اظہار
پہچاتی ہیں کیوں آپ کے دلبر کو رفا دی
ہاں یہ تو ہے نقیشتہ کہ اکبر کو رفا دی

۱۱۳
رو کر کہا حضرت نے کہ اے بانو سے دل گیر والٹر کہ شق ہوتا ہے اب سینہ مستبیر
جس وقت سے اکبر سونے جنت ہوئے بیکر کچھ جو کو بھسنہ مرگ نہیں سو جیتی نہ میر
بیٹے کو جو رو رو کے قہقہاتی ہے بانو
آئے ترے آئے مجھے سترم آگے ہے بانو

۱۱۴
جب آگاہ میں تھا اساتھ مرے آتے تھے اکبشر محبوب تھا تھا ترے پاس آگاہ میں کیوں کر
دھڑکا تھا دل کو مرے اے بیکس دلیر گر پوچھے گی بانو کہ کہاں ہے مراد بکسر
کیس منہ سے کہوں گا کہ سفر کر گئے اکبشر
جیتا ہے خنیں اپنی مثل مر گئے اکبشر

۱۱۵
اے بانو میں شہر مندہ احساں ہوں جہلا مجھ پر مثل اکبر سے جواں بیٹے کو دارا
کنا تہ کشی تم نے میرے ساتھ گویا شہبیر کی اُلفت سے کیسا پر نہ کشارا
دکھ درد سچہ رنج اٹھایا مرے گھر میں
تم نے کبھی آرام نہ پایا مرے گھر میں

میکے میں تو سب کہتے ہیں دولت تھی ہمیشہ رہتا تھا سدا بزم لباسی خرد و دیہا
گھر فاطمہ کے آگے کیا تھے چہ فاقا بیرون پہ بیرون ہیں چسا در میں ہر اک جا
۲۱۷ ایک دولت اولاد جو طاق نے عطا کی
سودہ بھی میرے وقت میں سرور پند کی

رو کر کہتا ہاں افسانہ یہ شہزادیں نہ حضرت کونین کی دولت مل حضرت کی بدولت
اس فاقہ کشی سے کوئی افضل نہیں ملتا بقیال تھا میرا کہ ہوئی آپ سے جلت
۲۱۸ کسری کی جو پوتی ہوں تو کچھ فخر نہیں ہے
سہرا جی مراد شش محرم کا مکیں ہے

آفاق میں جیسے درسا مجھے خضر طاہرے گھر کیس کو بھلا ناظمہ کے گھر سا طاہرے
کس بی بی کو بیشا علی اکبر سنا طاہرے شوہر کے شہزادہ جیسے سنا طاہرے
۲۱۹ اتھ آئی یہ دولت مجھے قدرت سے خدا کی
میں اور یہ ہو بنتا رسولؐ دوسرا کی،

ملا خرد و دیا کا تو مشکل نہیں زہبہار ملتا ہے انہیں جو کو ہے دنیا سے سوار
پر حلقہ فرود شش کا اتھ آتا ہے دشوار سوا آپ کے صحتے میں غے یا شہ آبرار
۲۲۰ کیونکر نہ شرف ہو مجھے اس کہنہ روا سے
اللہ نے پیوند کیا آل عباس سے

یہ سن کے بہت دے سقہ صابو شکر شہزادہ کو باوجود خدا حافظ و ناصر
ہے مازم فرود س صبیحے کا مشاعر سب ظلم اٹھا لیمیز عربے مری خاطر
۲۲۱ جس دم فکر آئے مرا سر لوکب سناں پر
لاتا نہ کوئی حسرت شکایت کا زباں پر

کہہ کر یہ سسختی شاد چلے خیمے کے باہر رانڈوں میں بہتا ہو گیا ہنگامہ محشر
 چلا کے کوئی کہتی تھی ہے ہے مرے تھوہ بہتی تھی کوئی اب نہیں آئیں گے برادر
 بابا کو قسم دے کے بھائی تھی سسکتی
 سر بیٹھی بچے چل جاتی تھی سسکتی

چلائی تھی استر بان ہو چٹی، چلے آؤ مر جاؤں گی بابا، مجھے تم چوڑ نہ جاؤ
 صدقہ گئی، انٹھا سا پرادل نہ کڑھاؤ بیٹا اب ہوں مڑ کر مجھے صورت تو دکھاؤ
 شہرہ کہتے تھے اس پاس رہو نکلونہ ٹھہرے
 اب حشر میں ہونے کی ملاقات پھر سے

یہ کہہ کے قریب فرس آئے ستر ہزار محروان کو جھکاتے ہوئے رونا تھا وہ رہا
 چٹکار کے حضرت نے کیا اس کو بہت چیل فرمایا کہ خود بچو تو اسے اسپ دفادار
 ستر زند نہیں، بھائی بھتیجا نہیں کوئی
 تھامے جو رکاب ان کے اتنا نہیں کوئی

اے اہل پہل آج کے دن کرو زیارت دنیا سے محو کے نواسے کی ہے برہمت
 یہ شکل نہ آئے گی نظر پھر کسی صورت سبھو پسیر فاطمہ زہرا کو غنیمت
 ڈھونڈو گے تو شب بھر سا آقا نہ ملے گا
 پھر تم کو محض کا نواسا نہ ملے گا

خاموش ایتیس اب کہ یہ ہنگامہ ادب ہے اُس حلق کا اور تیغ کا احوال غضب ہے
 یہ رونا نہ لانا تری بخشش کا سبب ہے آقا سے طلب کہ تجھے جس شے کی طلب ہے
 کیا کچھ نہیں حضرت کے تعذوق سے ملا ہے
 تعذیب کا تیری ٹھہرہ شک ملا ہے ختم شد

سلام

شجیرہ امام زماں کھینچتے ہیں
 جگہ مولیٰ ہے مزاروں کی خاطر
 قریں سرکے ہے آفتاب قیامت
 مہمت کا رشتہ نہایت ہے نازک
 زمیں کے تلے جن کو جانا ہے اک دن
 فقیروں نے یاں پاؤں بھیل دیئے ہیں
 اوھر خشک ہے فاطمہ کی زراعت
 جب حل ہے دختہ فاطمہ کا
 جسے دیکھ کر ہو دے مائی کو حسرت
 تپ غم کی شدت سے کہتے تھے مائد
 کہاں بیڑیاں اور کہاں پائے عائد
 پکار سی سکیئے دوہائی ہے بابا
 کئی جاتی ہیں مگر زمیں بنی بیوں کی
 یہ عالم ہے فرقت میں کہتی تھی صفراء
 قدم بیڑیوں میں ہیں رتی میں بازو
 کہاں روکے اکبر نے اے درد تھم جا
 تصور میں تصویر کہاں کھینچتے ہیں
 شجرہ دیں زمیں پر نشاں کھینچتے ہیں
 لحد پر جٹ سائباں کھینچتے ہیں
 مجھے کس لئے قتل درواں کھینچتے ہیں
 وہ کیوں سر کو تا آساں کھینچتے ہیں
 عیث ہاتھ اہل جہاں کھینچتے ہیں
 وہ کھیتوں میں بپ رواں کھینچتے ہیں
 ردا سر سے لٹا رساں کھینچتے ہیں
 وہ تصویر رنجیں بیاں کھینچتے ہیں
 جب سختیں استواں کھینچتے ہیں
 یہ لنگر کہیں نا تو اں کھینچتے ہیں
 ستم گر مری بالیاں کھینچتے ہیں
 ترسن کو جو ایذا رساں کھینچتے ہیں
 کوزگ زگ سے میں طرح جاں کھینچتے ہیں
 یہ دکھ صابو نا تو اں کھینچتے ہیں
 کو سینے سے بابا سناں کھینچتے ہیں

ایسے اس زمیں میں بہت کم ہے وقت
 کیست عسلم کی عشاں کھینچتے ہیں

(۲۵)

مناجاتِ شہداءِ امام حسین

۱۔

آج شبِ بے یار و نیاز عالم تنہا ہے علم کی چاند پہ زمہ کی گشا چھائی ہے
اُس طرف لشکرِ اعدا میں صفِ دہائی ہے یاں نہ بیٹا نہ بھتیجا نہ کوئی بھائی ہے

برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں

مار لو پیاسے کو بے شور و ستکاروں میں

۲۔

زخمی باز وہیں مگر خم ہے بدن میں نہیں آہ دنگ لگاتے ہیں نکل جاتی ہمدون سے کلاہ
پیاس کا غلبہ ہے لب خشک ہیں انگلیں پر آب تیغ سے دیتے ہیں ہر وار کا اعدا کو جواب

شدتِ ضعف میں جس جا پہ ٹھہر جاتے ہیں

میں کڑوں تیرِ ستم تن سے گزر جاتے ہیں

۳۔

گیسو آلودہ خوں لپٹے ہیں رخساروں سے شانے کٹ کٹ کے ٹکائے ہیں تلواروں سے
تیرِ پیوست ہیں خوں بہتا ہے سونفلوں سے لاکھ آفت میں ہے اک جانِ دل آزاروں سے

منکر ہے سجدہٴ معبود میں سر دینے کی

دار سے تیغوں کی فرصت نہیں دم لینے کی

۴۔

خوں میں تر پہنچ ملامے کے ہیں سر زخمی ہے ہے جس چاند سی پُر نور مگر زخمی ہے
سینہ سب برچھیلے سے تاجِ مگر زخمی ہے تیرِ بیداد سے دل زخمی جگر زخمی ہے

غربِ غمشیر سے بے کار ہیں بات و دھنوں

ظلم کے تیروں سے مجسوم ہیں یہ سونفلوں

برہمچی اگر کوئی پہلو پہ لگ جاتا ہے مارتا ہے کوئی نیزہ قوفش اچھا ہے
بڑھتے ہیں زخم بدن زور گھٹا جاتا ہے بندھا لکھیں ہیں سر پاک جھکا جاتا ہے

گرد زہرا دلی گریہ نگاہاں پھرتے ہیں

فل ہے گھوڑے سے امام دجہل گرتے ہیں

زیر سے ہوتا ہے بد الکاشن عہد کا میکس چین غافلہ کا سر ہے مائی پر نہیں

برجیاں گرد ہیں اور پنج میں ہے سر دردیں ہے یہ نزدیک گرے ہر نبوت کا نگین

پاؤں ہر بار رکابوں سے نکل جاتے ہیں

یا غسلی کہتے ہیں حضرت تو غسل جاتے ہیں

لاکھ تھواریں ہیں اور ایک تین اظہر ہے ایک مظلوم ہے اور ظالموں کا لشکر ہے

مینکڑوں خنجر فلا دیں اور اک سر ہے نہ کوئی یار نہ ہمدرد نہ کوئی یار ہے

باگ گھوڑے کی ٹکٹی ہے اٹھا سکتے نہیں

سانے اہل حسد مہرتے ہیں جاسکے نہیں

کوئی سستید کا نہیں آہ بچانے والا خرابے لاکھوں ہیں اور اک زخم اٹھانے والا

پراسس میں کوئی نہیں پانی پلانے والا بنجھے کس طرح بگا برجیاں کھانے والا

چرخ سے لگ برستی ہند میں جلتی ہے

ادے گری کے زباں خشک ہے لوجبتی ہے

کہیں دم بے کوست یہ نہیں جھٹکتی ایشی حال ہے زباں پیاس کی شفت ہر کھل

بھی زینت کا ہے خم کا دسکینہ کا خیال دن جو دھلا ہے تو حضرت ہوتے جلتے ہیں اٹھال

خزل خورشید بدن شفت سے تھرا آتا ہے

نیشہ نرج امامت پر زوال آتا ہے

کہتے ہیں غلاموں سے خشک نہ ہاں دکھا کر
بہر حق پانی کا اک جتاں پلا دو لا کر
اہل کیم کہتے ہیں یہ تیغ ستم چکا کر
آپ شمشیر بڑ برہیوں کے پہن کھا کر
پرستش کن کے بھی قصہ نہیں لڑاتے یہاں

یاسس سے شوے نکلے بیکہ کد جاتھیا

عرض کرتے ہیں یہ خالق سے کسا سے عجب فقر
قہرے عالم کہ نہیں کچھ ترسے ہندے کا قصور
کہتے ہیں یہ مجھے بے جرم و خطا بنوں سے چڑ
اتھ اُنتست پہ اٹھانا نہیں مجھ کو منظور
جلستے ہیں کہ مستعد کا نواس ہول میں

پانی دیتے نہیں دور دز کھایا مہول میں

تو نے بچپن سے مرے ناز اٹھائے یارب
وہ عنایت کیا جو تجھ سے کیا میں نے طلب
ترا محبوب بنا عید کو میرا مرکب
رندہ رکھا تو چھپا مہر نہایاں ہوئی شب
بھوک میں خلہ کا کھانا مجھے اعداد کیا

بھیج کر ہرنی کا بچہ مراد دل شاد کیا

اب اگر ہے یہ تری مصالحت اے رہتخیر
ہور داں صلق پاس پیاسے کے آپ شمشیر
میرے مولا بہ سر و چشم ہے حاضر شمشیر
حکم حکم میں یہ طاقت ہے کروں میں تاخیر
جسد گردن پہ رداں خجسیر زباں جوئے

اے خوشاد جو تری راہ میں نہیں ہوئے

غنم نہیں کچھ بچے گو یکس دیار ہوں میں
زیر شمشیر غلار کھنے کو تیار ہوں میں
تو مددگار ہے مختار ہے چار ہوں میں
دقت مشکل ہے عنایت کا طلبگار ہوں میں

توے سجدے میں یہ سرتن سے جدا ہر جگہ

عہد طفل کا جو وعدہ ہے وفا ہوجائے

۱۵۱
سختیِ مرگ کی کر اپنے کرم سے آستان
لب پہ بکسیر ہو جب حلق پہ غلبہ ہو
دل پر ہوا قری بند ہو جس وقت نہاں
دم بھروں تیرا ہی تن ہے جو نکلنے لگے جاں
بہو چسلم جو مجھے قبسہ میسر ہوئے
زخمی تن پر نہ فشار اسے میرے داور ہوئے

۱۵۲
دھم کر دھم کر شرمندہ ہوں اسوا پند
بندگی کا جو ترے حق تھا ادا ہونہ سکا
خونِ محشر سے بدن کا پتا ہے سرتا پا
ہوگی اعمال کی پرشش تو کھول گا میں کیا
کوئی تحفہ ترے لائق نہیں پاتا ہے حسین
ہاتھ خالی ترے دربار میں آتا ہے حسین

۱۵۳
تقویتِ دل کو کرم سے ہے تھمے یا رخص
نہیں مایوس کر رحمت ہے تری بے پایاں
مشکلیں بندوں کی کر دیتا ہے دم میں کھانا
شکرِ الطاف و عنایات میں قاصر نہ پایاں
حاصیوں سے بھی محبت نہیں کم کرتا ہے
جسمِ وہ کرتے ہیں تو لطف و کرم کرتا ہے

۱۵۴
میں تری راہ میں منظور سے بٹا ہوں خدا
تو ہے آگاہ کہ دو دن سے ہوں بھوکا پاسا
چاہتا ہوں میں یہ بھی اپنی شہادت کا صلہ
معفرتِ اُمتِ حاصی کی جو اسے بارِ خدا
ہے گو ارا ہے جو کچھ بھی ازیت ہو سے
اُن کو دنیا میں بھی عقیقی میں راحت ہو سے

۱۵۵
عرض کرتے تھے یہ عاشق سے شہرِ بندہ نواز
یک بیک عالمِ بالا سے یہ آئی آواز
اے مرے شیر کے لہر زندہ قیام کے رمساں
جھ سے ہم خوش ہیں پذیرا ہے ترا عجز دنیا
مرد ہے عاشقِ کامل ہے وفا دار ہے تو
جو کہا وہ ہی کیا عساریِ امتداد ہے تو

۲۱۲ تو بھی مقبول ہے اور تیری عبادت بھی قبول
 یا طاقت بھی مقبول یہ طاقت بھی قبول
 عاجزی بھی تری مقبول شہادت بھی قبول
 تیری خاطر سے ہمیں بخشش انت بھی قبول
 ہم نے خیالِ مشہد کا تجھے سہرا کیا
 آفتِ احمد و مختار کا مختار کیا

۲۱۳ دوست داروں کا ترے گلشنِ جنت پر مقام
 تا ابد سایہ طوبیٰ میں کریں گے آرام
 ہوں گے محض ترے ساتھ عزا و ارتقام
 تجھ پہ حمد و ثناء پہنچے اُن پر ہے دفعہ کا کام
 حق نہ کھا اہل جہاں تیرے محبوب سے ہیں
 تو ہے پیارا ترے پیارے بھی ہیں پیارے ہیں

۲۱۴ تجھ سے عباد نہ جوا ہے نہ کوئی جوئے گا
 تیرا کھانکھانکے کسی نے بھی ہے یوں نہ کر کیا
 طاقتِ خلق سے ملکِ سجدہ ہے افضل تیرا
 عرضِ اعظم پر ملائک تری کرتے ہیں ثنا
 سارا گھر میری محبت میں فنا کرنے کیا
 ہندو کا تھا جو کہ حق وہ ادا تو نے کیا

۲۱۵ مشرک روئے کا مظلومی پہ تیری عتالم
 تیرا ماتم نہیں ہوئے گا جہاں میں کہیں کم
 روضہ پاک کو تیرے یہ شرف بخشیں گے ہم
 آئیں گے جس کی زیارت کو ملکِ جو کے نیم
 یہ زمیں عرش سے تہجے میں سوا ہو دے گی
 خاکِ تربت کی تری خاکِ شہداء ہو دے گی

۲۱۶ یہ مسدائیں کے ہوئے شاد شہرِ ہر دوسرا
 انجمنی از میرِ نوحہم میں طاقت گویا
 جھک کے سجدے کی طرف ہجرت نہ کریں کہا
 میرے مولا میں تری ہندو نوازی کفلا
 کیوں نہ ممتاز ہو وہ تو جسے رہتا بخشے
 اس کعبہ خاک کو کیا رتبہ اعلیٰ بخشے

ابھی مولے نے تبر عجز اٹھایا نہ تھا آہ نیزہ اک چھاتی پہ سارا جو کس نے ناچہ
غش میں غرنے کے گھوڑے سے اماں کی آہ آئی خاتونِ قیامت کی مسدا بٹم لٹر
تھانے گئے علی غلہ سے گہرائے جوئے

دوٹے محبوبِ خدا ہاتھوں کو پھیلانے ہوئے
اک جفاکیش نے پیر پہلو پہ نیسہ مارا چھد گیا توڑ کے چھاتی کو کلیہ سارا
پشتِ تاری میں پہ منجھٹنے کا نہ پایا یا را گر پڑا خاک پہ وہ عرشیں خدا کا تارا
گرد آؤ دقت سائے شہرِ پُر نور ہوا

ریت زخموں کے لئے مرہم کا فورہ ملے
کان میں آئی تھی زینب کی صدائے ہائیکہ دل تڑپ جاتا تھا کرتے تھے جب دلا آہ
راہ روکے ہوئے غصے کی کھڑے تھے گمراہ نیم و آچشم سے کونے تھے سوتے غیرہماہ
بن زخمی پہ جو پیکانِ رسم گزرتے تھے
خاک سے اُٹھتے تھے اور کانپتے گزرتے تھے

کہتا تھا فوج میں سب سے عمر بڑا خشر کینچنے کیوں تیغوں کو ہاتھوں میں کھڑے پشور
بیگِ نقیدہ پر ہے غش میں علی کا دبیر جاؤ کیا دیر ہے کاٹو شہرِ مظلوم کا سہر
تیغ سے لافٹہ زہرا کا گلا چاک کرو
جسدِ ہاں خاتمہ پنجتنِ پاک کرو

جب تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی سہم کو قل ہوا یہ کہ غش آیا غلبِ حیدر کو
فوج سے برسرِ بڑھا کینچے ہوئے شہر کو سب سے کہتا تھا کہ اب کاٹوں میرے سر کو
غلبِ احمدِ مختار کا تال ہوں میں
کام میرا ہے اسی کام کے قابل ہوں میں

بجھ کو حیدر سے غرض ہے نہ محنت ہے کام دوسے ہو پ خدا ہوتے خوشی حاکم شام
دولت فاطمہ نے جاؤں میں ہاؤں انعام روح حیدر تو تہہ پہن کے ہو آرام
منہ نہ میں دولت دنیا سے کبھی پیروں گا

۳۱
آج زہرا کے کبھے پر چھتری پیروں گا
بیز کرتا ہوا خنجر کو عیا مشتبہ کے قریں آسماں ہی گیا تھہر اگنی مقتل کی زمیں
رود چلانے کی زینب نا شاہ و حسدیں فتن میں بھی گھیرے ہیں ہے نہ سرے برائی کریں
وحشم زہرا کے پسر پر جہیں کہا کوئی
خاک سے بھی نہیں زخمی کراٹھتا کوئی،

۳۲
کس سے منہ ریا در دل جل کے میں دیکھا ہے ہے نہ محمد ہیں، نہ حیدر میں، نہ زہرا ہے ہے،
لاکھ دشمن ہیں مرا بھائی ہے تہہ ہائے ہے تیغوں سے کٹتا ہے زہرا کا کیجہ ہے ہے
سرد و گلزار رسالت کو قلم کرتے ہیں
ہائے ستید پر، مساند پر ہم کرتے ہیں

۳۳
فتح کا فوج مخالفت میں بجائے انصارا گل ہوا قتل ہوا شیر خدا کا پیٹار
ہیں انیس اب نہیں گویا کی بجھ کو رارا حشم سے خون ہو گیا سینے میں کلیا سارا
کس سے اس درد مصیبت کا ریاں ہوتا ہے
آنکھیں روتی ہیں مسلم روئے دل روتا ہے

رباعی

روتے ہیں نہ فریاد و بکا کرتے ہیں، کیا صبر امام دوسرا کرتے ہیں
انصارہ برس پالا محتاج جس کو بریں اُس بیٹے کو اُمت پر فدا کرتے ہیں

(۳۴)

شامِ غریباں

۱۔

میدان میں ہوا خاتمہ جب اکی جٹا کا گھر ہو گیا سارا جہاں اسیام و دوسرا کا
کعبہ ہوا مجوس شہرِ عتدہ کشا کا غریباں ہوا سہرہ سے جس خاصانِ خدا کا
جن بی بیوں کا سایہ نہ دیکھا تھا کسی نے

۲۔

افسوس اُنھیں بے پردہ کیا فوجِ شقی نے
وہ خیمہ جو رُجے میں تھا کچھ کے برابر اور اوج میں تھا گنبدِ گردل سے بھی بہتر
مُسند وہ جو تھی جلوہ گہرا حسد و حقد وہ فرش جو تھا نور میں جوں طرشِ سوز
دنیا میں پناہ دیں کی تھی جس گھر گزیں سے

۳۔

اُجالے وہ گھر ہونک لیا آتش کیس سے
کوئین میں تھی جن کے لئے عزت و توقیر قرآن میں ثنا جس کی کرے مالکِ تقدیر
یعنی حسدِ مستہم حضرتِ شبیرؑ شمشیر بگٹ ٹوٹے آئے اُنھیں بے پیر
بے اذل جہاں پاؤں تلک نے نہ دھرا تھا

۴۔

ہیسات وہ گھر ٹوٹے والوں سے بھرا تھا
اکبسر سے پھڑٹنے کا کسی مانہ کو تھا غم کوئی غمِ اصغر میں غناں کرل تھی پیہم
جسڈر کے نواسوں کا کوئی غمِ مہم قائم کو کوئی روتی تھی گردن کو کئے غم

کوئی غمِ بنامش میں مصروفِ بکا تھی
لب پر کسی کے ہاتے حینا کی حسد تھی

کہتی تھی کوئی، اُنٹ گیا مقتل میں جواراج مارا گیا ہے ہے پسیر صاحب معراج
کہتی تھی کوئی، خُصا نہ زبڑا ہوا تاراج ہے ہے ہوئی اب ایک بردا کے لئے محتاج
چلائی تھی کوئی، بے صد مدد یہ بڑا ہے

دارت میرا ہے گور و کفن زن میں پڑا ہے

وہ پردہ عیساں حسدِ عزت و توقیر نازل ہوا تھا جن کے لئے آیہ نظمیر
میدان میں سرنگے نہیں اور گرد تھے بے پیر تھا چار طرف شور کہ مارے گئے ثقییر
ہائیکہ تھی جردم عمر سعد شقی کی،

ہاں بازو تو رستی سے نو اسی کو بھی کی،

کہتا تھا کوئی دشمن دیں بیڑیاں لاؤ زنجیر بد اللہ کے پوتے کو پنہاؤ
سُجھاؤ کے پہلو سے سکیڑ کو پھاؤ لپٹا ہوا ہے باپ سے اُس کو چھڑاؤ

سُرکاٹ کو فسر زنجیر حسین ابن علی کا
مافا تھمے خواں بھی نہ رہے سبیلِ نبی کا

حلقے میں جفا کاروں کے تھے عابرِ بید شہادت سے تپِ علم کی غش آجاتا تھا ہر بار
حداد یہ کہتا تھا کہ اسے شمشیر ستار پہناؤں گے بیڑیاں اور طوقی گراں بار
گردن نہیں یہ طوقی گولہ گیر کے قابل

یہ پاؤں نہیں حلقہ زنجیر کے قابل

طوقی اس کو پنسلے میں جو ہوتا ہے تو انا دشوار ہے میرا کہ گردن کا اعلا نا
ان کا پتے پاؤں میں نہ زنجیر پہنا نا وہ نہ ابھی جو جٹا نے گودم حق سے روا نا

نہاؤں میں اس بوجھ کے لائق نہ گوا ہے
یہ ضعف ہی اس کے لئے زنجیر بڑا ہے

ہاتھ پر تھیں تھی کہ اکبر کو نہ روئے چھائی بھی جو بھڑکے کو افسوس کو نہ دئے
اک شب کی دُہنِ قاسمِ بے پروا کو نہ دئے زینب سے یہ کہہ دو کہ برادر کو نہ روئے

اب لاش پہ بھی سیٹھ و رسولِ مدنی کی

ہوئیں گے قتلِ مات اگر سینہ زنی کی

جیہد کو چھوڑے نہ کوئی عزم کی ستائی دیوے نہ کوئی راتِ محنت کی ودائی
یہ غسل نہ کریں گے حق زہرا کی کسائی رو کو نہ کہے کوئی کہہ تے ہے مرے بھائی

فخروں سے بلا دیں نہ برادر گویں کی لحد کو

سب مر گئے اب کوئی نہ ائے گا مرد کو

یوسف کی سسکینہ جو کہیں نامِ عسکدار تو سرخ طمانچوں سے کریں گے گلِ رخسار
ہے تے مرے بابا! جو پکارے گی وہ ہر بار کس دیوے کا رشتی سے گلا شہرِ مستحکم گوار

بھولے سے بھی غر اُونٹ پہ فریاد کرے گی

دیوے سے یہ ایذا، کہ بہت یاد کرے گی

اُصدا کی یہ تائید تھی راتوں کو یہ قاتل سر پہنی تھیں چہروں پہ بکھرے ہوئے قہبان
چلائی تھی ہاتھ مارا تو ناگیا اقبال میں رات ہوئی قاتل ہوا غافلہ کا لال

کیوں کر نہ دھائی دوں رسولِ دوست کی

سرخٹے سے بلوے میں بہو شیرِ خدا کی

چلائی تھی مقتل کی طرف زینبِ مضر یا سبیلِ نبیؐ کوئی غمی آپ کی خواہر
بارو مرے رشتی سے بندے چمن گئی چادر حلقے میں سستہ نگاروں کے تنہا ہوں گئے سر

فریاد ہے منہ اشکوں سے دھو نہیں دے

تم قاتل ہوئے اور مجھے رونا نہیں ملتا

کبشہرا کو جس تقدیر سے یہ ظلم دکھائے خوں رملی ہے منہ دستِ حنّٰل سے چھپائے
 نزدیک ہے مظلوم شکنہ کو فحش آئے زخمی ہوئے ہیں کمال طمانے بھی ہیں کھائے
 منہ خشک ہے پر رملی ہے کانوں پہ بکرا تھ

اور کہنیوں تک چھوٹے سے ہی عورتیں بکرا تھ
 مقتل میں جو وہ قافلہ سب لودہ گر آیا تیروں سے قتل باغِ حشمتِ نکلے آیا
 سینے میں آلم سے دلی سب بجاؤ بھرا آیا بابا کو چھارے کر یہ قیثہ دی پسہ آیا
 صد مہر یہ ہوا زینتِ ناشاد و حریں پر

اشتر سے گری ہائے افی کہہ کے زمیں پر
 چلائی تھی اسے زینتِ آغوشیں پیسہ گردن کو اٹھاؤ، بہن آئی ہے کھلے سر
 آئی یہ مسدا لاشِ شہم دیں سے مکرر بھائی ترے مشربان ہوا اسے مری خواہر
 بچ ہے کہ جب تم پر بستم ہوتے ہیں زینت

تیرے لئے نیزے پر بھی ہم روتے ہیں زینت
 تھم پیاس سے فحش گودیوں میں ماؤں کی اطفال گل بگ سے لب سوکھے تھم دھوپ کے زخمال
 ان بچوں میں تھا ہالی سکیم کا یہ احوال کانوں سے لہر رہتا تھا اور سنو سنو تھے گال
 ترنگ تھا کرتے کا گریبان پہننا تھا

اور چاند سا منہ گردِ مینی میں آٹا تھا
 بیشمی تھی جواں پاس کو چلائی تھی دو رو میں مرنی ہوئی لوگوں مرے بابا کو بللا دو
 کیا جانے سدھارے میں کو مرستیہ خوشخو کیوں آکے لگاتے نہیں وہ چھائی سے بھڑک
 دیدار سے اپنے بچے ترستاتے ہیں بابا

بچی سے خطا ہیں جو نہیں آتے ہیں بابا

وہ ہوتے تو گھر کو نہ لیں ٹوٹے آتے وہ ہوتے تو در در نہ لیں مجھ کو پھر آتے
وہ ہوتے تو کیوں غل میں کانٹوں کی جاتے وہ ہوتے تو کیوں غللوں کی قید میں جاتے

کیوں کر نہ کرے نالہ و منہ زار دسکینہ

مرنے سے ہوتی باپ کے برباد دسکینہ

رد کر کہیں چلائی تھی اس طرح وہ نادیاں اپنے مرے گا میں جب اسے گئی تیراں
فرقت میں قہاری میں کوئی دن کی ہولناں جسدِ آؤ کر اب تن سے نکلتی ہے مری جاں
بے چین ہوں گودی میں اٹھاؤ مجھے اگر

نہیں دلاتی ہے چھائی پر سداؤ مجھے اگر

چلائی تھی بالو مرے سید مرے سرتاج اکٹ مرا تخت آپ کے مرنے سے اٹا راج
حضرت کو تو نیزے پر ہلا رتبہ معراج اور لونڈی ہے بڑے میں ردا کیلئے محتاج

گھر لٹ گیا بے والی وراثت ہوتی صاحب

بچوں سے بھری گود بھی خالی ہوتی صاحب

رور کے بیتاں کرتی تھی یہ بانٹے بے پر جو ماں سے کہا بالی سسکینہ نے یہ رو کر
پہچانا ہو تم نے تو بتاؤ مجھے مادرا یہ کون سے مظلوم کا ہے لاشتہ بے سر

بے تاب ہے دل چھائی بھی جاتی ہے اماں

اس لاش سے تو باپا کی بڑا آتی ہے اماں

اب کون ہے یا شاہ مرا پوچھنے والا وہ بھی نہیں اٹھا رہا بریں تک مجھے بالا
کب تک یہ ہوں رنج و ستم لے شہ والا اہرانے مجھے لوٹ کے پردے سے نکلاں

بیماری میں سجاد گرفتارِ حسن ہے

میں قید ہوں لاش آپ کی بے گور کھن ہے

۲۶۴
 بانٹنے یہ چاہا کہ سسکینے سے چھپائے پریشی کا منہ دیکھ کے آنسو نکل آئے
 خود لاش نے کبر کر یہ سسکنے کا تھا ثنائے اذکر یہ بابا نہیں چھاتی سے لگائے

سورہتی تھیں تم رکھ کے اسی چھاتی پر سر کو

یہ بھول گئیں بیکس و منظر مژدم پر کو

۲۶۵

صدقے تری منظوم کی میں اے مری پیاری سیل جو تجھے مشعر ستم گارنے ماری
 غول پھر جو اصدے سے مرغفل سے جلدی اس وقت تلک روح تڑپتی ہے ہساری

مشتاقی ملاقات میں ہم آؤ سسکینے

اس خون بھری چھاتی سے پست جلاؤ کینے

۲۶۶

کوئی نہ تھا جو باپ سے ملنے کا شہرینہ بس سنتے ہی آواز شہنشاہ مدینہ
 لاشے پر گری ہائے پدر کبر کے سسکینے گردن پہ تو منہ رکھ دیا اور سینہ پر سینہ

چلائی کہ ویران بھڑا گھر کیا بابا !

جئے تھے جنہیں کس جسم پر بچے سرا بابا !

۲۶۷

مشربان گئی بیٹی سے منہ آپ لے موڑا کھانے کو لٹا نہ بچے ہیں ٹھیکے ہی میں چھوڑا
 اٹھالے کڑوں کپتے ہاتھوں کو مڑوڑا برچی کبھی دکھلائی اٹھایا کبھی کوڑا

بیزار ہونے پہاڑ کے وہ دن گئے بابا !

تم آنے نہ اور میرے گھر میں گئے بابا !

۲۶۸

خیمہ بھی بھلا چھن گئی اماں کی بھی چادر میں بلوۃ اہا میں چھو بھی جاں کھلے سر
 زنجیر گراں پہنچے ہیں سبجاؤ برادر صدقے گئی بیعت کو بچاتے ہیں اٹھ کر

بیتار کو آرام نہیں ملتا ہے بابا

یہ طوق ہے بھاری کہ گلا چلتا ہے بابا

کرتی تھی جو یہ ہیں سکیں جس کا فکر تھزار ہی تھی خاک پہ لاشیں مشہور
اور کہتے تھے یہ کچھ کے بازو کو بستکار بس چھوڑ، تین مشاہد کو اسے بیکس وناچار
وہ کہتی تھی منہ سٹھ سے نہ سونے کی سکیں
بابا کے کولاشے کو نہ چھوڑے گی سکیں

۲۱

ملعو لوں میں بیکس ہوں نہ بیکس کو ستاؤ چنپنا نہ مر و ڈر و مرا بازو نہ دکھاؤ
مر جاؤں گی لاشے سے نہ بابا کے چھڑاؤ جنس میں رہوں گی مجھے یاں چھوٹے جاؤ
بے قتل و کفن غافلہ کا ماہ میں ہے
لاشے کی ٹھیکائی کو کوئی بھی نہیں ہے

۲۲

تنہائی کا بابا کی بڑا ہے مجھے دوسواں دیکھو تو رشتہ ہے جب بیکسی دیاں
جیتے ہیں نہ قاسم نہ علی اکبر و جاسکس بیٹی تو بھلا باپ کے لاشے کے ساتھ پاس
جاؤں گی کہاں باپ کے پیلو سے میں ہشکر
شب ہو گئی تو سوؤں گی چھائی سے پشکر

۲۳

میں کو یہ صدرا انڈوں میں رہنے کی ہلکی جوم یہ پیش کر فٹ کھدے گریں نرینہ و کٹوم
وہ حال انیس اب نہیں ہو سکتا ہے مرقوم جس طرح چھٹی باپ سے وہ ڈخیز مظلوم
عالم میں یہ صدر نہ ہوا ہو گا کیسی پر
رشتے میں ہوئی جو کہ جفا آلی نیا پر

حرم شد

رباعی

یہ حمد و ستفا عاقبت طائی میں نہیں مثل ان کے کوئی عقدہ کشائی میں نہیں
محبوب کے بعد میں نصیری کے خدا بندہ کوئی حیدر ساختہ طائی میں نہیں

رباعی

مارے گئے جو وہ سب لعین دفن ہوئے زہرا کے نہ ہائے نازنین دفن ہوئے
ماشور عہد م کو ہوئے قتل حسین بد قبر میں روز اربعین دفن ہوئے

رباعی

جب دفن ہوا شیر خدا کا جانی سب اڈنے کی قبر پر آب انشان
شہید کی پیاس کا کہوں کیا میں اثر جتنی گئی خاک جتنا چھڑکا پانی

سلام

مُجرا سے جولا غرور بخورتی بھی ہے عبوس طوق بھی ہے اسیرین بھی ہے
پیدل تو آگے آپ ہے اور پیچھے اونٹ پر عریاں سر پہ بھی بھی ہے اں بھی ہیں بھی ہے
کہتے تھے لوگ دیکھ کے زینب کو ننگے سر یہ بنت فاطمہ بھی ہے شہ کی بہن بھی ہے
ٹٹے بہشت کے جو پہننا تھا اس کی لاش بے غسل بھی ہے ہائے غضب بے کفر بھی ہے
ماہڈ نے جب کہا کہ نہ غسل و کفن ملا ابا سامیر سے کوئی عرب الوطن بھی ہے
یوں وقت دفن آئی سپر شاہ سے صدا بیٹا نہ روز خاک سے بہتر کفن بھی ہے
برایزید دیکھ کے دندانِ مشاؤ دیں بے قدر این کے سامنے دُور ملک بھی ہے
چلائی بنت فاطمہ اس دم کو اسے شفی کچھ تجھ کو پاس روبرو زین بھی ہے
جلدی ہٹا چھڑی کو ستم گر کر یہ دہن زہرا کا بھی علیٰ دینی کا دہن بھی ہے

مقبول ہے امتی وہ جس کی زبان پر

حمید خدا بھی ہے صفتِ بخت بھی ہے

اما زین العابدینؑ

۱۔

جب طوق و سلاخیل میں مسلسل ہوئے جاہدؑ غم میں ہلالی شہرِ اول ہوئے جاہدؑ
اس شکل سے راہی سوئے متعلیٰ ہوئے جاہدؑ اعدا تو چڑھے گھوڑوں پہ پیدل ہوئے جاہدؑ
رائدوں میں تر ہوئی سیار کا غل تھا

۲۔

بے دینوں میں تھی جہنیتِ فتح کی اک دھوم رائدوں میں یہ تھا شور کہ ہے شہِ مظلوم
اور شرم سے ہنڈرائے تھے سہ ماہِ مظلوم بیمار کی آنکھوں سے نہ کچھ ہوتا تھا معلوم
اک بات میں زنجیر بعدِ رنج و محن تھی؛

۳۔

طواریں لئے چار طرفِ ظلم کے بانی طلوع میں دل آزاروں کے وہ یوسفِ ثانی
غربت کا اُلم، بے پردی، تشنہ و آبی وہ طوق کا نگر وہ سسویل کی گرانی
مڑکر کہیں زینبؑ کے رُخِ پاک کو دیکھا
بڑی کہیں دیکھی، کہیں افلاک کو دیکھا

۴۔

نفرش میں نہ تھا اہ کوئی تھا سننے والا صدے سے گرا پڑتا وہ تھا نازوں کا پالا
تھا چاند سے سینہ میں کلیجہ نہ دالا زنجیر جو ہاتھوں سے چٹنی طوق سنبھالا
مرقد نہ بنا باپ کا یہ فکر بڑی تھی
اک جاں حریف لاکھ مصیبت میں بڑی تھی

مے
 رختے میں دل آزاروں کے وہ صاحبِ دل
 دل سوز نہ کوئی نہ کوئی سوس و غم خوار
 شیشہ سے سوا ہوتا ہے نازک دلِ بیمار
 اس پر یہ مصیبت کا گرا کر و گراں بار
 تعویذِ شفا اس کو پہنائے تو بہا تھا
 ہاں طوقِ گراں بار کے حلقے میں گل تھا

مے
 دستور ہے، بیمار کے ہیں پاؤں دبا تے
 یا جیریاں بھاری اُسے لاکر ہیں پہنائے
 ماتم کی خبر کو ہیں، مریضوں سے چھپاتے
 یاں ماپ کا سر کاٹ کے ہیں اس کو دکھاتے
 یہ دیکھ نہ کسی صاحبِ آزار نے دیکھے
 ہاں بصدِ پردہ، عابدِ بیمار نے دیکھے

مے
 ہنرم سے جراحہ کی ہوتی شہ پہ چڑھائی
 بیمار کو پانی نہ سلا کیسی شہنشاہی
 عاشور کو غش تھے کہ یکایک خبر آئی
 شہ ذبح ہوئے لٹ گئی زہریلی کمانی
 ہوش آیا تو گھر آگ سے جتے ہوئے دکھا
 ماں بہنوں کو بوسے میں نکلے ہوئے دکھا

مے
 کیا کیا دستم اہل شقاوت نے لکھا تے
 بیمار نے حبسِ فکرِ خدِ الہ نہ بلا تے
 جب طوقِ دسلاسل کو مدد ماننے لائے
 کس صبر سے پہوڑا باسزِ پاؤں بڑھائے
 تھی فکرِ گنہگاروں کا اس دنیا و دھن میں
 بندھوا لئے اُمت کے لئے اتحاد میں

مے
 تھا صاحبِ اجازت کو سب طرح کا مقصد
 ہونٹوں کے لانے میں فنا ہوتے وہ مقہور
 تھی نار سے آزادی اُمت انھیں منظور
 دانستہ ہوئے قید و زنجیں تھے نہ مجبور
 زنجیر سے ہر گام پہ نفس کش ہوتی ہاکو
 چھوڑا نہ مگر سلسلہ صبر و رضا کو

پہو بیاں سیرا تو نظر آتی تھیں کھلے سر
ہاتھوں سے چھپائے ہوئے مزدوقی تھی مادر
بے پردہ تھی اک رات کی بیاہی ہوئی تو لہر
پچھیاں تھیں اسس انبوہ میں بے غنہ لہار
تاوس محمد پہ تو یہ ظلم و ستم تھا
اور سامنے سر باپ کا نیزے پہ ظلم تھا

عابد نے کہا، مگر ہیں گرفتار مصیبت
بھر جائے زمیں فوں سے، جو دکھلائیں شجاعت
ان کا اپنے آئوں میں بھی ہے زور امامت
کیا جائے کیا ہے جو دکھائے نہیں طاقت
نے ضعف کا باعث رہنمائی کا سبب ہو
واٹھ نقطہ بخشش اُمت کا سبب ہے

برہم ہوں تو عالم کی پستیا ہوا بھی نابود
اعجاز ہے موسیٰ کا عصا میں مرے موجود
گلزار ہو سائے سے مرے آتشِ فردو
آہن کو ابھی موم کروں صورتِ داؤد
ہے زور مرے قبضے میں حیدر کے برابر
دو انگلیاں ہی تیغِ ردِ پیکر کے برابر

بابا کو جو روؤں تو اٹھنے نوح کا طوطا
جیسے کی طرح مُردہ صد سالہ کدوں جاں
ہے زیرِ تنگیں، خستہ انگشتِ سیلاں
جنات و ملائک ہیں مرے تابعِ فرماں
پر طوق پہنھا دو، کہ فکھانے ہوئے سرے
میں سیدِ مظلوم کا مظلوم پسر ہوں

دادا کے مرے زور سے ماہر ہے خدائی
کی بُت شکنی، کفسر کی بنیادِ مثالی
ہات ان کے رہتا خیر و خندق کی لڑائی
(اس دور پہ پھر رستی سے گردن بھی بندھائی
ہے فخر کی جا، مگر مری گردن میں رس ہو
پستے میں بھی لازم ہے کہ داد کا پلن ہو

۱۵ سب جانتے ہیں صابری و حیدر آت حیدر ایک روز وہ تھا ، فتح کیا قلعہ خیر
ایک روز یہ مظلوم ہوتے بعد ویرا کچھ بوسے نہ جب دادی کے پہلو پر گزار
دی آتش کی بجائے کو حیدر کے ہر کے

۱۶ لمحہ پر بھی دی ظلم ہوا بعد پر کے
آگے مرے زبور مری صادر کا اٹھارا زینب کی ردا میں مٹی ، گھر ٹ گیا سارا
بے حسرت طمانچہ مری ہمشیر کو ارا ، سب کیا اہمت کے لئے میں نے گوارا
خوش ہو کے اسیری کے بھی نکلے نہ کہیں گے

۱۷ ہم وہ ہیں کہ ہر دور میں صابری رہیں گے
فریاد تھی رائیوں میں کہ اسے قافلہ سالارہ من کا ہے سے ڈھانپیں ؟ حرم حیدر گزار
کس درد سے فرماتے تھے سقا بدول انگارہ صابر رہا دست کر رہا جو مر مٹی غفار
چھنے کا رداؤں کے عبت رنج دالم ہے

۱۸ کیا چادرِ ظہیر کا پردہ تمہیں کم ہے
موتے سیر پر نور سے چہروں کو چھپاؤ شکوے کی کوئی بات زباں سے نہ نکالو
لارم ہے تمہیں صبر کیوں کو سنبھالو غربت میں اسیری کی بھی تکلیف اٹھالو
چادر نہیں سسر پر تو ضرور کیا ہے تھمالا

۱۹ پردہ رہے اہمت کا ، پردہ ہے تھمالا
گو آج نہیں محل و ہودج کی سواری کل دے گا تمہیں ناقہ نور ایڑ پر باری
مروت رداؤں پہ نہیں شان تہاری حم نود خدا ہو تمہیں کیا دیکھیں گے ناری
خربانی سے تم لوگوں کی عزت نہیں جاتی
پوشش جو نہ ہو کبے کی حرمت نہیں جاتی

ہاتھ پہ نقیشتِ دہلی کہ اکبر کو زروئے چھاتی بھی جو بھر آئے تو اصفہر کو نہ دئے
 اک شب کی ڈہن کا بیٹھ بے پروا نہ دئے زیب سے یہ کہہ دو کہ برادر کو نہ روئے
 اب لاش پہ بھی سیٹھ رسولِ مدنی کی

ہوئیں گے قتلِ اہلِ اگر سینہ زنی کی

حیدر کو پکارے نہ کوئی غم کی ستائی دیوے نہ کوئی راتِ محنت کی دہائی
 یہ غسل نہ کریں نہ گئی زہر کی کتائی رو کو نہ کہے کوئی کہ ہے بے مرے بھائی
 قہر وں سے ہلا دیں نہ بردگوں کی لہر کو

نہ مر گئے اب کوئی نہ آئے گامد کو

یوے کی سٹیک نہ بھی نامِ حیدر تو سرخ طہا پنجوں سے کریں گے مٹی رُخسار
 ہے بے مرے بابا جو پکارے گی وہ ہیرا کس دیوے کا رخی سے کاغذِ رستم کار
 بٹوے سے بھی گر آؤنٹ پر فریاد کرے گی

دیویں گے یہ ایدا کہ بہت یاد کرے گی

اُعدا کی یہ تاکیں دہلی راتوں کا یہ تھا حال سر پہنی قمیص چہروں پہ بھرے ہوئے تھوہال
 چلاتی تھی بانو مرا ٹوٹا گیا اقبال میں رات بھٹی قتل ہوا خاطرِ کالال

کیوں کر نہ دھائی دوں رسولِ دوسری

نہ رینگے ہے ہرے میں بہو شیرِ خدا کی

چوٹی تھی مقتل کی طرتِ زیبِ مضر یا سیٹھ بٹی ٹوٹی گئی آپ کی خواہر
 بازو مرے رخی سے بندے چمن کی چادر مٹھے میں سترگاریوں کے تنہا ہوں گٹھے سر

فریاد ہے منہ اشکوں سے دھونا نہیں ملتا

تم قتل ہوئے اور مجھے رونا نہیں ملتا

کبوتر اکو میں تقدیر سے یہ ظلم دکھائے
خول روئی ہے منہ دستِ حنائی سے چھپائے
نزدیک ہے مظلوم شکستہ کو غش آئے
زخمی ہوئے ہیں گال ملنے سے بھی کھائے
منہ خشک ہے پر روئی ہے کانوں پہ تھکرائے

۱۳۱ اندکینوں تک چھرنے سے ہی غمیں بھرا دے

مقتل میں جردہ قافلہ سب زور گر آیا
تیغوں سے تسلیم باغِ حشرِ نظر آیا
سینے میں آلم سے دل سنجاد بھرا آیا
بابا کو چکارے کہ یہ قیام ہی پسر آیا
حدود یہ جوازِ نبوتِ ناشاد و حریں پر

۱۳۲ امشتر سے گری ہائے اخی کہہ کے زمین پر

چلائی تھی اسے زینتِ آغوشیں پیٹتے
گردن کو اٹھاؤ، ہیں آئی ہے کھٹکتے
آئی یہ مسدِ لاشِ شہید دیں سے مکرر
بھائی ترے شہر بان ہوا اسے مری ظاہر
سچ ہے کہ جب تم پرستم ہوتے میں زینت

۱۳۳ تیرے لئے نیرے پہ بھی ہم روتے ہیں زینت

تجربہ پاس سے غش گودیلوں میں ماؤں کی اطفال
گل برگ سے لب سوکھے تھے بعدِ صبحِ کفِ لال
ان بچوں میں تھا ہالی سکینے کا یہ احوال
کانوں سے لہر رہتا تھا اور سنو سنو تھے گال
سرنگہ تھا کرتے کا گریبان پہنا تھا

۱۳۴ اور چاند سامنے گردِ بیتی میں آنا تھا

بیٹھی تھی جہاں پاس کو چلائی تھی رو رو
میں مرنے والی لوگوں سے بابا کو بلا دو
کیا جانے سدا سے ہیں کہ مر سیتے خوش
کیوں آکے لگاتے نہیں وہ چھائی سے لہو کو
وہ داسے اپنے بچے ترستائے میں بابا

بیٹی سے خطا ہیں جو نہیں آتے میں بابا

صدقے ہو پدر آنکھوں سے آنسو نہ بہاؤ
لاٹھے کے نہ اٹھوانے کا صدمہ نہ اٹھاؤ
ہم چین سے یاں سوتے ہیں تم قید میں جاؤ
چارہ کوئی مل جائے تو زینب کو اُکھاؤ
ماقم میں ہیں کو نہ بھٹلا دیجو بیٹا
ہر وقت سکینہ کی خبر لیجیو بیٹا

سہنا ہے تھیں رخِ اسیر کی میاں سفر کا
اک بوجھ تو ہے طوق کا اک بوجھ ہے گھر کا
اے زورِ نظمِ غم نہ کرو لاشیں پد کا
بابا کے مقدر سے ہے کیا زورِ پسر کا
دن گزریں گے ایذا کے تو فرصت بھی ملے گی
تم چھٹ کے جب آؤ گے تو راحت بھی ملے گی

یہ سن کے چلے روٹے ہوئے عابدیار
راہی ہوئے خیوں کو اکھڑا کے ستم گار
بے غل و گل رہ گئی نعشِ شہِ ابراؤ
جذبے کسی دیاسس نہ دل سوز نہ غم خوار
روٹے تھے ملکِ عرش پہ جب روٹی تھی رہڑا
لاٹھے سے پھر کے نہ جا بھڑی تھی زہڑا

اب وقتِ غموش ہے ایسیس جگرِ نادر
بلے تاب ہیں رقت سے شہِ دیں کے عزادار
موت سے ہے کر عرض کو یا ستیہ ابراؤ
ہوں آپ کی سرکار سے عزت کا طلب گار
برگشتہ زمانہ ہے مدد کیجیو مولا
ناقدِ دل کے احساں سے بچا دیجو مولا
غم شد

رباعی

تھے زبست سے ہاتھ اپنے دھوئے سجاؤ
شب کو کبھی راحت سے نہ سوتے سجاؤ
جب تک جئے نہ خستے نہ کسی نے دیکھا
چالیس برس باپ کو روئے سجاؤ

سلام

بے کسی کا شہ کی چر چا ہو گیا
 دیر آئے پہ جسد آئے رسول
 اللہ اللہ قرب معراج رسول
 کاتب اعمال بھی رخصت ہوئے
 قبر میں ہو گا حساب زندگی
 قبر میں رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست
 ظہر تک سب فرج پہنچی غلہ میں
 تیر گردن پر جو کھایا دھوپ میں
 زخم کھاتے ہی جو اکبٹر گر پڑے
 اس قدر تھا خشک حضرت کا گلا
 فیض تھا بے پردگی میں آل کی
 کور ہو میں ان کا جلوہ دیکھ کر
 اٹھ گئے مابین سے سارے حجاب
 جب ہوئی بے پردہ اولاد رسول
 کہتی تھی ماں سوئے اصغر قبر میں
 دنگا کر جب گرے گھوٹے سے شاہ

جس نے مہمان پیسا رہ گیا
 اور لاکھوں کو سس پایا رہ گیا
 دو ٹکال کا فسق ادنیٰ رہ گیا
 ہائے میں غربت میں تہا رہ گیا
 بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا
 میں نئے گھر میں اکیلا رہ گیا
 صاحب لشکر اکیلا رہ گیا
 بحر کے ٹھنڈی سانس بہنا رہ گیا
 چھد کے برجی میں کیجا رہ گیا
 خنجر قاتل بھی پیسا رہ گیا
 ہم گنہگاروں کا پردا رہ گیا
 شکر ہے آنکھوں کا پردا رہ گیا
 بس فقط آنکھوں کا پردا رہ گیا
 پھر جہاں میں کس کا پردا رہ گیا
 ہائے خالی اس کا جھوٹا رہ گیا
 کانپ کر عرش معلا رہ گیا

سو د گئے کب تک بس اب اٹھو ایتیں

دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا

(۳۶)

دفنِ اجسادِ شہداء

۱۔

بے دفن جو تھا دشت میں سرد اڑدہ لہاں چنات کے رونے کی صدا آتی تھی ہر دم
پریاں پسیر لاطمہ کا کرتی تھی ماتم اڑاؤں کے پرندے بھی فغاں کرتے تھے ہاں
فریاد کا قائل اُٹھتا تھا ہر ارضی سے

۲۔

ریتی پر برستا تھا ابو چسہ و غیری سے
کھیتوں پہ جو آئے تھے وہاں اہل ذراعت لاشے نظر آتے تھے انہیں آتی تھی برقت
دن بھر تو وہ مبدعہ تھے ہند غم و حسرت اور شب کو گھر میں بھی نہ تھی غم سے فراغت
کھاتے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے سو رنگ

۳۔

شہید کی مظلومی پسندتے تھے سو رنگ
تب عوریں کہتی تھیں یہ باویدہ پُر غم کیوں بے خود خواب ہیں کس بات کا ہے غم
اشک لکھوں سے تم لوگوں کے تھمتے ہیں لکم بتاؤ یہ ہے کون سے مظلوم کا ماتم
یہاں جسم کسی بسم کا ٹھہرا ہے تم پر

۴۔

یا حاکم جابر کا عتاب آیا ہے تم پر
وہ بولے کہ ان میں سے کوئی بات نہیں آہ کیا تم سے کہیں ہم پہ جو ہے صد دردِ جان
تھی دوسری تاریخِ محترم کی کہ ناگاہ وارد ہوا اس دشت میں اک بندۂ اللہ
تھوڑے سے ملازم تھے پہ سب غنڈہاں تھے
کہہ چر تھے کہ طفل تھے کہ بزدل تھے کہ بزدل تھے

موتلاتے چوئے رنگِ صوبائِ مفر سے پر سے نہیں سکتے کبھی تشبیہِ قر سے
 دیکھا جو انہیں گر کیا خورشیدِ نظر سے ہونٹوں پہ زیادہ تھی نزاکتِ گل سے
 چہرے عسریٰ آنور تھے گری جو بڑی تھی
 ہنگامِ سحر اس ی پھولوں پہ پڑی تھی

باز سے ہوئے غما سے وہ کبیرہ کے سالر آقا کے جلو میں بسر و چشم تھے حاضر
 چہروں سے غریبِ الوطنی چلتی تھی ظاہر لبیبِ زبانِ ذکرِ خدا امتا بردِ مشاگر
 وہ چاند سے رخِ پیشِ نظر آج تلک ہیں
 اندازِ سراپا سے عیاں تھا کہ ملک ہیں

مکمل کوئی کوئی عسریٰ، کوئی جبتاری زہارِ تیراں عسریٰ، ترک و تازی
 شیرانِ جہاں نصفِ شکن و مغر و غازی ہمدے تیرے شمشیر کریں ایسے نمازی
 جانپازی و تسلیم و رضا ختم تھی ان پر
 آقا پہ تصدق تھے وفا ختم تھی ان پر

بیشل تھا اُس فوج میں اک ایک خوشِ اُلوڑ دو شخص تھے ہر سارے جوانوں میں خودار
 سب میں انہیں دونوں پہ نظر پڑتی تھی ہل تھا ایک عکسِ دارِ تو اک فوج کا سالار
 رخسار تھے یہ نورِ خدا پیشِ نظر تھا
 زردوں میں یہ مورِ شیز و تاروں میں لہر تھا

اُن دونوں میں تھا ایک جہاں گیسو دی والا گر و قسراں شان سے دیکھا نہیں والا
 قد سر و سلا اور حسن میں یوسف سے دوبا ہر رنگِ نوزاند میرے کا ا جتالا
 اخلاق میں شوکت میں شجاعت میں نبی تھا
 سایہ جو نہ ہو سکو رسولِ عسریٰ تھا

کس منہ سے کہیں شانِ علمداری شہنشاہ
سب کہتے تھے نکلا ہے یہ طوٹا کے تلے ماہ
تھی شوکتِ جعفرؒ نوشتِ کدہ استغاثہ
حاضر تھا جلو میں حشم و بدبہ و جاہ
خوشید ماحقا جلوہٗ شافتِ اذریں پر
گھوڑوں کا بہت تپا تھے پاؤں زمیں پر

برپا جو ہوا فیسہ زنجاری سسہ دار
حمل سے حرم خیمے میں داخل ہونے ایک بار
اُسے وہ جہاں گھوڑوں سے صحرا ہوا گلزار
لاٹھر جب مصعب دیں تھے وہ خوش طوار
بکھٹ کر نہ تھی اور فقط یا وختِ ماحقی
جیکسٹروں کے نعرے تھے نمازوں کی صلاقی

یاں ایک عنکلامِ جشی اتنے میں آیا
اور بعدِ سلام اکے یہ بیستام سنایا
تم لوگوں کو آقا نے ہمارے ہے بگایا
حاضر ہوئے ہم اور سیر تسلیم جمکایا
خدا مچکا ہے کر ہے دھیمانِ ادب کا
دُربار ہے نسر نہ نیر شہنشاہِ عرب کا

استادہ ہوئے ملتے ہم جوڑے جہتِ بات
تھرا گئے دلِ خوف سے کجاں نہ تھی بات
اشر سے اخلاقِ شہنشاہِ خوش اوقات
کی ہم سے فریبوں پر عجب کلف و غیبات
آداب سے سرقد حوں پر چھوڑا دیا ہم نے
پہلو میں جگہ دی ہمیں اُس جسیرِ کرم نے

نسر مایا اگر تکلیف ہوئی تم کو نہایت
لیکن ہے یہ ہم سب کی ملاقاتِ غنیت
دینداروں کو لازم ہے غریبوں کی محبت
اطفال ہیں ساتھ اور یہ ہے عالمِ غربت
ملتی نہیں ہمت کوئی دم رنج و الم سے
ہم دُور وطن سے ہیں وطنِ دُور ہے ہم سے

۱۵۱
 اس دشت میں تھوڑی سی زمیں دو تو بسائیں
 ہے جی میں کربابیاں سے کہیں اور نہ جائیں
 ایسے سفر تنہ چکے راحت بھی اٹھائیں
 قبضہ جو ہر اس آئین میں تو سب کام آئیں
 جاگیر کی خواہش ہے نہ اس ملک کی خواہش
 لے آئی ہے یاں تک ہیں اس ملک کی خواہش

۱۵۲
 قیمت کے نہ لینے پہ کیا ہم نے جو اصرار
 قسمیں ہمیں دے دے کہہ دیتے درہم دینا
 ٹھٹک بھی ابھی پھر کے نہ پہنچے تھے کراکبار
 تو ہیں ہوئیں کچھ شام کے ماکم کی نمودار
 تاریخ ششم کو تو زمانہ ہی پھر اٹھا
 دولا کہ سواروں میں وہ منکوم گھراٹھا

۱۵۳
 بند اُس پہ ہوا ساتویں تاریخ سے پانی
 سمجھایا پہ اُٹھانے کوئی بات نہ مانی
 وہ گرمی کے دین اور وہ غقب تشدد مانی
 مرنے لگے اُس مستبدِ منکوم کے جانی
 پانی کے نہ پلنے سے جو بگڑتے تھے سچے
 کوزے لے غیر سے بھل آتے تھے سچے

۱۵۴
 عاشور کو مرنے پہ مسافر ہوئے تیتار
 تلواریں نیسا موں سے بچنے لگیں اکبار
 ڈھالوں کا لب نہہر اٹھا بر دھواں دھوا
 ہر سو تھی چمک نیروں کی اور تیروں کی بھپار
 ہمیں منہ سے کہیں حال جو اناں غریب کا
 پیاسے تھے ہوا غلبہ ملک خاتمہ سب کا

۱۵۵
 بے سرج ہوئی فوج تو تنہا ہوا سُر دار
 ہر سمت سے پڑنے لگی تلوار پہ تلوار
 جس وقت گرا گھوڑے سے وہ بیکس و بے یار
 اک بلی بی بلی آئی تھی خستہ سے کئی بار
 بکھڑے ہوئے بال وہ آوارہ وطن تھی
 عورات نے رو کر کہا ہے سہہ بہا تھی

۱۱۱ ایک بول کر آئے کہو کی گزری پھر اس پر وہ بولے کہ زخمی کے چلا خلق پہ غنچہ
تن ٹھوڑوں سے کھلا گیا تاراج ہوا گھسہ اور چھین لی اعدائے اُسی بی بی کی چادر

گوین میں اس ظلم سے ایک شور مچا ہے

اُس روز سے وہ دشت میں بے گور پڑا ہے

۱۱۲

شب کو جو زراعت کی حفاظت کو گئے ہم اُس بن میں نظر آیا جب ہرج کا عالم
کچھ مرد تھے کچھ لڑکیاں کچھ حویلی تھیں باہم غل ہائے حسینا کا تھا در کئی تین قم

بے جبرم دگنہ تیغ رستم جس چلی ہے

معلوم ہوا وہ کہ حشیں باہن لال ہے

۱۱۳

یہ سنتے ہی عداوت نے ایک شور مچایا گھبرا کے کہا ہائے یہ کیا تم نے سنا یا
شبیر تو خاتون قیامت کا ہے جایا اُس شمع امانت کو لعینوں نے بجھایا

معلوم کا سر تن سے اُتار دیا ہے

گوگو پسروا طسہ مار گیا ہے

۱۱۴

دسویں کو ہوئی شہ کے تن دسر میں جلائی ادا آج ملک لاش نہ سید کی اُٹھائی
اُن کا تو نہ باقی ہے کوئی بیٹا نہ بھائی تم نے بھی نبی زادے کی حریت نہ بنائی

فرزند غسل دشت میں بے دفن کیجے

معلوم ہوا ڈر گئے حاکم کے غضب سے

۱۱۵

تم اُوڑھو روائیں ہمیں مد جنگ کے ہتھیار بس آج سے تلوار نہ تم باوجود نہ ہمار
ناخوش ہیں نئی تم سے مل تم سے میں بیزار بے پردہ ہے زینب ہمیں پردہ نہیں درکار

فوجیں بھی جو بھیجے تنہا حکم سے ڈریں گے

آبِ فاطمہ کے لال کو ہم دفن کریں گے

۲۵۱
 مردوں نے جو دیکھا کہ ہمیں عورتیں تیار
 تب پہنچے وہاں پہلے سے لے کے وہ اکیار
 سرے گئے تھے کاٹ کے سب کے چوتھار
 معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہے کونسا سردار
 جس خاک پر تھکتے تین مردوں کے پڑے تھے
 یہ لوگ وہاں سشدر و دیران کھڑے تھے

۲۵۲
 کہتا تھا کوئی کس سے کہیں کون بتائے -
 ہم پر جس جلا شوی کا شناسا کوئی کہنے
 سب خراب خرم میں ہیں کوئی کس کو جگائے
 نرسق پہ نہیں جب نوپتہ کون لگائے
 معلوم نہیں کوئی جاگہ شہر دیں ہیں
 لاشہ سے صدا آئی کہ مظلوم ہیں ہیں

۲۵۳
 صد شکر کہ آخر ہوئے چلنے کے بھی آیام
 گردے گا خدا دفن کا اب جلد ستر انجام
 مشرق میں جو ہو موت امام زندک الا کوام
 مغرب سے امام آگاہ ہے وہاں دفن کے ہنگام
 رہنے و دز میں پر نہ اٹھاؤ ابھی ہرسم کو
 ٹھہرو کہ امام زمین آیا کوئی دم کو

۲۵۴
 ناگاہ ہوئی سانس سے گرد نمودار
 مقتل کی زمیں ہو گئی سب مطلع انوار
 آواز فرشتوں کی یہ آنے لگی اکبر
 تعظیم کر دئے یہاں عابد پرستار
 ہر گام پر گر پڑے تھے یہ زور گشتا تھا
 غماز نہ تھا سر پہ مگر یہاں پچھتا تھا

۲۵۵
 مقتل میں کھڑے ہو کے پڑھی پہلے زیارت
 بس گر پڑے لاشہ پہ نہ تھا مگر کسی وقت
 چلائے کہ اے دہر خاتون قیامت
 بے چین تھامیں آپ سے جب سے ہوئی حرکت
 پاس آپ کے سب خاک پہ سوا کئے بابا
 ہم اتنے دنوں قید میں رہا کئے بابا

۲۱
کہ کر یہ سخن روئے بہت مایوس
پھر کہنے لگی قبر شہید بیکس و مظلوم
تیار نہ پہلے سے تھی یہ مجاہد معلوم
اک لوح نظر آئی کہ جس پر تھا یہ مرقوم
آدم نے بنایا تھی نہ حق کے ولی کی
یہ قبر مطہر ہے حسین ابن علی کی

۲۲
رکھنے لگا لاشہ کو جو مرقد میں وہ بسیار
اک چادر نور آ کے کھنچی قبر اکبار
ناگہ جوتے تربت سے کئی ہاتھ نمودار
سر کو لے یہ چلاتی تھی زہرا جگر افکار
سیکس کو ابھی زادے کو معلوم کو لاؤ
میں صدقے ہوں لاؤ مرے مظلوم کو لاؤ

۲۳
سخن کر یہ سخن روئے بہت مایوس
پھر دقن شہیدوں کو کیا بارلی منظر
جس وقت اٹھانے لگے شہ کا تین اطہر
اعجازِ امانت سے اٹھے بیوہ بیوہ
مادہ جو جس پر تھے اتنا سواطالم سے
شبیر لگے جبر کہ اپنے قدم سے

۲۴
آپ درگت غموشی ہے اتنی جگر افکار
بیابان میں رقت سے شہ دریں کے عزادار
مولا سے یہ کر عرض کر یا ستیزا بار
ہوں آپ کی سرکار سے عزت کا طہکار
یہ گشتہ زمانہ ہے مود کیجیو مولا
ناتواہل کے احساں سے بچا بیوہ مولا
ختم شد

رباعی

سایہ سے بھی وحشت ہے وہ دیوا دیوں
دیکھ نہیں جس کو اُس کا حاشق ہل ایتس
جو دام سے بھاگتا ہے وہ دانہ چل
جلتا ہے جو لے شمع وہ پروانہ چل

رباعی

کس طرح نہ کرے ایک عالمِ افسوس
کیا جلد گزر گئے یہ دس دن غم کے
جی بھر کے کیا نہ شہ گاماتم افسوس
لو صاحبو! ہو گیا محترم افسوس

سلام

غیم شہ کا جس نے بیان کر دیا
گمشاد مشقِ سخن بڑھ گئی،
مری متدر کہ اسے زمینِ سخن
سبک ہو چلی تھی ترازو سے شعر
نہ کی آہ کہہ حسد رفتہ کی قصد
فلک سے ہوا کب مرا کام سبیل
گمشا فکر میں جسم مشعلِ قلم
لکھی شہ کے خالی مقبرہ کی مدح
ہوئے دفن اکبر تو چھٹی ماں
چھپانے لگے ہم سے منہ قبر میں
لہجہ شفقتِ سبیلِ خیر اور زلی
جو پوچھی عطسہ دار نے جانے قبر
فراستیوں نے تری اسے ایتس
ایں آنکھوں سے دریا رواں کر دیا
ضمینی نے ہم کو جواں کر دیا!!
تجھے بات میں آسمان کر دیا!
مگر حسم نے پڑ گراں کر دیا!
عجب چین کو رائیگاں کر دیا!
مگر ہاں جنالہ رواں کر دیا!
سراپا کو حسدِ ف زبان کر دیا!
مستلم نے ہیں نکستہ داں کر دیا!
اجل نے زمیں میں نہاں کر دیا
انصیب جب خدا نے جواں کر دیا
عجب رعبہ میہساں کر دیا
دراں میں شہ نے نشان کر دیا
ہر اک زاغ کو خوش بیاں کر دیا

صدقے جو پر آنکھوں سے آنسو نہ بہاؤ لاشے کے ۔ اٹھوانے کا صدمہ نہ اٹھاؤ
 ہم چین سے یاں سوتے ہیں تم قید میں جاؤ چادر کوئی مل جائے تو زینب کو اٹھاؤ
 ماتم میں بہن کو نہ بھلا دیجو بیٹا
 ہر وقت شکینہ کی خیر بھیرو بیٹا

سہنا ہے تمہیں رہنا اسیری میں سفر کا اک بوجھ تو ہے طوق کا اک بوجھ ہے سفر کا
 اے فرنگس غم نہ کرو لاشیں پدر کا ابا کے مقدر سے ہے کیا نذر پسر کا
 دن گزر رہی گئی ایدہ کے تو فرحت بھی لے گی
 تم چٹ کے جب آؤ گے تو رات بھی ملے گی

یہ سن کے چلے روتے ہوئے جاؤ گیار راہی ہوئے خیوں کو اکھڑا کے ستم گار
 بے غسل و کفن رہ گئی نعش شہر ابراؤ جزبے کسی دیا سس نہ دل سوز نہ غم خواہ
 روتے تھے ملک عرض پہ جب روتی تھی رہڑا
 لاشے سے پسر کے نہ جدا ہوتی تھی زہڑا

اب وقت طغوش ہے انیس بگڑنگار بے تاب ہیں رقت سے شہر دید کے عزا دار
 مولا سے چکر عرض کو باستید ابراؤ ہوں آپ کی سرکار سے عزت کا طلب گار
 برگشتہ زمانہ ہے مدد بھجو مولا
 ناکدوں کے احساں سے بکا بھجو مولا

رباعی

تھے زینب سے ہاتھ اپنے دھوئے سجاد شب کو کبھی راحت سے نہ سوتے سجاد
 جب تک جئے ہستے نہ کسی نے دیکھا چائیش برس باپ کو روئے سجاد

سلام

بے کسی کا شہد کی چرچا ہو گیا
 دیر آئے پہ جسد آئے رسول
 اللہ اللہ قرب مصداق رسول
 کاتب اعمال بھی رخصت ہوئے
 قبر میں ہو گا حساب زندگی
 قبر میں رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست
 ظہر تک سب فوج پہنپی غلام
 تیر گردن پر جو کھایا و حویپ میں
 زخم کھاتے ہی جو اکبشر گر پڑے
 اس قدر متعاشک حضرت کا کلام
 فیض تھا بے پردگی میں آل کی
 کور ہو تیں ان کا جلوہ دیکھ کر
 اٹھ گئے سایہ سے سارے جماب
 جب ہوئی بے پردہ اولاد رسول
 کہتی تھی ماں سوئے اصغر قبر میں
 ڈنگا کر جب گرے گھوڑے سے شاہ

جس دن جہان پیسا رہ گیا
 اور لاکھوں کو سس پایا رہ گیا
 دھوکاں کا فسق ادلی رہ گیا
 ہائے میں حسرت میں تہا رہ گیا
 بعد مرنے کے بھی جھگڑا رہ گیا
 میں نئے گھر میں اکیلا رہ گیا
 صاحب لشکر اکیلا رہ گیا
 بھر کے ٹھنڈی سانس بپتا رہ گیا
 چھد کے بر بھی میں کیجا رہ گیا
 خنجر قاتل بھی پیسا رہ گیا
 ہم گنہگاروں کا پردا رہ گیا
 شکر ہے آنکھوں کا پردا رہ گیا
 بس فقط آنکھوں کا پردا رہ گیا
 پھر جہاں میں کس کا پردا رہ گیا
 ہائے خالی اس کا جھولا رہ گیا
 کانپ کر عسکر شمعلا رہ گیا

سو د گئے کب تک بس اب اٹھو انیس

دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا

(۳۶)

دفن اجساد شہداء

مل

بے دفن جو تھا دشت میں سردارِ دہانم جنات کے رونے کی صدا آتی تھی ہر دم
پریاں پسیر غافلہ کا کرتی تھی ماتم اڑ اڑ کے پرندے بھی فغاں کرتے تھے باہم
فریاد کا غل اُٹھتا تھا ہر بار زمین سے

مل

ریتی پہ برسنا تھا ابو چسپہر بھریا سے
کھیتوں پر جو آتے تھے دہاں اہل ذراعت لاشے نظر آتے تھے انہیں آتی تھی برقت
دن بھر تو وہ سب دعت تھے بدمعہ و حرمت اور شب کو گھر میں بھی نہ تھی ہم سے فراغت
کھاتے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے سو رنگ

مل

مشیر کی مظلومی پر دتے تھے سو رنگ
تب عورتیں کہتی تھیں یہ بادیرہ پڑنم کیوں بے خود و خواب میں کی بات کا ہے غم
اشک اکھوں سے تم لوگوں کے تھیتے نہیں لکم بتاؤ یہ ہے کون سے مظلوم کا ماتم

مل

کیا جشم کسی بستم کا شہسوار ہے تم پر
یا حاکم جابر کا عتاب آیا ہے تم پر
وہ بولے کہ ان میں سے کوئی بات نہیں آہ کیا تم سے کہیں ہم پہ جو ہے صد مہر جلاہ
تھی دوسری تاریخ محترم کی کہ ناگاہ وارد ہوا اس دشت میں پاک بندہ اللہ

تھوڑے سے ملازم تھے پہ سب غنچہ دل تھے
کہہ پیر تھے کہہ طفل تھے کہہ تازہ جلاں تھے

سوناٹے جوئے رنگ صحراب سفر سے پر سے نہیں سکتے کبھی تشبیہ سفر سے
دیکھا جو انہیں گر کیا خورشید نظر سے ہونٹوں پر زیادہ تھی نزاکت گلے تر سے
چہرے عسری آؤ دقتے مری جڑی تھی

ہشام سحر اس سی پھولوں پر پڑی تھی

ہاتھ سے جوئے قتالے دو کعبہ کے سالر آقا کے جلو میں بسر و چشم تھے حاضر
چہروں سے غریب الوطنی ہوتی تھی ظاہر بیچ زباں ذکر خدا صابر و شاکر
وہ چاند سے رخ پیش نظر آج تک ہیں

اخلا اسرا سے عیساں تھا کہ ملک ہیں

مکی کوئی، کوئی عسری، کوئی حبس تری رہا رہاں عسری بڑی ترک و تازی
شیران جہاں نصف شکن و صفہ و فازی سجدے تیرے شمشیر کریں ایسے نمازی
جاتا تازی و تسلیم و رضا ختم تھی ان پر

آقا پر نصرت تھی وفا ختم تھی ان پر

بیش تھا اس فوج میں اک ایک غرض اظہار دو شخص تھے ہر سارے جوانوں میں نمودار
سب میں انہیں دونوں پر نظر پڑی تھی ہر تھا ایک علی داروں ک فوج کا مالدار
رخسار تھے یا نور خدا پیش نظر تھا

فردوں میں یہ خورشید وہ تاروں میں تھر تھا

ان دونوں میں تھا ایک جہاں گیسوؤں والا گر و قسرا اس شان سے دیکھا نہیں والا
قد سر و سارے حسن میں یوسف سے دور مہر فلک نور اندھیرے کا آج والا

اخلاق میں شرکت میں شجاعت میں نبی تھا

سایہ جو نہ ہو تھر و ساری عسری تھا

بکس منہ سے کہیں مٹانِ علم و دانش نہ شاد
سب کہتے تھے نکلا ہے یہ طرب کی کے تلے ماہ
تھی شوکتِ جعفر تو شکوہ اس کا شاعر
حاضر تھا جلو میں چشم و دہرہ و جاہ
خوشید ساتھ جلوہ نشاۃ زمیں پر
گھوڑوں کا بہ تھا پہ تھے پاؤں زمیں پر

برپا جو ہوا غصہ ز نگاری سحر دار
حمل سے حرم خیمے میں داخل ہوئے اکیبار
اُترے وہ جہاں گھوڑوں سے صحرا ہوا گلزار
ناشر مجب معصوب رہیں تھے وہ خوش اطوار
یکے منکر نہ تھی اور فقط یا بدخت مانتی
عجیبوں کے غم سے تھے نمازوں کی مانتی

یاں ایک غلام حبشی استے میں آیا
اور بعدِ سلام آگے یہ بیفتام ستایا
تم لوگوں کو آقا نے ہت اسے ہے بلایا
حاضر ہوئے ہم اور سیر تسلیم جھکایا
غلام چکارے کر رہے دھیان ادب کا
دور بار ہے منور ز نیر شہنشاہِ عرب کا

استادہ ہونے ملتے ہم جو تھے جنت بات
تھرا گئے دلِ خوش سے کی جہاں نہ تھی بات
اندر سے اخلاقی شہنشاہِ خوش اوقات
کی ہم سے غریبوں پر مجب کلفت و غلیات
آداب سے سرقد سوں پہ چھوڑا دیا ہم نے
پہلو میں جگر دی ہیں اُس بھیر کمر نے

منور مایا اگر تکلیف ہوئی تم کو نہایت
لیکن ہے یہ ہم سب کی ملاقاتِ خفیت
دینداروں کو لازم ہے غریبوں کی محبت
اطفال ہیں ساتھ اور یہ ہے عالمِ غربت
ملتی نہیں بہت کوئی دم رنجِ دالم سے
ہم دُور وطن سے ہیں وطنِ نادر ہے ہم سے

۱۵۷

اس دشت میں تھوڑی سی زمیں دو کوبائیں ہے جی میں کہ اب یاں سے کہیں اور نہ جائیں
ایڈائے سفر نہ چکے راحت بھی اٹھائیں بغیر جو اس پن میں تو سب کام ہیں آئیں
جاگیر کی خواہش ہے ذالاک کی خواہش

۱۵۸

لے آئی ہیں تاکہ میں اس ملک کی خواہش
قیمت کے نہ لینے پر کیا ہم نے جو اصرار فیس ہیں دے دے کہہ دینے درہم دینا
گمراہ بھی ابھی پھر کے نہ پہلے تھے کہ اکبار فوجیں ہوں کچھ شام کے حاکم کی خود دار
تاریخ ششم کو تو زمانہ ہی پھر تھا
ذوالاکہ سواروں میں وہ مظلوم گھرا تھا

۱۵۹

بند اس پہ ہوا ساتویں تاریخ سے پالی سمجھایا پہ اُٹھانے کوئی بات نہ مانی
وہ گرمی کے دن اور وہ غضب تشدد دانی مرنے لگے اُس ستید مظلوم کے جانی
پالی کے نہ ملنے سے جو گھبراتے تھے سچے
کوزے لے خیر سے نکل آتے تھے سچے

۱۶۰

حاشور کو مرنے پہ مسافر ہوئے تیار تلواریں نیسا سوں سے نکلنے لگیں اکبار
ڈھالوں کا لپ نہ ہوا اٹھا ابرو حوالہ دھا ہر سو تھی چمک نیزوں کی اور چروں کی لہچھا
کس منہ سے کہیں حال جو اتانِ غرب کا
پیاسے تھے ہوا غلبہ تلک خاتمِ سب کا

۱۶۱

بے سر جو ہوئی فوج تو تھپا ہوا سردار ہر سمت سے پڑنے لگی تلوار پہ تلوار
جس وقت گرا گھوڑے سے وہ بیکس دے یار اک بی بی نکل آئی تھی خیمہ سے کئی یار
بکھرائے ہوئے بال وہ آوارہ وطن تھی
حورات نے رو کر کہا ہے سہہ ہے تھی

۲۱۔ ایک بولی کہ آگے کہو کی گزری پھر اُس پر وہ بولے کہ زخمی کے چلا خلق پہ غنیمت
نہ ٹھوڑوں سے کھلایا تاراج ہو اگھر اور چھین لی اعدائے اُسی بلی کی چادر

کونین میں اس علم سے ایک شور پڑا ہے

اُس روز سے وہ دشت میں بے گور پڑا ہے

۲۱۔

شپ کو جو زراعت کی حفاظت کو گئے ہم اُس بن میں نظر آیا جب طرح کا عالم
کچھ مرد تھے کچھ بلیاں کچھ حویں تھیں باہم غل ہائے حسینا کا تھا اور کرتی تھیں تم

بے جبرم و گنہ تیغِ رستم جس چلی ہے

مظلوم ہوا وہ کو خستیں باہنائی ہے

۲۲۔

یہ سنتے ہی عورات نے اک شور مچایا گھبرا کے کہا ہے یہ کیا تم نے سنایا
شہنشاہ تو خاتونِ قیامت کا ہے جایا اُس شہنشاہ کی امت کو لہجوں نے بھجایا

مظلوم کا مرقن سے اُتار دیا ہے

لوگو پسو فاطمہ مارا گیا ہے

۲۳۔

دسویں کو جہول شہ کے قن دسر میں جھلی اور آج ملک لاش نہ سید کی اٹھائی
اُن کا تو نہ باقی ہے کوئی میثا نہ بھائی تم نے بھی نبی زادے کی تربت نہ بنائی

فرزندِ غسلِ دشت میں بے دفن ہے کہے

معلوم تھا ڈر گئے محکم کے غضب سے

۲۴۔

تم اول و مور داکیں ہمیں دجنگ کے ہتھیار بس آج سے تلوار نہ تم باذھیور نہ ہمار
ناخوش ہیں بنی تم سے اعلیٰ تم سے ہیں بیزار بے پردہ ہے زینب ہمیں پردہ نہیں درکار

فوجیں بھی جو بھیجے تو خاکم سے ڈریں گے

اب فاطمہ کے لالی کو تم دفن کریں گے

۱۵۱
مردوں نے جو دیکھ کر ہوتیں عورتیں تیار
شب پہنچے وہاں پیلے لے لے کے وہ اکبار
سولہ گئے تھے کاٹ کے سب کے چوتھار
معلوم نہ ہوا تھا کہ ہے کونسا سردار
جس خاک پر گھٹسے تین نروں کے پڑے تھے
۱۵۲
یہ لوگ وہاں ششدر دہان کھڑے تھے

کہتا تھا کوئی کس سے کہیں کون بتائے ۔
ہم پوچھیں جلاشوں کا شناسا کوئی کئے
شب خراب ضم میں ہیں کوئی کس کو جگائے
خرقن پہ نہیں جب تو پتہ کون لگائے
معلوم نہیں کونسی جاگ شر دیں ہیں
۱۵۳
لاشہ سے حسدا آئی کہ مظلوم ہیں ہیں

صدر شکر کہ آخر ہوئے چلے کے بھی آیام
کروے گا خدا دفن کا اب جلد سرا انجام
مشرق میں جو ہو موتِ امامِ مہکا الاکرام
مغرب سے امام آتا ہے وہاں دفن کے ہنگام
رہتے دوزخ میں پر نہ اٹھا وہاں بھی ہر دم کو
۱۵۴
شہر و کہ امامِ زمن آیا کوئی دم کو

۱۵۵
ناگاہ ہوئی سامنے سے گرد نمودار
مقتل کی زمیں ہو گئی سب مطلع الوار
آواز لرشتوں کی یہ آنے لگی اکبر
تقسیم کر دئے یہاں عابدِ بیزار
ہر کام پر گر پڑتے تھے یہ زور گشتا تھا
۱۵۶
عسا نہ تھا سر پہ گر سب جان پھٹا تھا

۱۵۷
مقتل میں کھڑے ہو کے پڑھی پہلے زیارت
بس گر پڑے لاشہ پہ نہ تھا ہی گئی رقت
چلتے کر اے دہرِ خاقون قیامت
بے چین تھا میں آپ سے جبکہ ہوئی آخرت
پاس آپ کے سب خاک پر سویا کئے بایا
۱۵۸
ہم رستے دنوں قید میں رویا کئے بابا

کہ گر پس من روئے بہت عاجز مغموم پھر کہنے لگی قبر شہ بیکیں و مظلوم
تیار نہ پہلے سے تھی یہ مجھ معلوم اک نوح نظر آئی کہ جس پر تھا یہ مرقوم
آدم نے بنائی تھی آدم حق کے دل کی
یہ قبر مہشور ہے حسین ابن علیؑ کی

۲۱

رکھنے لگا لاشہ کو جو مرتد میں وہ بیمار اک چادر نور آ کے گھنپی قبر پاکباز
ناگہ ہوئے تربت سے کئی اتھ غمخوار سر کوٹے یہ چلائی تھی زہرا جس کا نگار
سیکس کو، بنی زادے کی مضمحل کولاد
میں صدقے ہوں لاد مرے مظلوم کولاد

۲۲

سُن کر یہ سخن روئے بہت عاجز ہے پھر دفن شہیدوں کو کیا بارل مضطر
جس وقت اٹھانے لگے شہ کا قن الطہر اعجازِ امانت سے اُٹھے بیڑ پیمبر
عاجز جو گسے پرانے تھے انصوا عالم سے
شعبہ گئے تباہ نہ اپنے قدم سے

۲۳

آبِ دلست غموشی ہے اتیں جگر افکار بیتاب میں رقت سے شہ دین کے عزادار
مولا سے یہ کر عرض کر یا ستیہ ابرو ہوں آپ کی سرکار سے عزت کا طلبگار
بزرگشتہ زمانہ ہے مدد کیجیو مولا!
تات و تات کے احساں سے بچا لپیو مولا!

نہ شد

رباعی

سایہ سے بھی وحشت ہے وہ دیوانہ ہوں جو دام سے بھاگتا ہے وہ دانہ ہوں
دیکھا نہیں جس کو اُس کا عاشق ہوں اتنی جلتا ہے جو بے شمع وہ پر دانہ ہوں

رباعی

کس طرح نہ کرے ایک عالمِ افسوس جی بھر کے کیا نہ شہ کا ماتمِ افسوس
کیا جلد گزر گئے یہ دس دن غم کے لو ما جو! ہو گیا محرم، افسوس

سلام

ہم شہ کا جس نے بیان کر دیا
گستاخِ دردِ مشقِ سخنِ بڑھ گئی،
مری قدر کو اسے زمینِ سخن
شبک ہو چلی تھی ترازو سے شعر
نہ کی آہ کچھ عسر رفتہ کی قدر
فلک سے ہوا کب مرا کامِ سہل
گستاخِ فکر میں جسمِ مشعلِ قلم
کس شہ کے خالی مقبرہ کی مدح
ہوئے دفنِ اکبرؒ تو چھٹائی ماں
چپانے لگے ہم سے منہ قبر میں
لہجہ شفقتِ سیطِ خیر اور رئی
جو پوچھی علتِ دار نے جانے قبر
فراستیوں نے تری اسے اتنی
ابن آنکھوں سے دریا رواں کر دیا
ضیعی نے ہم کو جواں کر دیا!!
تجھے بات میں آسمان کر دیا!
مگر حسم نے قدمِ گراں کر دیا!
جب چین کو رائیگاں کر دیا!
مگر ہاں جنسِ زہ رواں کر دیا!
سدا پا کو حشرِ فزاں کر دیا!
قتل نے ہیں نکتہ داں کر دیا!
اجل لے زبیں میں نہاں کر دیا!
انھیں جب خدا نے جواں کر دیا
جب رقبہ جہاں کر دیا
دراۓ میں شہ نے نشان کر دیا
ہر اک زانغ کو خوش بیاں کر دیا

(۳۷)

ناموسِ رسولؐ

قید خانے میں

۱۔

جب قیدیوں کو جائزہ زندان میں شبِ ہوائِ
گھٹ گھٹ کے دُخِ شہرِ دینِ جاں بے ہوائِ
بچوں کی مارے خوف کے حالتِ جبِ ہوائِ
آفت کا سامنا تھا، نئی واردات تھی

۲۔

زہرا کی پیشیوں پہ قیامت کی رات تھی
پہلے پہل کی قید وہ اور دارتوں کا دارِ غ
یہ رنگ تھا کہ ہرے خزاں دیدہ جیسے بارِ غ
روئے سے الہیت کو اک دم نہ تھا فرارِ غ
غل تھا کہ ایسے گھر بھی الہی جہاں میں ہیں

۳۔

ثابت نہیں کہ قبر میں ہیں یا مکان میں ہیں
اُس گھر میں ایلٹ محمدؐ ہوئے تھے بند
جز کنگلی جسے کسی نے کیا پسند !!
تنگی سے ایک ایک کو تکلیف تھی دو چند
دو بیبیوں اسیر تھیں اس قہرِ پشت میں

۴۔

دینِ جن کی لڑائیوں کے لئے گھرِ پشت میں
بستی وہ فاطمہؑ کی کہں اور وہ گھبرا جاؤ
جانوں پہ تھی بنی ہوئی قسمت کا تھا بگاڑ
کیا دل کلیں کہ شام کو جب بندھوں کوڑاؤ
دیواریں تھیں بلند کہ چاقی پہ تھے پہاڑ
گھبرا کے چھت کہ بیبیاں ہر بار تنگی تھیں
ٹوٹے مکان کی رات کو کڑیاں کر دکستی تھیں

پہلے قتل کی خسر ابے کا کیا بیاں ثابت نہ جس میں مقفہ اندر اور نہ بیاں
وحشت کا گھر اس کی جا، خوف کا مکان وہ خب کہ اندر، وہ حرارت کہ الامان
ظلمت مرائے گور حق، زنداں کا گھر نہ تھا

۷۱ بکھرے پتہ تک تھے کہ ہوا کا گزر نہ تھا

مثیل دلی بزدل تھا وہ سب مکاں سیاہ تاندوں کا دیش کو بھی ملتی نہ داں تھی راہ
جہاں اتھا، دل جلی ہوئی رائیوں کا دور آہ بکھرے سے چشم تر کے نکلتی نہ مٹی تھا

دیکھے کسی کی شکل کوئی یہ عساں تھا

۷۲ روزن بھی تھا کوئی توروہ چشم غزال تھا

شب کا تو در کیا ہے کہ گلتا تھا دن میں روز ظاہر تھے جا بہ جا حشرات زمیں کے گھر
تھے دھنچ آسٹیاں ابابیل، مقفہ دور نکلا وہ مر کے قید ہوا اس میں جو بشر

گھر تھا ابل کا، خانہ ریخ و بخت نہ تھا

۷۳ برسوں سے داں چراغ کسی شب جلا نہ تھا

ایک ایک سے یہ کہتی تھی زینب بگڑا گار لائق نہ اس مکان کے تھے ہم گناہ گار
بھور جو غریب ہوں، کیا ان کا اختیار سایہ تو ہے سروں پہ کر دھڑک کر دگار

ہے جائے گریہ حال مشرقینا ہے

۷۴ کیا گزری ہوگی دھوپ میں لاشی حسینا پر

زنداں میں مضطرب تھے اسیرانِ فرح مر وہ ہولناک شب، وہ اندھیرا کہ اندر
بیش عین فرشِ خاک پہ رائیں برہر بدل گیا بانوں کی چوکی، بجب پھر

فائقوں میں قیدیوں نے ادھر فکرِ رب کیا

اور اس طرف بزدلی نے غاصہ طلب کیا

جلد ہی محلِ سسرا میں روانہ ہوا طعام خاصہ چٹا خواصوں نے بازیمنتِ مہم
 اِن اہلِ کربلاؑ، یہ بولا امیرِ شام تب ایک کنیزِ خاصہ نے اُس سے کیا کلام

خاصہ نہ دن کو نوش کیا ہے نہ سونے میں

بی بیِ محسر سے آج کئی بار دلتی ہیں

بولا خبر یہ سنئے ہی وہ بالیِ بستم جا کر کہو کہ دیر سے یاں منتظر ہیں ہم
 ددڑیں یہ علم سن کے، خواہیں کئی کہم نا چار ہند آں کے بیٹھ پہ چشمِ غم

ہرگز نہ تیک تو نہ حسابِ نگاہ کی

دیکھا طفاہِ گرم تو ایک سسراؤہ کی

پوچھا یزید نے کہ ہے کچھ بد مزہ مزاج بولی یہ ہند، ہوتا ہے اِن ددڑوں میں آج
 ہے ظلم اور ستم کا تسہ عہد میں دواج اپنے جگر کے زخم کا میں کیا کروں علاج

تجھ کو قویع ہے، لجھ حد سے گرتے ہیں

یہ کون ہیں جو راتوں کو فریاد کرتے ہیں

کیں ہند نے یہ درد کی باتیں جو یک بار ہر قلب پر ستم کی ہلی تیغِ آبِ دار
 اللہ سے جو شِ ماتم سلطانِ نامدار رو دیا تمکا کے سسرو کو یزیدِ زیوں شمار

خسبر غمِ حسین کا دشمن پہ چل گیا

کیا نام میں اثر ہے کہ پتھر بھل گیا

ناچار ہو کے ہند سے ظالم نے یہ کہا جا دیکھ آئیں، مرا نقصاں ہر اس میں کیا
 داں جا کے ادھوئے تجھ کو قلعی سرا سنئے ہی یہ کلام، اُٹھیں ہند بارفا

پہلو میں مضطرب تقادل اُس حق پرست کا

اُٹھتے ہی جلد حکم دیا ہند و بست کا

لنگی محل سراے پہ کہہ کر وہ خوش سیر
نہیں ساتھ ساتھ چند خواہیں بھی نوہر
ہنسی جناب حضرت زینب کو یہ خبر
رنگ اڑ گیا، پہلے گئیں سو کو بیٹ کر
اپنا نہیں خیال، بزرگوں کا پاس ہے

۱۳
ہے یہ کہاں چھوڑ دے مری روشناس ہے
یہ سن کے ہندو سنے لگی تب ہر ایک دآہ
رُخ سے ہٹائے بال، توہمات ہوئی تباہ
پھر بڑے روئے حضرت زینب پہ کی نگاہ
ہرگز غلط نہیں جو مجھے اشتباہ ہے

۱۴
زینب تھی ہر خدایک کبرگواہ ہے
کہے گی یہ ہندو سے زینب بگر نگار
اے ہندو ان کا نام نہ لے ہر کردگار
کیوں قابل بدگالتی ہے منہ سے بار بار
ادھر تو مجھ کرے گئے بوائے عام میں

۱۵
دھن نہ ان کے قید ہیں زندانِ مشام میں
وہ شاد کام اور میں بے کس مسگر نگار
بلوے میں لے گئے مجھے ادھر اب حال زار
آباد وہ ہیں اور میں زندان میں سو گوار
وہ بی بی پردہ دار ہے اور خوش خصال ہے

۱۶
زینب میں ہی ہوں یہ تیرا بچا خیال ہے
یہ سن کے بے قرار ہوئی ہندو خوش خصال
اے میری شاہزادی چھاؤ نہ مجھ سے حال
دیکھا بنور رُخ تو یہ بولی بھد سلال
زینب تم ہی ہو خراہر شبیر پاکال
تم کو قسم ہے فسوقِ شیعہ مشرقین کی
جیلہ کی کہو خبر مرے آقا حسین کی

یہ کہہ کے پہنچے جو گلی ہستی و بادقار فرط قلق سے دل ہوا زنبٹ کا بے قرار
چلائی سرگوبیت کے اچھٹم اک بار اسے ہند: کٹ گیا سر مشبیر نام دار

پانی دیا نہ سبیل رسالت پناہ کو
حاکم نے بے گناہ کیا قتل شاہ کو

اے ہند: کیا کہوں خبر شاہ و قتل لب ہنگام عصرت گیا زہرا کا بارنا سب
مطلق ڈرا نہ خالق اکبر کے بے ادب چوب بندہ اور لب مشبیر ہے غضب
روئے نہ پائے حاجم شاہ شہید میں

سرنگے لے گئے مجھے بزم یزد میں

کیا پوچھتی ہے تو خبر شاہ و مجسمہ و بر فرق حسین تھا کبھی نیزے پہ جیلوہ گر
باندھا درخت میں کبھی قول نے بے خطر فلا درمید پر سبیل نئی کا سر !!

یاں تک تھی دشمنی سب پر خصال کو

پتھر لگائے راہ میں زہرا کے لال کو

اے ہند: رن میں شاہ کے یاد رہے شہید عباس قتل ہو گئے، اصغر ہوئے شہید
بن بیہوش دشت میں علی اکبر کے شہید مشبیر کا لال اور مرے دلیر کے شہید

فرحان کے فاطمہ کی نہ کبھی ہری ہوئی

بچوں سے گود ہو گئی خالی بھری ہوئی

میدان میں بے گفن ہے ابھی لاشی شاہ پاک ہے وہ اداس اور وہ میدان ہولناک
واصرتا وہ گرم ہوا اور وہ فرشتہ خاک کس طرح دل نہ ہو برا پہنے میں پاک پاک

چیلہ تک ہوا نہ شبہ مشرقین کا

اب تک پڑا ہے دھوپ میں لاشیں کا

۱۵۶

منگوا یا ہند نے جو سپر شاہ بکسور دے مجھے کو اٹھ کھڑے ہوئے قیدی بہ چشمِ تر
جب سر پہ شاو دیں گے سیکڑے کی نظر جلائی رو کے، ہائے غصہ، مر گئے پدر
دنیا سے تشہ کام منہ کر گئے حسین

۱۵۷

لو! مجھ پہ اب یہ راز کھلا مر گئے حسین
پھر سر کو پیشی ہوئی دھڑی وہ سرگوار دامن میں لے لیا سب سبیر نام دار
منہ رکے منہ پہ منہ کے جھوٹی وہ دل نگار صدر ہوا نکلنے لگی تن سے جہان زار
دنیا میں اس کی زیست کا نقشہ بدل گیا

۱۵۸

جیش ہوئی لیوں کو میں، اور دم بھل گیا
اٹھی یہ کہہ کے بانوئے بے کس برہنہ سر دیکھا: ہڑی ہے خاک پہ بے جاں وہ زہر گر
زینب کو پھر دکھا کے یہ بولی بہ چشمِ تر بچی کویری لے گئے سلطان بکسور دہر
زنداں کے تھے وہ ظلم کو عاجز تھی جاں سے

۱۵۹

افس! اہل بسی مری بچی جہان سے
بانو نے سر کو پیٹ کے تب یہ کیا بیاں بس مل چکی حسین سے قربان جائے ماں
اے نورجین بس ر کرو انا و نقساں! ایسا نہ ہو کہ گھٹ کے نکل جائے تن سے جاں
بھڑے ہیں کب سے باد شو مشرقی سے

۱۶۰

ہم بھی تو مل لیں فاطمہ کے لورجین سے
بل بل! اتھار ہی نقش سی بیت کے میں اشار من سے اٹھا دگڑتے کا دامن پھر ایک بار
جی بھر کے تجھ کو دیکھ لے مادرِ حبیبر نگار اتناں کو اپنے پاس بلا تو کہ ہر تسرار
فرصت کسی نہ ہوگی وہیں شور و شین سے

حم یاں سے جا کے قبر میں سو دگڑی چین سے

۳۳ ہے اُٹھائے تیریں کیا کیا نہ رنج و غم ہاتھ حاکم کو ٹھرنے رسا سے ہے ستم
 بابا کو یاد کر کے جو روئی تھیں دم بدم دیتے تھے ٹھٹھکیاں تھیں یہ بالی صتم
 زخمی ہیں کان بھول سے عارض کبود ہیں
 ایک نشان طابخوں کے دُعا پر خود ہیں

۳۴ بالی خدا پہ قرب ہے روشن ہمارا حال ہمارے ملک نہیں ہے چھاؤں جو سر کے بال
 کس طرح دوں کنن تجھے اسے میری خور و مال نادار ہوں میں پاس نہ دولت ہزار نہ مال
 سنگوالم سے شیشہ دل پاش پاش ہے
 دو گز کنن کے واسطے محتاج لاش ہے

۳۵ ہوتا جو درازی پاس مرے کچھ بھی مال و زر تربت بناتی تھی سی میں سوختہ جگر
 تابوت پر بھی باندھتی سہسا ہر چشم تر جو پوچھتا تو بس یہی کہتی میں نور و گر
 میت یہی ہے بنتِ مشہ مشرقین کی
 دنیا سے آج اٹھ گئی عاشق حسین کی

۳۶ بس لے آتیں اہم میں ہے گر یہ دہکا وقوف دعا ہے خدائی اکبر سے کر دعا
 یارب ہر حق احمد و زہرا و عیسیٰ دکھلا دے جلد روضہ سلطانِ کریم
 دم لب پہ ہے زیارتِ مولانا نصیب ہو
 بیچار غم کو تشریف میں نصیب ہو

(۳۸)

بی بی سکینہ

۱۔

آفت میں گرفتار ہیں ناموسِ فتنہ مجبور ہیں ، ناچار ہیں ناموسِ محض
مسودہ کے جزا دار ہیں ناموسِ نوحہ اور بے سے بے نادر ہیں ناموسِ محض
زندان کی صعوبت ہے ، عزیزِ اوطاق ہے

۲۔

غل اسے عینا کا ہے اور سینہ زنی ہے
کبرکِ جوانی کا کسی رائے کو غم ہے اصرار کے لئے چشم کسی بی بی کی نم ہے
جبار کی تصرف کا کسی دل پہالم ہے دلعلا کو کئی روتی ہے سر زانو پہ غم ہے
کرتی ہے کوئی یادِ محنت کے پیر کو
دیوار سے رد کر کوئی محروقی ہے سر کو

۳۔

کہتی ہے کوئی لڑائی باغِ ہمارا ہے ہے مرے بچے کو ستم گاروں نے ہمارا
بھہ راٹھ کا پیری میں رہا کچھ نہ ہمارا دنیا سے مرالال جواں برو کے سدھارا
شادی بھی ہوئی تھی نہ مرے کتبِ جگر کی
میں مر رہی تھی اسے بچا لے کے پسر کی

۴۔

ہر شام دسحر شور یہ تھا ، اسے حسینا : اب تک نہ کلن تم کو ملا اسے حسینا
کاٹا ترا ظالم نے گلا ، اسے حسینا : کتبہ ترا آفت میں بھنسا اسے حسینا
حم چٹ گئے کٹا کے گلا رخ و الم سے
اب کوں چھڑا دے گا ، ہیں قید و ستم سے

اس قید میں تھا بالی سکینہ کو نہ آرام
سب بھول تھی بابا ہی کا بس یاد تھا اک نام
سوسڑتی تھی باتوں سے رو کر محسوس نام
کبھی تھی کہ آں نہیں بیچنے کی میں نام

پاؤں گی کہاں غامت زہر کے پسر کو

ہیں ڈھونڈتی آنکھیں مری مظلوم پدر کو

منہ چوم کے پہونتی تھی ماں، لے مری پیاری
آؤ کر د آرام مری گرد میں داری
اب آئے گی یاں بی بی کے بابا کی سواری
روداد سنی ہے سب والا نے تہااری

چھاتی سے حسین آکے لگا دیں گے مری جاں

جہاں مٹی پانی پلا دیں گے مری جاں

وہ کہتی نہ سوؤں گی اگر نیند بھی آئے
حال اپنا کہ آہ یہ مظلوم سنائے
ہے کون جو چھاتی پہ سکینہ کو ٹکائے
بابا نہیں زانو پہ مجھے کون بٹھائے

سینہ مرا اب دھڑکیا سے تپاں ہے

بچڑی ہوں پدر سے مجھے آرام کہاں ہے

یہ آتا ہے بابا کا وہ چھاتی پہ شلانا
وہ پیڑ پہ شفقت سے مرے اچھ پھرانا
وہ پیار کی باتیں وہ مرا نازائشانا
اور پیار سے ہر وقت وہ منہ چرتے جانا

تا حشر میں اب مشاور ہوئے گی نیکر

بہیں آئے گا جب قبر میں سوئے گی سکینہ

یہ نیل ملا پتوں کے کسے آہ دکھاؤں
کانوں کے میں ڈکے کا کے حوالا سنناؤں
جہاں چھا کر بھلا کس طرح سے پاؤں
اکبر ہیں کہاں جہ کو حایت میں بلاؤں

ڈر شمر کا یہ ہے کہ میں چلا نہیں سکتی

وہ آ نہیں سکتے، میں رہاں جا نہیں سکتی

مات نے کہا فریاں ترے اسے بیکس و بے پر اب رونے کی طاقت نہیں بوجہ یہ دہر
سن یوسے گا رونا تراگر شمر بہ اختر بے رحم ہے بیداری سے گھر کے کا سم گر
دشمن تری آواز کا وہ دشمن رہی ہے

۱۱۱ ہم بے کس و مجبور ہیں کچھ زور نہیں ہے

وہ کہتی تھی سینے میں تو پتا ہے مراد مر جاؤں تو آسان ہوتاں مری شکل
اس دکھ کا میں اب ہر نہیں سکتی متعل راضی ہوں مجھے تیغ سے کوئی کرے بس

بابا کی جدائی نے یہ بے تاب کیا ہے

۱۱۲ کانوں کا بھی اب درد مجھے بھول گیا ہے

غش ہو گئی اس اتنے میں وہ بیکس و پر غم ہوتاں کہیں ہو گیا ایک سکتے کا عالم
بانو نے کہا اے میں اب کیا کرلا اس دم ہاتھوں سے چیل شیعہ سید اکرم

جان دھگر شاہ مدینت کو غش آیا

۱۱۳ نسر یاد ہے نسر یاد سکنہ کو غش آیا

یاں ہائے سکنہ کا ہوا شور و جہاں بار تب خواب سے عالم بھی محل میں ہوا بیدار
مشکوٰۃ خبر جب تو کس نے کیا انہار ایک چار برس کی جو ہے شبیر کی طہار

یاد اہی کر نہیں ست کی فراموش ہوئی ہے

۱۱۴ بابا کو یہ روئے ہے کہ بے ہوش ہوئی ہے

ملک کے گرد اس کے حرم روتے ہیں باہم کہرام ہے زنداں میں قیامت کا ہے عالم
ہو لایہ خبر داروں سے اس وقت وہ اظہم پہنچاؤ خسرا بے میں سیر سیر اکرم

بے تاب ہے اہل لے شہ منظر کے سرور

محروم درہ جائے وہ دیدار پر سے

۱۵ جس طشتِ طلائی میں رکھا تھا سرِ سرورِ خدامِ روانہ ہوئے جہلدی اسے لے کر
جا کر درِ زنداں پہ پٹا لے رہے بہ اختر سے جاؤ کون آگے سوسِ سیتہ بے سر
حوشِ برائے شبیر کی زلفوں کی شگھار

۱۶ سرِ باپ کا مظلوم سکینہ کو دکھا دو

دوستے درِ رمدان پہ گئے سیتہ سجاؤ سرِ باپ کا ہاتھوں پہ لیا بادلِ ناشاد
زنداں میں چلے کرتے ہوئے نالہ و فریاد جاہلوں نے تو رائیڈوں سے کیا روکے ارشاد
شبیر کا سر آگیا ہے تعظیم کو اٹھو

۱۷ زہرا کے جگر بند کی تسلیم کو اٹھو

سرِ پیشیں یہ سنتے ہی سبھی بی بیوں باہم زینب نے کہا کرتی ہے تسلیم یہ بُرغم
ہاتھوں پر لیا پھر سیرِ سردارِ دو عالم !! سرِ بیٹ کے سب بی بیوں کرنے لگیں ہم

سرِ ہاتھوں پہ بھائی کا بہن کے جودِ عراستا

۱۸ اک نورِ خدا چار طسوتِ جلوہ نما تھا

بالیں پہ سکینہ کے سیرِ شاہِ جولائی بوگیوں سے سرور کی سکینہ کو شگھار
بابا کی جو بدخستہ مظلوم نے پائی: کچھ غن سے اتفاق ہوا اور ہوش میں آئی

آہستہ کہا روحِ مزا پائی ہے لوگ

۱۹ بو بابا کی زلفوں کی ہلی آئی ہے لوگ

پھر مقام کے شانے اسے بانٹے اٹھایا زینب نے کہا لے کر اے کس پر آئی
سرفاک پہ مجھ سے کو سکینہ نے جھکایا دیکھا جو سونے طشتِ تو یہ شور مچایا

!! کا مرے مرے یہ پہچان گئی میں

ابنِ خون بھری زلفوں کے قرآن گئی میں

چھوٹے سے جوتا تھوں سے اٹھا یا سرسود
آنکھیں نہیں رخصاؤں سے منہ نہ دیا منہ پر
تھا ہے کہ جنبش میں تب آئے لب لباب
حضرت نے بھی اعجاز سے چوٹے لب و دتر
فاما ہو گئیں آنکھیں شہ مظلوم کے سر کی

۲۱
بیٹی پہ عجب پاس سے حضرت نے نظر کی

بیٹی نے کہا صدقے میں اس پیار کے بابا
یہ کس نے ٹھکا آپ کا سوار سے کاٹا ؟
سرتو بے یہاں اور تیرا پُر نور ہے کس جا
وہ بازو کہاں ہیں جو مرے ہوتے تھے گیارہ

اب منہ سے نکلا ہے کلیجہ مرا بھٹ کر

۲۲
وہ چھاتی کہاں جس سے میں سوتی تھی بٹ کر

اس رن میں کہوں کیا جو ستم میں نے لٹائی
یا شہداء! ملانے مجھے ظالم نے لٹائے
بندے مرے پیچھے، مجھے نیزے بھی دکھائے
باندھے ہوئے گردن میں رسن کیسے لٹائے

نے پاس ہیں آپ اور نہ چھا جان بیکارے

۲۳
فسر یاد کو بحدوح ہوئے کان ہمارے

اتنے میں کہا شہر سب ستم کرنے پر اگر
سے جاؤ بس اب جلدی سر پہ لپیٹ کر
حاکم کا بچے حکم یہ پہنچا ہے شکر
دم بھر سے زیادہ نہ رہے یاں سر سرور

روٹی ہے تو دکھ دو ذرا شکل پر رکھو

۲۴
بہل ہو سکتے تو حوائے کر دستہ کو

نادراں نے سسنی شہر کی آواز جو اب با
خن کا نہپ گیا، سہم گئی وہ جگر افکار
بانڈ سے لپٹ کر کہا اسے مادہ غم خوار
جان ایسی میں دوں گی کہ سرور دیں گی نہ نہاد

گرتے میں چھالیتی ہوں اس خون بھرے سر کو

دیکھا نہیں جی بھر کے ابھی اپنے پر رکھو

۲۵
 مری دمیت مری تم سب کے ہیں قرباں تم بھی نہ اُسے دیکھو سرورِ دی شان
 جھنجھلا کے مجھے تھن کرے گر یہ بدایاں سر باپ کا رکھ دیکھو مری قبر میں اماں
 ہو گا نہ تھن روح مری شاد رہے گی
 ۲۶
 دائرہ مری گھر بھی آباد رہے گی:

۲۷
 دیوڑھی سے سکینہ کی سنی شرم نے تفریق زنداں میں گیا جیس بہ جیس، دست ہاشمیر
 حقراے محرم، سہم گئی دخترِ شبنیر فراتے تھے اس سے یہ تب ماہرِ دیگر
 اس ظلم رسیدہ کو نہ آزاد دے بس کر
 ۲۸
 معصوم سکینہ کی قیاس پہ ترس کر

۲۹
 ظالم نے بزدل اس سے سرِ شاہ کھینچا اور لے گیا زنداں سے سکہ شاہِ مدینہ
 رائیں تو لگیں پیٹنے رو کر سہر و سینہ اور مر گئی بس، اتنے پد رکھ کے سکینہ
 ایک دھوم ہوئی قاذِ زنداں میں بکا کا
 ۳۰
 تھا شور کہ شبنیر کی ماتحت نے قضا کی

۳۱
 ماں بول کر بچی تری صورت کے میں صدقہ ہے مری پیاری کو جدا ہو گئی مجھ سے
 ماں چھوٹی سی میت تری کی آنکھوں کو دیکھے آخر ہوئیں لیلیٰ نہ اٹھائے گئے حد سے
 مادر تری مظلومی کے قسربان سکینہ
 ۳۲
 معصوم سکینہ مری نادان سکینہ

۳۳
 صدقے گئی اب روتی نہیں خمر کے ڈنکر کہتی نہیں آں مجھے ملو اور پد سے
 گھر داری کے تم آنا جلی ہو مے گھر سے منہ موڑ گئیں مادرِ نقیبہ جبکے سے
 میں روتی ہوں، بیدار نہیں ہوتی ہوں لیلیٰ
 چھاتی ہے دھڑے اچھڑتی سوتی ہوں لیلیٰ

ہر رنگ کے منہ اُس بگ کے منہ پر یہ پیاری
اُسر کی طرح چھوڑ گئیں تم اسیں واری
لی لی میں نہیں جینے کی فرقت میں تہساری
چہ ہے مری عاشق مری ہے کس مری پیاری

ساد سے بہت وقت میں منہ موڑ گئیں تم

اس قید میں رونے کیسے چھوڑ گئیں تم!

تھی سی کہاں قبرستانوں میں تہساری
چارہ بھی نہیں جس کا کفن دوا نہیں داری
پردیس میں کی تو نے قفا اے مری پیاری
کیا آخری حدت کرے ماں درد کی مار کا

پلاستیدہ در خاک جوتن ہو گا تہسارا

یہ خون بھسرا کرتا ہی کفن ہو گا تہسارا

اس بین سے بانو کے ہوا شور قیامت
اور زینب دکنوٹم بھی روتی تھیں بہشت
عابد کو بھی تھی چھوٹی بہن کی بڑی الفت
خاموش انیت آگے نہیں گھسنے کی طاقت

درگاہ اجی میں یہ اس وقت دعا کر

زار ہیں مستبیر کا اے بار خد اکر

خاموش انیت اب نہیں یارائے سخن کا
حد شکر کہ مذاج ہے تو مشا و زین کا
کہہ حق سے کہ صدقہ سر ہفتادہ دوقہ کا
پابند نہ کر مجھ کو کہیں رنج و مص کا!

دنیا میں کیسی طرح کا مجھ کو زائل ہو

پر دل میں مرے ہنچن پاک کا غم ہو

غم شد

رباعی

گوہر کو ہدف میں آبرو دیتا ہے بندے کو بغیر مستجو دیتا ہے !
انسان کو رزق، غل کو پود، ملک کو نعل جو کچھ دیتا ہے سب کو تو دیتا ہے

رباعی

ہر برگ سے قدرت اُحد پیدا ہے ہر پھول سے صفت حمد پیدا ہے
سینہ ہے بشر کا وہ محیط ذخیرہ ہر ایک نفس سے جزو مد پیدا ہے
سلام

سُلائی کہتے تھے اعدادِ لاؤ زینب کو سر حسین سناں پر دکھاؤ زینب کو
جلا کے خاک کر دجلہ خیمہ اسے حسین برہمنہ سر میرا شتر بھاؤ زینب کو
نہ نکلے دختر زہرا جو خیمے سے باہر پکڑ کے ہاتھ ابھی کھینچ لاؤ زینب کو
وہ بنتِ فاطمہ افسوس جس کے حق جھوٹا حرم سے کہتے تھے بھلا کے لاؤ زینب کو
ہمارا نام لو بیٹوں کو گر وہ ردی ہے اٹھا بٹھاؤ اگر فرش میں پاؤ زینب کو
برہمنہ سر جو چڑی خاک میں ترپتی ہے روانے حضرت زہرا اڑھاؤ زینب کو
جو بنتِ فاطمہ کو ڈھونڈی لوٹنے والے تھیں یہ چاہیے اس دم بچاؤ زینب کو
جدا سے فاطمہ آئی کر لے مرے شبیر ترپ رہی ہے گلے سے لگاؤ زینب کو
کہا زینب نے جب شمر سے سرور بار کہ مرے دختر زہرا دکھاؤ زینب کو
چھپا کے ہاتھوں کو منہ کو بول شکر بہن خدا کے واسطے لو گر چھپاؤ زینب کو
ایسے اہل حرم میں ہوا امشیر کہا جو حاکم اعظم نے لاؤ زینب کو

(۱۲۹)

حضرت زینبؓ زید کے دربار میں

۱۔

کونے میں جب حرمِ حضرتِ شبیر آئے روتے اور پیٹتے باحالتِ تغیر آئے
ننگے سر بلوے میں سب صاحبِ توقیر آئے پہنے زنجیرِ حراں عابدِ دل گیر آئے

یوں تو اس شہر میں ہندی نہ کسی آئی تھی
ننگے سرانڈیں نہیں اور خلقِ تماشا آئی تھی

۲۔

سربازِ عجب طرح کا تھا بلوۂ عام سیر کو لوٹ گھروں سے چلے آئے تھے تمام
جا کہیں خالی نہ تھی بھر گئے تھے کوہِ دہام کثرتِ خلق سے مشکل تھا ٹھکانا کام

کوئی غنیمت تھا اور شاد کوئی ہوتا تھا
کوئی ہنستا تھا اسیروں پہ کوئی مٹا تھا

۳۔

شہر کے قلعے سے جہان کے ملکِ انبوہ کشید شاد و خرم چل آئی ہے پیادوں کی سپہر
غلّ تھا عورات میں ہرمت کہ بے بے شبیر بے خطر ہو کے کہتے تھے صلیب اور گھیر

ننگے اونٹوں پہ جو سیدانیاں موسیٰ ہیں
اعلم و حیندر و شبیر کے ناموس میں ہیں

۴۔

امیدِ فوجِ مخالف کا کردن کیا میں بیاں آگے آگے تو چمکے آئے تھے شکر کے نشان
پیچھے گھوڑوں پہ تھے اسوارِ نمودار جواں بج رہا تھا دہلیِ ضعیف ہر اک تھا شاماں

پر تماشا یوں کی چالِ پیشِ جناں تھی
ہاجوں سے لے کر حنیفان کی مسدا آئی تھی

پہچھے ان لوگوں کے مقولوں کے کوئی ٹھوٹے تسے باگوں کے کئے، گردنوں پر تیر ستر گئے
زین ڈھکے ہوئے اور غلوں میں سر اسو ڈبے یال سے ان کے پچکے تھے ابو کے قطرے
گردنیں ڈالے ہوئے، چپکے چلے جاتے تھے !

۱۷ اُنسو ہاں گھوڑوں کی آنکھوں سے بہتاتے تھے

پہچھے ان گھوڑوں کے نیزوں پر شبیوں کے نعرے کوئی خورشید لقا، اور کوئی رشک ستر
ماہ کی گرد جی، چاند سے زخا روں پر خشک لب پیاس سے ادغون سے تھے چہرے
سر سے ایک ایک کے قصی موت و شوکت ظاہر

۱۸ بعد مرنے کے بھی تھی شان شجاعت ظاہر

نسب کے آگے سر عباس تھا نیزہ پر عسکرم بند تھے غنچہ زر گس کی طسرح دیدہ نم
دیکھ کر اس کو تماشا کی یہ کہتے تھے بہسم دیکھو تو مرنے پر بھی ہے عجب جاہ و حشم
دبتر پہنچا یہ شبشبہ بونی ہاشم کا

۱۹ ستر ہے نیزے پر دھرا ماؤنی ہاشم کا

سراکب ستر پر چہر ڈٹی تھی غلامی کی نگاہ کہتے تھے رورو کے کیا رعب ہے کرکشن بے جاہ
کوئی کہتا تھا کہ دانتہ ہے غیرت ماہ کوئی گھبرا کے یہ کہتا تھا کہ اسے بار بار
نیزے پر یوسفیہ، یعقوب کا سر دیکھا ہے

۲۰ یا سناں پر قوسے محبوب کا ستر دیکھا ہے

سر قاسم کو ہراک دیکھ کے کرتا تھا بیسٹاں اس میں سب سید مسوم کی ہے شوکت نشان
سہرا تھے ہر بندہ ہے قور ہوتا ہے بیسٹاں عقد کے بعد یہ نو شاہ ہوا ہے بے جاں
اس طرح بیباہ کسی کا نہ ہوا ہوئے گا

ایسا ناشاد تو کوئی نہ بنا ہوئے گا

ایک مناں پر تھا سرِ شہدارِ سولہ مندی لوگ کہتے تھے کہ تیروں سے ہے پشانی چھپتی
ہے حیاں چہرے سے مظلومی غریب دوشی یہ سرِ پاک کہاں اور کہاں نیزے کی آلی

اس کا کیا نام ہے یا رو یہ پسر کس کا ہے

کس سے پوچھیں نہیں معلوم یہ سر کس کا ہے

یہ جو آپس میں تماشا یوں نے ذکر کیا آئی اُس دم سرِ شاہِ مشہدا سے یہ صدا
اُنہما اللہ اس میں بیکس ہوں علی اکابا میسرا نا نا ہے نبیِ باپِ علی شیر خدا

تن سے سر میرے عزیزوں کا آسا رہا حق

میں وہ ہوں بھوکا پیاسا جسے مارا نا حق

دوش پر اپنے پیر نے چڑھایا تھا مجھے بیٹے جی اپنے نبی نے نہر دلایا تھا مجھے
رختِ نو عید کے دن غلہ سے آیا تھا مجھے دودھ تو بنی قیامت نے پلایا تھا مجھے

گھسٹا کر کوئی یہ جور و جفا کرتا ہے

اپنے بہتان سے کوئی بھی دغا کرتا ہے

آپ سے تو میں دتھا مشہر میں ان کے آیا یاں کے باشندوں نے خدا کلمہ کے مجھے بلوایا
میں ہال کے عرضِ خون پسنا غم کھٹایا تین دن میں نے نہ اس گرمی میں پانی پلایا

ن لعینوں نے خدا تن سے کی سر میرا

نیچے سب چٹوٹکے دیتے ٹوٹ گیا گھر میرا

برجیاں کھل کے میں گھوڑے سے زید پر جوڑا میں نے چاہا کہ کروں سجدہ معبود ادا
لے کے خنجر مری چھال پر رستہ کھڑا پورا سجدہ بھی مجھے شرم نے کرنے نہ دیا

سر کے بے کانٹے نہ آزار سے کھینے پڑتے

رگڑے دے دے کے گلا کاٹا ہوا خنجر سے

میرے سب سے عزیزے پہ جفل میں پڑا ہے ملتان
لاش نے آج تلک پایا نہیں غسل و کفن
ہاتھ میں قابریب رکے بازو می ہے زین
قید کر لائے میں ناموس مرے یہ بدظن
نئے سرنگوں میں اونٹوں پہ بٹھا کر لائے
چادر میں بھی ہیں بیووں کو ڈھا کر لائے

تیری کہوں نئے سے ہوں پہ جو ہے ظلم و ستم
ہم لے کر مراد تو ہے سسکینہ ہر دم
ارستے ہیں اسے جھنجھلا کے لانچے اظلم
کال ہی زخمی ہیں گالوں پہ بھی بڑا سکے درم
آج جو اس مری پیاری پر ستم ہونے ہیں
یہ میٹھی روح پہ ڈالنا تم ہوتے ہیں

سر سڑور نے فصاحت سے کئے یہ جو بیل
اپنا سر میٹ کے رونے لگے یہ خود دنگاں
خون تب آگے بڑھائے کے سر شاہ زماں
دیکھا سب لوگوں نے پھر قید میں یکا ارجاں
تھا درم پاؤں پہ سر ضعف سے تھرا تا تھا
رتی کھینچے ہوئے اونٹوں کو چلا جاتا تھا

ہتھکڑی ہاتھوں میں اور پاند میں بھاری زنجیر
کھینچے تھوڑی کئی اس کے پس پشت شہرے
تھی یہ تاکید کہ چلنے میں نہ کیجوتا خیر
او۔ علی ضعف سے اس قیدی کی حالت تغیر
کہتا تھا عالمو! بے جسم ستانے ہو مجھے
چل نہیں سکتا ہوں کھینچے لئے جانے ہو مجھے

جیکر ڈیوڑھی پر اسی حال میں پہنچے قیدی
اس ٹھری چھائی ہر بل کی کے رخ پند کی
باورد وازے کے بازو سے پٹھ روئے لگی
خاک پر بیٹھ کے یہ کہنے لگی بہت صلی
وہ ہے مرتد آسے صورت نہ دکھاؤ لگی میں
سائے حاکم اظلم کے نہ جناؤں گل میں

خون رستی لئے زینبؑ کی طرف جوں ہی بڑھا دوڑے سستاؤ یہ کہتے ہوئے کنا ہے یہ کیا!
 روکے پھر حضرت زینبؑ سے یہ عاجز بنے کہا رو بڑو حاکم و ظلم کے چسلو ہر خدا
 آپ کے رُتبے سے آگاہ یہ جسٹلہ و جنس

۱۱ بابا صاحب کی وصیت تمہیں کیا یاد نہیں

روکے زینبؑ سے یہ سقاؤ نے تقریر جو کی خاک سے پستی چھائی کو اٹھی پستی مل
 پہنچیں دربار میں راندیں تو لگا کہنے خفی این میں ہے کون سی عورت جیو پا آئی نہ تھی

عرض کی شمرنے تب زینبؑ دل گیر ہے یہ

۱۲ دستبر قاطع ہے، شاد کی امشیر ہے یہ

دیکھ زینبؑ کی طرف کسے لگا وہ ملعون شراب ہے کہ دآے کی سزائیں تجھے دلوں
 تب کہا زینبؑ یکس نے پیا جہنم سے خون میرے رُتبے کو سمجھتا نہیں اے سفارہوں

دین و دنیا کے سبب نشاہ کی بیٹی ہوں میں

۱۳ اوستم گر! اسد اللہ کی بیٹی ہوں میں

تجھ کو معلوم نہیں حال میری مادر کا غیر محسوس نے جانا بھی نہ جن کا دیکھا
 اس کی بیٹی ہوں میں سر پہ ملا جس میں کلا اب بھی اس ظلم سے دل میں نہیں ناوم ہوتا

کیا جواب اس کا ہمیشہ کو تو دے گا ظالم

۱۴ تو نے برباد کیا خدا ڈھکرا ظالم

تجھ کیسے سبب ہمیشہ پہ چلائی تو نے! کی بُلا کر مرے بھائی سے بُرائی تو نے!
 شکل نامحسوسوں کو میری دکھائی تو نے! ہتے کوئی میری اماں کی کسائی تو نے!

کچھ سزا تو نے نہ اس ظلم کی پائی ظالم

مر گئے وہ پہ تجھے موت نہ آئی ظالم

۲۵ شہد بار جو زینبؓ نے کیا یہ ارشاد
 بولا غلام سے کہ گویا ہے بہت یہ ناشاد
 برہم اس دم ہوا وہ دشمن دیں حد سے زیادہ
 تیغ کو کھینچ کے آئے کوئی جھلسی جلاہ

مشہر مظلوم کی خواہر کی اُتارے گردن

تھی سے اس یکس و مضطر کی اُتارے گردن

۲۶

سُن کے یہ کھینچی لی راک دشمن دیں نے تہار
 دوشے تھا سے ہوئے زنجیر امام بیمار
 سر جھکا خاک پر تب بیٹھ گئی زینب زار
 پیشیں یہ کہہ کے تب اس بل بل سے لاق میں ناچار

ظلم عورت پر یہ! اللہ سے ڈر اے ظالم!

دخترِ فاطمہ کو قتل نہ کر اے ظالم!

۲۷

پلبلانے لگے یہ دیکھ کے ننگے نیچے
 میری یکس پھر بھی اماں میں تہا رو دھوئے
 پیٹ کر سر کو سینکٹنے نے کہا اتھوں سے
 آپ کے بدلے بیٹگر میری گردن کاٹے

آپ کہاں ہیں مشہر والا جو بچا دیں تم کو

اُسے جیتے نہیں! با جو بچتا دس تم کو

۲۸

غلت کے نیچے جو رکتا تھا برشاؤ ہڈی
 کچھ خبر ہے کہیں! جو ظلم ہے مجھ پر بتا
 بھائی کے سر کی طرف دیکھ کے زینبؓ لٹکا
 قتل ہوئی ہوں! بچاتے نہیں مجھ کو بھینا

اب تو اے فاطمہؓ کے ال! کر امت کیجئے

اپنی ہمشیر کی اس وقت حمایت کیجئے

۲۹

سر سرور سے جو زینبؓ نے کیا یہ دیکھ
 ہو کے حاکم سے مخاطب یہ کہا، ادا مقبولا
 طشت سے بس ہوا اونچا سرِ برشاؤ لغزور
 قتل زینبؓ کو کہے کو، یہ ترا کیا مقدور

فضلِ خالق سے میں مجبور نہیں ہوں ظالم

اب بھی چاہوں تو ترا تحتِ آٹ دوں ظالم

تجلی کو معلوم نہیں کیا میری خواہر ہے یہ دوست کو جگر و جان پیوستہ ہے یہ
 بخدا جیسے رگزار کی وخت ہے یہ بنت زہرا ہے یہ زہرا کے برابر ہے یہ
 ہاتھ گر اس پر اٹھائے تو گل جاوے گا
 برنگ سے اسے دیکھے گا تو جل جاوے گا

۳۱

میں نے تو سجدۂ خاق میں کٹایا سر کو تو نے لٹوایا ملعونوں سے میرے گھر کو
 سر برہنہ کیا، اہل حشرم مضطر کو اب ستانا د، خیر دل، مری خیر کو
 نہ چھپانے کو نہ بڑھنے نہ بدادیتا ہے
 دخترِ فاطمہ زہرا کو سزا دیتا ہے

۳۲

اس ستم کی جو خبر غند میں پادنے کی بتوں اپنا سر کھلے نئے عرش کے جاوے گی بتوں
 پایہ عرش کو جس وقت پلانے گی بتوں حق کا دیانے غضب جوش میں ملے گی بتوں
 میر غصہ و مزہ کو نین جو عسریاں ہو گا
 درہم و برہم ابھی، وختیراں کاں ہو گا

۳۳

معجزے سے سرسور نے جو یہ باتیں کیں بھاگتا تب تخت سے بس اٹھ کے ملعون بے کیں
 خوف سے درہم و برہم ہوا دربار عیس بس انیس، آگے بھے لکھنے کی اب تاب نہیں
 جس سے فگیں ہیں نبی آہ یہ وہ ماتم ہے
 جس کا پایاں نہیں، دانشہ وہ ماتم ہے

متم شد

رباعی

کس جسم پہ بلی کروں کہ شہ زور میں دیکھو کہ ضعیف صورتِ مور ہوں میں
 تھپہ پر پڑی ہے گرد و بازار ہوتا ہے یقیں کہ زندہ درگور ہوں میں

(۴۰)

اہل بیت یزید کے دربار میں

دربار میں زخراں سے طلب ہوتے ہیں قیدی بے تاب ہیں بے خبر ہیں اُجی کھتے ہیں قیدی
منگرہ بھرے آنسوؤں سے دھوئے ہیں قیدی بچوں کو لئے گودیوں میں روتے ہیں قیدی

فاقوں میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں جن میں

دہشت سے ستم گاروں کی لڑہ ہے بدن میں

بوں بول کے مارے نہیں رینوں میں سماتے ہیں خاک بھرے ہاؤں سے چہرہ کو چھپاتے

زینب کا یہ عالم ہے کہ ہیں غش پہ غش آتے تجھے ہوتے پہنچے ہیں یہ ماؤں کو سناتے

دم ہر نٹوں پہ ہے قید کی اڑاؤ میں سے

کیا گردنیں پھر باز میں گئے بھلا درسیں سے

تھا شور کہ اے قید یوا تہ بار میں جاؤ! کیا شے ہو زنداں میں اشد بملہ اشقاؤ!

خانی نے کیا رحم اُپ آنسو نہ بہاؤ! غلطے زینب ظلم کے ڈھیلے کریں آؤ!

حاکم کو دیکھا دو بکر تیں سٹا کرے گا

اُپ قتل نہیں کرنے کا آزاد کرے گا

سُن کر یہ سُن کر کچھ لگی زینب ناچار اک بار تو ہو آئے ہیں مجلس میں گنہگار

کیا کام ہے اُپ! کیوں ہے بلایا سردار لئے سر پہ بردائیں ہیں نہ ہے طاقت گفتار

لے جاؤ نہ بلوے میں اسیرانِ ہستم کو

کُل کُل کے اسی قید میں مر جانے دو تم کو

مشہور ہوں میں غافلہ کے کال کی مشیدا جب وہ نہ ہوئے قید سے چھوٹی بھی تو پھر کیا
 آب قید کا غم بے زبانی کی تمنا مر جاؤں میں زنداں میں تو رہ جائے یہ پردا
 پھر چاہو کہ دنیا سے سفر کر گئی زینب
 جب سلم نہ ہوا بھائی کا اور مر گئی زینب

مارے گئے جہاں دلدار مرے آگے دنیا سے گئے اکبر و ناصر مرے آگے
 بھائی کے چلا حلق پہ خنجر مرے آگے خالی ہوا زہرا کا بھتر اگھر مرے آگے
 علم کھائی ہے اور خون جگر پینی ہے زینب
 وہ شیر کو مارے گئے اور جیتی ہے زینب

بغلا و خوشی چھوٹنے کی قید سے آب کیا؟ بیٹے ہیں کہ پھر جن سے ہو ملنے کی تمنا؟
 قاسم ہیں کہ دکھلائیں گے اگر مجھے سہلا؟ اکبر ہیں جنہیں دیکھ کے ٹھنڈا ہو کلیجا!
 لاشے بھی ابھی تک نہیں پیادوں کے گسے ہیں
 آباد تھا گھر جن سے وہ جنگل میں پرے ہیں

جو بھائی کے مرے سے ستر میں نہ اٹھائے دشمن کو بھی یہ ظلم نہ اٹھ دیکھائے
 یزے مرے شانوں میں لعینوں نے بھجائے بازو مرے باندے مجھے دہار میں لائے
 بھائی کی عسندہ دار ہوں اور خستہ جگر ہوں
 عاشور محرم سے میں اب تک گلے نہ ہوں

کہہ دو مجھے دوبار میں حاکم نہ بلائے خلقت کو دوبارہ دمری شکل دکھائے
 گو قتل ہر منظور تو تاجی ہیں آئے موجود ہوں خنجر مری گردن پہ پھرائے
 منکر غم و اندوہ سے آزاد ہو زینب
 سترق سے جسدا ہو تو بہت شاد ہو زینب

فسر مانے لگے درو کے تپ عابدِ بیتار اس وقت پھر بھی جان مناسب نہیں تکرار
یہاں ہے اسی طسرح چلو پھر سرد دربار دیکھیں تو کہ کیا کہتا ہے اب حاکم غدار

کب سے نہیں کی سببِ پیمبر کی زیارت

شاید ہو ٹیٹہ سرِ سردار کی زیارت

رو کر کہا زینب نے، جو مرضی تری پیارے مختار ہو تم آج تو، ہوں میں ساتھ تمہارے
میں کر یہ سخن خاک سے قیدی اٹھے مارے پر سب کے قدم کا پستے تھے ضعف کے مارے

لورانی بدن گردِ عسب ہی سے آئے تھے

بکھرے ہوئے تھے بالِ گریبان پہنچے تھے

اس حال سے پہنچے جو وہ بیکس سرِ دربار تعظیم کو خشنود سے اٹھا حاکم غدار
کافی محبتیں جب بیڑیاں اور طوقِ گراں بار گردن کو بھگا کر دئے لگے عابدِ بیتار

قصے سے جو اشکِ شہِ خوش فوٹل آئے

اس وقت تو حاکم کے بھی آنسو نکل آئے

بعد اس سکیر عابد سے لگا گئے وہ جلاؤ محبوب نہایت ہوں میں اسے سیدِ ستار
تھا دھرم شہِ ابنِ زیادِ رستمِ اجناد میں خستہ زہرا کو نہ کرتا کہیں برباد

بے کس کے ستانے میں بچے غادر کی تھا

لیکن وہ ہوا، جو کہ مقتدر میں لگتا تھا

عابد نے کہا، گو کہ میں ہم بے سر و سامان پر یہ نہیں منظور کہ ہیں غینہ کا احسان
سب مشکلیں ہندول کی خدا کرنا ہے آسان چھیننے کی خوشی ہے، نہ وطن جانے کا ارمان

اک گھر سے وہاں سامیہ سلبتیر کریں ہم

سامانِ عسکرانے شہِ دل گیر کریں ہم

اور دوسرے میں آل نبی با سرِ عشریاں لڑا ہوا اسبابِ منکاد سے ہیں اس کی
میں اپنے بزرگوں کے تبرک کا ہوں خواہیں بس ہے وہی ہم بے مومسلمانوں کا سا
جید کا ہمارے محنت کی جہا ہے

اور کہنے ہی رک نا طست نہ رک رہا ہے

لوثا ہوا اسباب جو حاکم نے منگایا تب دشمن رہا میں مشہوریں کشتی میں دیا
سجاد کا دل بیٹھنے میں اس وقت بھرا یا سرپٹ کے یہ زینت بیکنے لے سنا یا
اس وقت بری چھاتی چھاتی جاتی ہے لوگو!

بھاتی کے بچے خون کی بوا آت ہے لوگو!

ہتے ہے مجھے پوشاک برادر کی دکھا دو پیرا ہی شہر کی بوجھ کو سنا دو
عقارہ گل جھوں مری آنکھوں سے لگا دو عابد نے کہا جسد یہ پوشاک چھپا دو
والٹر ابھی جی سے گزر جائے گی زینت

ان پتروں کو دیکھے گی تو مہائے گزینت

حاکم نے جو دیکھی غرِ مظلوم کی پوشاک محو سے تھا ہر اک جا سے وہ بوسہ تپ چاک
عابد سے یہ تب کہنے لگا حاکم سناک یہ رخصت کہیں پہنے تھے سر پہ پوشاک
حیرت ہے مجھے ہمارا شاو مشہدا یار

دعویٰ تھا خلافت کا اسی کہنے بجا پرا

رو کر کہا عابد نے کہ اد حاکم طہار مصرع میں پہنے تھے اسے اسوہ مختار
ایسی نہ تھی والٹر قبائے شہرِ آبرار یہ تیروں کے اور نیزوں کے روزی ہیں شکار

تواریں سے ٹکڑے تپو پاک ہما ہے

یوں ہی میرے بابا کا بدن چاک ہما ہے

اکبرؑ کی جو پروتاگ تھی ترخون سمداری دیکھا جو اُسے بانوئے بیکس یہ پکاری
ہم شہنشاہ پیسہ: جسے شیلے کیں داری آنکھوں کے تلے پھرتی ہے تصویر قہاری
ٹلے کہہ کے بہت جلد: یہ منسلک گئے بیٹا!

کپڑے تو ہیں اور خاک میں تم میں گئے بیٹا!

کپڑے سفر قتل یہ بدلے تھے جو دلبر کیسے بجا یہ حالت پہ بٹلے لگتے تھے اکبرؑ
وہ چاند سے رخسار: وہ گیوئے معبر دو لب سے بنے دیکھے ستار نکلتے تھے باہر
آپ بھی: کہ دولت مری کوٹنے کو چلے تھے

تم قبیلہ کی آغوش میں سونے کو چلے تھے

شیلے کو اٹھانے جو لگی بانوئے غم خوار اصغرؑ کا شلو کا نظر آیا اُسے اک پر
پیشا کے کلیجے سے پکاری بار دلی زار اصغرؑ: ترے کڑتے پر خدا ال، جگر افکار
مارے گئے دامن میں مشہ تشہ گو کے

نشتے سے گریبان میں ڈبے ہیں ابو کے

کچھ حال مجھ درو گو کا نہ سنایا چکے رہے اور تیر بستم حلق پہ کھایا
مادر نے تو اُجلا تھا جنہیں گڑنا چھایا دودھ اس پہ ہے کیا چکیاں بے لکے گلیا
پنکال کے نکلے کا جو دکھ تم نے سہا ہے

ہے ہے یہ برا دودھ لہو ہو کے بہا ہے

قدحے گئی آباد کیا باپ کا بہنلو دیواں مری گودی ہوئی اے اصغرؑ مر د
تھی شب کو بہت دودھ کے پینے کی تھیں نگو اٹھ اٹھ کے یہ ماں دھوڑ ڈال چہ دلوں کو بھر

مجھ کو تو جس دلی تری تڑپاتی ہے اصغرؑ

بھینچے تھے کس طرح سے زندا کی ہے اصغرؑ

۱۷۸
 ایک گشتی میں ماڈوں کا تھا ٹوٹا موازیدہ پازیب تھی کبڑی کی، سکیڑ کا تھا گوہر
 جب پیٹ سکے بھائی، بگی کہنے وہ مفسطر ہئے تے بری بچی، ترے تشریان دیدماند
 زخماں سے سونے نکلے سفر کر گئی ہے تے
 موہریہ جہاؤں کیجے، تو فر گئی ہے تے

۱۷۹
 زخمی ہوا ہے ہے اسی بندے کے مکان کیا قید سے تھا چھوٹے کا بی کو ارمان
 دن رات تھا بابا کی نشانی کا تھیں دھیان موہر مرے دلدادہ، یہی کہتی تھیں ہر آن
 ماں تم کو کہاں ڈھونڈنے اب جائے سکیڑا
 موہر تو بیٹے، تم نہیں، اے سکیڑا

۱۸۰
 جب دے چکا ٹوٹا ہوا اسباب ستر عابد سے کہا اب تو عمارت کو سر پہ
 اور حضرت زینب سے کہا اڑھ لو چاند عابد نے کہا سر پہ عمارت رکھوں کیونکر
 ہے چاک گریبان مٹی بیٹے کے قدم میں
 ستر بچے عسند ہیں تو اسے کے آلم میں

۱۸۱
 مہوس دد کار ہے اب تے زرد زور بہر حسن و حید و زہرا و پیہر
 شگوائے مجھے میرے پر کا ستر انور تاؤن کروں کبسر میں لاشے سے جلا کر
 بابا سا بھی میرے کوئی مظلوم نہیں ہے
 جس کا سر پہ نور کہیں، لاشیں کہیں ہے

۱۸۲
 سچ کر یہ سچ کہنے لگا حاکم بے پیر سب کچھ دیا نہ ایک سندان کا سر شبیر
 جو شیر کر پل پل کے پانا غلطیہ کا شیر طاقت ہے کہ کوئی اُسے کتا تہر شبیر
 کچھ اور نہیں بعد غفر اتھ لگا ہے !
 زرمیں نے کٹا یا ہے تو ستر اتھ لگا ہے !

سجدا نے شرمیاد کا ذہب و نگار وہ غنڈہ راہی تھا ابھی یہ کرتا ہے گفتار
خود تو نے کیا قتل کا شہیر کھاتار خونِ شہید ہے تری گردن پر ستمگار
ہم دن تجھے محبوب یہ بیداد کرے گی
جب فاطمہ الشریعہ فریاد کرے گی

حاکم نے مجھ کو کہا، جسد کو لاؤ ! سجدا و حزیں کو تیرے شمشیر تلہ او
زمینٹ نے کہا یا اسد الشہاب آؤ باپا مرے بیمار بھتیجے کو بچاؤ
کیسا ہے عیاں زور و ولایت نہیں کرتے
صدتے گئی پوتے کی حمایت نہیں کرتے

تکوار کو کہتے ہوئے آیا جو ستمگار سجدا سے پیٹے خرم احمد مفتار
آواز یہ شہید پیدا ہوئی ایک بار کیوں؟ تخت اُلٹ دلاؤ لڑاؤ ظالم غنڈہ
قاہم رہی دنیا کی پنا جس کے قدم سے
اب اس کا گلا کاٹنا ہے، میخِ زورم سے

مسن کر یہ صدا کانپ گی حاکمِ افسلم عابد کو دیا جس نے سرِ سرورِ عالم
بیٹے نے یہ باپ کا سراپا میں جس دم ذرا بار سے قیدی چمے کرتے ہوئے قائم
دل ظم سے خستہ جگر انگار ہماں ہے
دفنِ شہید الیٰکھنے کی اب تاب کہاں ہے

(۴۱)

ناموس پیر کی مٹینے والی پٹی

۱۔

جینے سے غم شاد میں بیزار تھی صغریٰ تنہائی کی آفت میں گرفتار تھی صغریٰ
خوش رہتا تھا اس طرح کی بیمار تھی صغریٰ ہوش آتا تو کرتی یہی گفتار تھی صغریٰ
کہتے تو ہیں سب کڑوا جی ہیں کیوں بچکے بابا

۲۔

علم یہ ہے کہ جیتا نہ ہمیں پاتا تھا گے بابا
جی چاہتا ہے دیکھ لوں بابا کا میں دیوار امتاں کے گلے سے لگوں اعتر کو کو دل پیار
بھائی علی اکبر کی بلائیں لوں میں بیمار پھر مریں گی اگر جاؤں تو کچھ غم نہیں زندہ
بیچے جی موتی جاتی ہوں میں یاد دہر میں

۳۔

لے لے کے مے نام کو سب روئیں تلکریں
دیوار سے در تک مجھے دشوار ہے جانا کس سے کہوں، آکر مجھے بستر سے اٹھا
خوش آیا تو مشکل ہے بہت ہوش میں آنا پھر زیست کہاں جب ہوئی طاقت ہی دلی
سب کہتے ہیں آگے سے تو آرام ہوا ہے

۴۔

یاں گور میں جانے کا سراپا تمام ہوا ہے
ہر دم ہے کچھ اب نوبہ و گر حال ہمارا طولی غم جسمداں نے ہمیں مارا مارا
سب کر گئے بیمار سے اک بار کستارا اتنا بھی کسی شخص نے اگر نہ چکارا
ہے گھر میں کوئی دانا نہیں غریب نئی کے

خط لایا ہوں لشکر سے حسین بن علی کے

یہ کہتی تھی اور روتی تھی منہ ڈھانچے وہ بیچار
 نانی نے کہیں مسکن لی تو اسی کی یہ گفتار
 جب آکے سردی نے لگی کہنے وہ دل افکار
 کیا باتیں پڑی کرتی ہو دل سے مری دلدار
 میں تو سنوں مجھ سے تو کرو پیار سے باتیں

ع
 کرتے نہیں بی بی درد و دیوار سے باتیں
 یہ باتیں اکیٹلی جو کیت کرتی ہو ہر دم
 گہرائی ہو کس واسطے کیا دل کا ہے خاتم
 ڈرتی ہوں نکل جائے نہ گہر کے کہیں دم
 کہنے کو مرے مان لو کہتاؤ نہ بہت خشم
 خوش ہونے کی شام دھو آ جاتی ہے صغرا
 بابا کی تہا سے جسے آ جاتی ہے صغرا

ع
 صغرا نے سنی جب کہ یہ نانی کی نصیحت
 حیرت سے وہ بس رہ گئی تصویر کی صورت
 بھر بھر کے دم سرد وہ اور تمام کے برقت
 نانی سے یہ بولی وہ مریض خشم فرقت
 یہ بات تو کچھ ہوش مرے کھول ہے نانی
 غمگین کو بھی دنیا میں خوشی ہوتی ہے نالی

ع
 یہ کر کے بیٹیاں نانی سے دل اس کا بھڑ آیا
 بعد السوؤں کے آنکھوں سے غولی جگر آیا
 گڑا جو لیا چہرے پہ طوفان نلکہ آیا
 نانی نے کہا ادھیان قہتارا کہ صغرا آیا
 موقوف عسز یوں کا لگا ہو گیا صغرا
 باتیں ابھی کی تھیں ابھی کیسا ہو گیا صغرا

ع
 یہ باتیں تو ابھی نہیں نگیتی جھے داری
 مانا ابھی کرو صدقے گئی بات ہتاری
 واں آنکھوں کے ترانے تھے ہر چہلوں سے ہاری
 کیا بولتی منہ سے وہ خشم و درد کی ماری
 قدر الم و جیسہ کا کھانے لگا اس کو
 چسلا کے یہ روئی کہ خوش آنے لگا اس کو

گھر کے کہا نالی نے اس کی یہ کہی سے کہہ آئے کوئی مادرِ جناسیں مٹلی سے
آنا ہے کو آؤ کہ چلنا طمٹہ جی سے بھاء سمجھتی نہیں مجھ غلام زردی سے

مجھ سے کوئی ساعت میں گزرتا ہے گی صغرا

میں پیشی رہ جاؤں گی مرجھائے گی صغرا

جا کر یہ کہی نے کہا جناسوں کی ماں سے ہوتا ہے سفرِ فاطمہ صغرا اکا جہاں سے
بیشی ہوئی کیا کرتی ہو جلدی چٹلوں سے کہہ باتیں نشی کی کرو اپنی زباں سے

عرضہ تھا آنکھوں کو نہیں کھولتی صغرا

چپ ہو گئی ایسی کہ نہیں بولتی صغرا

گھر آگئی یہ سہتے ہی جناسوں کی مادر اشک آنکھوں میں بھر کے چلی اور صک چادر
اُم شملہ سے یہ کہا گھر میں پھر اگر کیا حال ہے کیوں غش ہوئی شقیہ کی دختر

آج اند ہی اس بچہ کی حالت نظر آئی

کیا اس نے سنا لوگو کہو کیا خبر آئی

یہ کہتی تھی جو شور تھا شہر کے اندر آئے سفر کو فتنہ سے ناموسیں ہمیشہ
اُم شملہ دوڑی گئیں سننے ہی در بدر کیا دیکھ کر روتے ہیں کھڑے قادیان مفسر

اونٹوں کو بٹھایا ہے یہ فسر اردو نعاں ہے

جوبلی آرتی ہے سو کرتی یہ بیاں ہے

ہم جیتے پھرے ماں گیا فاطمہ کالاں جیتد کا چمن باغیوں نے کروا پا اماں
تکواروں سے منچا نرے سب غلوں میں جوئے فال پراسوں پہ چلیں برچیاں کیا ان کا کہیں حال

ہم جیتے ہیں قبروں پہ انھیں روکے ہم آئے

آپ اُن کو کہاں پائیں جنھیں کھوکے ہم آئے

۱۷۱
اس گھر سے بدھارے تھے جو ہمراہ ہمارے
یز سے پرچہ صادرینے کو شرق سے آئے
دیکھا کئے ہم، سامنے وہ شب گئے، اسے
پراسوں کی بتیں ٹریتیں دریا کے کنارے
مگر نہ ملا چین کسی کشتہ دہی کو

۱۷۲
چالیسویں تک شب رہے محتاج کفن کو
بانو کی جو رانڈوں کی سی صورت للہرائی
اور رونے کی دھوم اہل محلہ نے اٹھائی
اُمّ مسند سن کے لگی دینے دھائی
اسباب اٹھا ماتمی صفت جلد بھائی
جھنڈا سے کہا کر لو حریبان کو پارا

۱۷۳
دل کھول کے اب روؤ کہ بابا گیساما
یہ سنتے ہی گھبرا گئی وہ بیکس و منفسر
سرپیٹ کے رونے لگی، پڑیا ستر پر
رو رو کے یہ کہنے لگی اسے خالق اکبر
فسر یاد ہے فسر یاد گن فاطمہ کا گھر
تو مالک و منت و رقت اور قدر ہے

۱۷۴
میں کس سلف جیتی ہوں؟ میری موت کدھر ہے
پھر بول کہ بابا سے ملا دو مجھے لوگو! یہ
سنتے ہی زینب لگی ستر پیٹنے رو رو
بانو سے کہتا بیٹی کی صورت کو تو دیکھو
بابا کو طلب کرتی ہے گودی میں اسے لو
دم شدت مگر یہ سے اُٹھ جائے گا اس کا

۱۷۵
لٹھا سا کلیمہ ابھی پٹ جائے گا اس کا
لے گودی میں بانو اسے رو رو کے پکاری
بابا کہاں؟ میں جس کو دکھاؤں تجھے ماری
مادر گئی ستر بان بیتی پہ تھماری
لٹھا ناگ سے قسم نے اُتروائی ہتھاری

پردیس سے جنت کو سفر کر گئے شبیہ
لے فاطمہ میں رانڈ ہوئی، مگر گئے شبیہ

۲۱۷
 تاسم ترے کو کاپسہ مرگیا بیٹی ! جہاں جہاں سے تُو کے کوڑ گیتا بیٹی !
 پانی کو ترستا حاصل اکسہ گیتا بیٹی ! جہاں کو مری گرد سے افسر گیتا بیٹی !
 اس گھر کی جو آبادی تھی سو نہیں گزرتی میں
 میں توئی کُشاں ہوئی آنی ہوں وطن میں

۲۱۸
 افسر کا تو یہ ٹیپتے ہی لگی پیٹنے ستر کو دو رو کے سنانے لگی چسلا کے پرد کو
 ایسے گئے بابا ! کہ نہ بیٹے پھرے گھر کو مایوس کیا ڈختہ بھڑو جگر کو
 اب اس ہے اتنی کہ جو مرجائے گی صغریٰ
 اسے ستیو بیس ! تہیں تب پائے گی صغریٰ

۲۱۹
 جب تک رہوں گی جیتی تبھی تک چھوٹی اور مر گئی تو آپ کی پابوسی کو آئی !
 آئے نہ تھیں اور نہ چھوٹے مرے بھائی آفت مری بستی نے جب بھوکہ دکھائی
 بیسار کو اس جگر کی آفت سے نکالو
 مجبور ہے صغریٰ تہیں چاہو تو بچا لو

۲۲۰
 بے آپ کے بلوائے ملاقات ہے دھوار مقتل ہما تلک جانہ کی جب کہ میں بیمار
 پھر آپ تلک مجھ کو پہنچنے کی کہتاں بار بہنوں سے ملنا مارے مل میں جگر انگار
 کیا کیا بستم اسے ستیو ابرار نہ دیکھا
 صغریٰ نے سگر آپ کا دیدار نہ دیکھا

۲۲۱
 کشتی ہوں کہ اکسہ بھی ہیں حضرت ہی کھلاو جہاںس دیں اور وہیں تاسم نوشاد
 چوٹا مرا بیتا علی افسر بھی دیں آہ اُس بچے سے بچنے کی زیادہ ہے بچے چاہ
 اس دُکھ سے رہائی نہیں دلو اڈ گئے بابا !
 کب سے ہوں میں پھڑی تہیں بلوائے بابا !

۲۵۷
 صغیر ہی تو یہ کرتی نہیں بیٹیاں ہاتھ نہ جوڑ
 جو کرنے لگی مادرِ عباس اس یہ مذکور
 اے صاحبِ ہمت! یہ شک تو مرے دل سے کوئلہ
 بیٹا جو ہر عاشقِ شبیر تھا شہر
 شفقتِ حق بہت اُس پر حسینؑ ابنِ علیؑ کی
 کہ اُس سے بھی عدوت ہوئی فرزندِ نبیؐ کا

۲۵۸
 میں سن چکی اتنا تو کہ مارے گئے قبائش
 مرنا تو یقین ہو گیا۔ لیکن ہے یہ دوساس
 کس وقت ملکِ جنگ میں بھائی کے رہے پاس
 سچ کہہ دو جو کچھ گزری ہو تو دُورِ مری اُس
 کچھ قاسمؑ و اکبیرؑ پر تو آنت نہیں دیکھی
 شبیرؑ کی فیصہ سے تو رخصت نہ دیکھی

۲۵۹
 رخصت کو تھا وہ جس گھڑی چلتے ہوئے آیا
 حقِ دودھ کا تختہ انا تھا مجھ سے میرا جایا
 میں نے اُسے یہ کہہ کے تھا چھاتی سے لگایا
 شبیرؑ کے قدموں پر جو سر کوٹنے کٹایا
 تو دودھ بھی بخشوں گی دعا بھی جیسے دہنگی
 جان اپنی بچائی تو کبھی نام نہ لوں گی

۲۶۰
 زینبؑ لے کہا، ایک کہوں جناس کی جرات
 کچھ شہؑ کے عسکر کی پوچھو حقیقت
 قاسمؑ سے بھی پہلے وہ طلب کرتا تھا شفقت
 بڑا ابنِ حسنؑ پا چکا جس وقت شہادت
 اُس وقت جب ہے کسی شہؑ کا اُمم پر
 رخصت کے لئے گرتا تھا جنتِ قدیم پر

۲۶۱
 زینبؑ سے یہ سنیں مادرِ عباسؑ پکاری
 فرستدہ کیا تم نے حسنؑ سے مجھے اداری
 کلثومؑ نے تب یوں کہا باگریہ وزاری
 اُس نے تو رشتہ مارنے کی انجی کن باری
 کیا کرتا کہ مغموم بہت ہوتے تھے شبیرؑ
 منہ دیکھتے تھے بھائی کا دودھ تھے شبیرؑ

۳۰ جب حال سیکھنے کا ہوا پیاس سے تغیر بس اُس گھڑی ناچار ہوئے حضرت شبیرؑ
بھائی سے کہا کچھ کر ڈاب پانی کی تدبیر کچھ بس نہیں اب تم سجدہ کرتے تھے تقریر
پر سن کے لگا رہے وہ شیدائے سکینہ
اور بے کے گیا مشک وہ سقائے سکینہ

۳۱ واں فوج سے تڑپنے کے بھر مشک میں پانی اور گھسہ کو چلا جیدہ کھڑا کا جانی
پھر ٹوٹ پڑے پیاسے پر وہ غم کے بانی چھنا اُسے بھی تیروں سے اور شک بھی چھانی
پانی بھجوا رہا تھیں سے گرے ہاتھ بھی کٹ کر
اور گر پڑا جہاں بھی گھوڑے سے لٹ کر

۳۲ اس خوبی سے مارا گیا فسر زد تمہارا دو دھاس کو نہ بخشا تھا تو اب بخشو خدا را
پھر فاطمہؑ نہرا کو وہ کیونکر نہ ہو پیاسا دادر سر اس نے قدم شاہ پر دارا
دکھلائی وہ جاں بازی شیر تشنہ دہن کو
راضی کیا جیدہ کو محسن کو محسن کو

۳۳ یہ سکتے ہی بس مادرِ جنائس دلا دہ قبیلے کی فطرت گر پڑی سجدے کو نہیں پر
جب کر چکی سجدہ تو یہ کہنے لگی رو کر سب میل کے کرو ما تم فسر زد نہرا جبر
یہ جو کہا، نقل ہونے لگا سینہ زلی کا
اور ذکر تھا شبیر کی تشنہ دہنی کا

۳۴ بولی کوئی بیچنے نہ رہے و تا ہم مضطر بولی کوئی ابے جہاں ہوئے خباہت دلا دہ
بول کوئی، سر ہیٹ کے تھے تھے علی اکبر بولی کوئی، مارا گیا پیاسا علی اکبر
وہ ماتیں تھیں اور ماتیم شاہ شہدا تھا
کیا کہنے انیس سال کو جو کچھ حشر پاتا تھا

نوحہ جات

کہتی تھی بلکہ زینبؓ بدلتی میں باز رہا کیا ہے حسینؑ
 طعن جاری رکھوں سے ہوا ہے گویا دیباہوں کا بیابان ہے
 رشتے دیتے نہیں ظم زدوں کو انہیں میں عدم ہم جہوں
 تیرے لائے کو کیوں کلاٹھائوں اپنی چادر زمیں پر پھچاؤں
 ہم کو اُترتے کیسا ستا یا پیشِ حاکم کھلے ستر بلیا
 لے آتیں اب اراٹک کر چھپ گئی لٹوہ شکل تیرا
 زینبؓ نے کہا بیبیو لو مر گئے بھائی ^{نوحہ} فوجی
 اے واسطہ احمد و زہرا دھستائی کے
 زخموں سے بدن چور زدن پر میرا تدم
 کیا غافلہ کا حال ہوا ہوئے گا افسوس دم
 قاسم گئے عباس گئے، عون و محمد
 زینبؓ ہی کہتی تھی ایتسی جگر انگار
 چہلم ہے آج ستر و رانی مقام کا ^{نوحہ}
 زناں سے چھٹ کے کئے میں نقل میں اہلیت
 تیار یا ہیں دفن شہیدانِ پاک کی
 لقمہ پکاری بیبیو اگر شریک ہو
 بھائی کے ساتھ گاڑو اسے کاش مجھ کو بھی
 کہتی تھی بالو بھلا جہراک جنام شہیر کا
 یارب دُعا ہے مجھ سے یہ ہر دم ایتسی کی

سرکٹے پڑا ہے تو رن میں اپنے زہراؓ کو یاد ہے حسینؑ
 تیرا کوری گئے ہیں بدن پر اپنے زہراؓ کے پیار سے حسینؑ
 پیشیں کو کر گزرتے ہیں مکتوں میں اپنے زہراؓ کے پیار سے حسینؑ
 خاکِ صحرایہ میری ہے بدن میں لے کر اے کھلے حسینؑ
 اور سلی کو رلایا کفن میں اپنے زہراؓ کے پیار سے حسینؑ
 چاند زہراؓ کا آیا آگاہ میں اپنے زہراؓ کے پیار سے حسینؑ
 پر دیس میں بر باد مجھے کر گئے بھائی
 مرنے سے ترے تین ادھر گھر گئے بھائی
 اس شکل سے تم پیش پیہر گئے بھائی
 جس وقت کہ تم خُشد میں بے سر گئے بھائی
 ہمراہ ترے اکبر و اصغر گئے بھائی
 کس ملک کو دنیا سے مفرر گئے بھائی
 عریاں ہے ستر و سول علیہ السلام کا ^{نوحہ}
 اشائے گھانے سبب و سؤلِ آنام کا
 مرتد بنا ہے زن میں ہر اک نیک نام کا
 سبجو دفن کرتے ہیں لاشا ابام کا
 تھا یہ بیتان زینبؓ ہشتاد کام کا
 دیوالتی فاطمہ علیہ السلام کے نام کا
 روہنہ دکھا حسینؑ علیہ السلام کا

نزدادہ یادگار میراث

سلام

میراث

سلاہ کی حسرت کا چٹا را نہیں
بچھب منزل بیکسی ہے لحد
غنیم شاہ سے لکھن داسری
یہ گویا ہوئی شاہ کی ذوالفقار ق
حضور ان پہ کرتے ہیں لطف و کرم
عسل کی شہم کیجئے اب عسلم
ود دریا ہوں میں جس میں عالم ہو غرق
دو کٹش ہوں سیلاب میں ابلی شر
بجے فاطمہ سے خجالت نہ ہو
جواب ان کو کیا دوں گی پوچھیں گے جب
کہا شہ نے یہ سب سہی پر ہیں
مرقع شہیدوں کا سب ہے مگر ق
نزدادی کہیں روکے سوئے نلکت
کبھی آہ کی رکھ کے سیکھنے پہ ہاتھ
پکارے کبھی لے کے اکبٹر کا نام
ہوئے قتل اکبٹر تو دل نے کہا
سکینہ پکاری بندہ حاجب گلا
وہ بولے بندے میں مرے ہاتھ بھی
گرے شہ تو دیکھا زمیں مات ہے

اسلام زماں آشکارا نہیں
کسی کو کسی کا سہارا نہیں
قریبان کس عقل کا پارا نہیں
کہ آفت کا طعنہ گوارا نہیں
ذرا جن کو قم سے ستارا نہیں
عقل کا اب بھسکویا نہیں
کنارے کا میرے کنارا نہیں
کبھی شام النثار پارا نہیں
بس اب دیر بھسکویا نہیں
سیر شہر تو نے اُتارا نہیں
کوئی جسد کی اُفت سے پیارا نہیں
شعبہ نبی آشکارا نہیں
ستارے ہیں سب وہ ستارا نہیں
دلاورد کا اپنے چٹا را نہیں
مری جتان ردھو غلدارا نہیں
حسین اب تمھل گوارا نہیں
اخیا اب تمھل کا یارا نہیں
بہن کیا کریں بس حٹارا نہیں
کہیں غار و عس آشکارا نہیں

بہا دل سے کس نے یہ جہاں مکان
نہا آئی واری تردد سے کیسا
حسناڑوں جرات میں اور اک بدن
غضب تھا جو ان زخموں میں پھٹے غلہ
مکان کون گنج شہیداں میں ہے
مل جب کہ راسخس پسر بولے شاہ
کبھی نہر سے یوں مخاطب ہوئے
کہاں زخم کھایا کہ مر گر پڑے
کلیجے میں شاید زہر دے درد
کہا شمس نے خنجر سے ہنگام جنگ
خلیفہ سے پھر کر نہ جاسوئے شاہ
ادھر سیر پانی سے ہیں سب دلیر
یہی وقت اخذ زر و مال ہے
وہ غصہ سے بولا کہ بس ہیں غموں
سرد جان دین مال و فرزند وزن
گتارا کیا شہ نے دریا سے جب
خائے مل آئی اسے خسرو یہ کہہ
مل دیں گے کوثر سے بھر بھر کے جام
مبارک ہمیں خصلد تجھ کو شکر
چلو گر بلا ہے تردد انیس

کوئی دوست باقی ہمارا نہیں
کبھیں ماں کو تم سے کتنا نہیں
کوئی عضو ثابت ہمارا نہیں
بڑا ہال بیسکا گوارا نہیں
کہ بالوں سے میں نے بہا نہیں
کوئی زیت کا اب سہارا نہیں
کہ تجھ میں تو موتی ہمارا نہیں
نشاں قتل گہ میں تھا ہمارا نہیں
کہ بابا کو اب تک پکارا نہیں
شجاعتوں کو لازم گتارا نہیں
مجھے تیسرا نقصان گوارا نہیں
ادھر بوند بھر کا سہارا نہیں
پھر آنے کا یہ دن دہارا نہیں
کہ اب ضبط کا دل کو یارا نہیں
کوئی ابن زہرہ اسے پیارا نہیں
ہمیں کیوں مناسب گتارا نہیں
تجھے حلال فب اشکارا نہیں
کسی کا وہاں کہہ اجارا نہیں
وہ تیسرا نہیں یہ ہمارا نہیں
پتے کا رخیسرا ستارا نہیں

سلام

نمود و بود کو قاتل خیاب بھ میں
 وہ جاتے ہیں جو دنیا کو خواب بھ میں
 کبھی پڑا نہیں جانا کسی کو اپنے سوا
 ہر ایک ذنب کو ہم آفتاب بھ میں
 کریم بھ کو عطا کردہ فقر دنیا میں
 کہ جس کو فخر رسالت اب بھ میں
 ابو تراب کے در کا بے ذر فبے قدر
 ہم آسمان پہ جیسے آفتاب بھ میں
 شباب کھو کے بھی غفلت دہی ہے یہ کہ
 سحر کا نیند کو بھی شب کا خواب بھ میں
 بھکاتیں سر کو نہ کیونکر عراق کے فقہا
 سولہ شاہ کو سب لاجواب بھ میں
 خدا کی راہ میں ایذا سے من کو راحت ہے
 زمین گرم کو وہ فرشتے خواب بھ میں

ایسے محل و دیبا سے کیا فقیروں کو

اسی زمین کو ہم فرشتے خواب بھ میں

دیگر

انسان کو چاہیے کہ خیال قصا ہے
 ہم کیا رہی گے جب نہ رسول خدا ہے
 کیا قہر ہے امام کو پہنسا میں شریاں
 جہاں تیں جو جو وہ رسن میں بندھا ہے
 کشتی کو اس کی صحیح حوادث سے خوف کیا
 بحر جہاں میں جس کا ملق نا خدا ہے
 دنیا کا بھی محل ہے بہت عاریت سرا
 ہم آج رو کے اٹھ گئے کل اور آ ہے
 یارب ہر پیک میں محبہ ذکر حسین
 ہو اس طرف نجات تو ادھر کر بلا ہے
 زینب کو آ رہی تھی صداش کی بعد قتل
 اب تابہ حشر تم سے ہیں ہم خدا ہے
 بحر جہاں میں قطروں نے بھی سرائے دی
 دیکھیں گے ہم جہاں کی کب تک ہوا ہے

اللہ کیا تک ہے کلام انیس میں

دھمی بھی گر پڑے تو زیاں پر نزار ہے

فہرستِ سِلام و رُباعی

نمبر	پہلا مصرعہ	نمبر	اشارہ	تعدادِ سِلام	تعدادِ رباعی	نمبر
۱	رباعی	-	-	-	۸	۱
۲	مرا نہ دل آشکارا نہیں	۱۲	۱	-	۹	۲
۳	رباعی	-	-	-	۱۲	۳
۴	-	-	-	-	۱۵	۴
۵	خود گریہ مانگ سرور میں ہو سکتا نہیں	۹	۱	-	۱۶	۵
۶	رباعی	-	-	-	۲۰	۶
۷	-	-	-	-	۲۱	۷
۸	-	-	-	-	۲۲	۸
۹	لو میں سامنے جب دفترِ حساب آیا	۲۰	۱	-	۲۳	۹
۱۰	شکلِ بدرِ جواہرِ اکمال مجھے	۷	۱	-	۲۴	۱۰
۱۱	دیکھا کہ ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا	۸	۱	-	۲۵	۱۱
۱۲	ہوا جو عشقِ شائے الہِ ربِ بے	۸	۱	-	۲۳	۱۲
۱۳	دلِ سیرِ چاند کے بنسیدِ امیر کا	۸	۱	-	۵۱	۱۳
۱۴	رباعی	-	-	-	۵۸	۱۴
۱۵	ہو گیا ہے فوجِ شمعِ مزارِ عالم	۹	۱	-	۵۹	۱۵
۱۶	عجب وقت ہے اور عجب اکمل ہے	۱۹	۱	-	۶۷	۱۶
۱۷	انعامِ لے لہوِ آتشِ دلا کے حسین	۸	۱	-	۷۵	۱۷
۱۸	سدا ہے فکرِ ترقی بلند بنوں کو	۸	۱	-	۹۰	۱۸
۱۹	آگے جو نیم اعلا میں رو گئے	۱۲	۱	-	۹۸	۱۹
۲۰	رباعی	-	-	-	۱۰۵	۲۰
۲۱	بھلا ہے علمِ مشہد سے سہنہ انار	۱۸	۱	-	۱۱۹	۲۱
۲۲	رباعی	-	-	-	۱۲۰	۲۲
۲۳	کوئی ایس کوئی آشنا نہیں رکھتے	۱۲	۱	-	۱۲۷	۲۳
۲۴	رباعی	-	-	-	۱۲۸	۲۴
۲۵	جو بچپن گم سے قولا نہ چاہتے	۸	۱	-	۱۳۲	۲۵
۲۶	نہ ہو گا ہے سب کا مقدر نہ تھا تھا	۱۳	۱	-	۱۳۸	۲۶

نمبر	نقارہ	نقارہ	نقارہ	نقارہ	نقارہ
نقارہ	نقارہ	نقارہ	نقارہ	نقارہ	نقارہ
۱۹۵	۱	-	-	۲۷	۲۷
۱۹۶	۱	-	-	۲۸	۲۸
۱۹۷	۲	۱	۹	۲۹	۲۹
۱۹۸	-	۱	۱۹	۳۰	۳۰
۱۹۹	۱	-	-	۳۱	۳۱
۲۰۰	۲	۱	۱۳	۳۲	۳۲
۲۰۱	۱	-	-	۳۳	۳۳
۲۰۲	۲	۱	۸	۳۴	۳۴
۲۰۳	۱	۱	۱۴	۳۵	۳۵
۲۰۴	۱	-	-	۳۶	۳۶
۲۰۵	۲	۱	۱۳	۳۷	۳۷
۲۰۶	۲	۱	۱۳	۳۸	۳۸
۲۰۷	۱	-	-	۳۹	۳۹
۲۰۸	-	۱	۱۹	۴۰	۴۰
۲۰۹	۱	۱	۱۹	۴۱	۴۱
۲۱۰	-	۱	۱۴	۴۲	۴۲
۲۱۱	۱	-	-	۴۳	۴۳
۲۱۲	۱	-	-	۴۴	۴۴
۲۱۳	۲	۱	۱۰	۴۵	۴۵
۲۱۴	۱	-	-	۴۶	۴۶
۲۱۵	-	۱	۱۴	۴۷	۴۷
۲۱۶	۲	۱	۱۳	۴۸	۴۸
۲۱۷	۲	۱	۱۱	۴۹	۴۹
۲۱۸	۱	-	-	۵۰	۵۰
۲۱۹	۱	-	-	۵۱	۵۱
۲۲۰	-	۱	۱۹	۵۲	۵۲
۲۲۱	-	۲	۸	۵۳	۵۳
۲۲۲	-	-	۸	۵۴	۵۴
۲۲۳	-	-	-	۵۵	۵۵
۲۲۴	-	-	-	۵۶	۵۶





انتخاب میرانیس

ایڈیشن	تعداد	س	ایڈیشن	تعداد	س
۱	۳۰۰۰	۱۹۶۳ء	۱۳	۳۰۰۰	۱۹۹۷ء
۲	۱۰۰۰	۱۹۶۸ء	۱۵	۳۰۰۰	۱۹۹۹ء
۳	۱۲۵۰	۱۹۷۰ء	۱۶	۳۰۰۰	۲۰۰۱ء
۴	۲۵۰۰	۱۹۷۱ء	۱۷	۳۰۰۰	۲۰۰۲ء
۵	۳۷۰۰	۱۹۷۳ء	۱۸	۳۰۰۰	۲۰۰۳ء
۶	۵۰۰۰	۱۹۷۹ء	۱۹	۳۰۰۰	۲۰۰۴ء
۷	۶۰۰	۱۹۷۳ء			
۸	۳۰۰۰	۱۹۷۷ء			
۹	۳۰۰۰	۱۹۷۸ء			
۱۰	۵۰۰۰	۱۹۸۱ء			
۱۱	۱۰۰۰	۱۹۸۹ء			
۱۲	۱۰۰۰	۱۹۹۳ء			
۱۳	۱۰۰۰	۱۹۹۶ء			

اس ہر و عزیز کتاب کی کل اشاعت : ۴۳۰۵۰

اللہ تعالیٰ نے میرانیس کو یہ اعزاز و کمال عطا کیا ہے کہ ان کے زیادہ تر اشعار کی نثر بھی وہی ہوتی ہے جس ترتیب سے ان کے اشعار موجود ہیں۔
اللہ جسے چاہے جیسے چاہے اعزاز اور کمال عطا فرماتا ہے۔

(شعبہ کا پتہ)
اسٹاکس اور ڈسٹری بیوٹر: محفوظ ایک ایجنسی مارش روڈ کراچی 74800
Tel: 4124286, 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisoo@cyber.net.pk